

کلیاتِ بابی باللہ

یعنی

مجموعہ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات

۴۷

مرتبہ

مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب نقشبندی بڑی

و

ڈاکٹر مہربان احمد فاروقی ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی (علیگ)

باعانت محکمہ اوقاف مغربی پاکستان

ناشران

ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل وڈ لاہور

بیت سماع ۱۳۷ حدیث فان ذکر فی فی نفسه الخ کا ~~مطلب~~ مطلب ص ۸۲

صلی اللہ علیہ وسلم

۱۸۸- اولیائی تحت قبا ئی لایو فم غیری ۔

اللہ است

۱۵۰- سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرستادہ اکم جامع

الرحمن الرحیم

۱۵۰- در کسوت بشریت در آید است صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۰- کلام حلفت بچہ مقبوس از شکوۃ نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۲- نخلی از اخلاق الہیہ متحقق گشت

او در بیت است

۱۷۳- محمد احمد بلا میم است اورا با خاکیان نسبت

۲۰۸- لغت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۲۱۲- زمین بوم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

کلیاتِ باقی باللہ

لنا رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

مجموعہ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات

مرتبہ

مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب نقشبندی مجددی

ڈاکٹر مہربان احمد فاروقی ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (علیگ)

بہ عانت محکمہ اوقاف مغربی پاکستان

ناشران

ملک دین محمد انیسٹریٹ سرائے منزل نل اوڈلاہور

طابع _____ ملک محمد عارف

ناشران _____ ملک دین محمد اینڈ سنز

بہ اعانت

محکمہ اوقاف مغربی پاکستان

مقام اشاعت _____ اشاعت منزل، ہل روڈ، لاہور

مطبوعہ _____ دین محمدی پریس، لاہور

قیمت _____ دس روپے ستر پیسے ہلا جلد

قیمت مجلد ~~دس~~ روپے ۱۰۰۰

فہرس

۱	دیس پاچہ
۷	مقدمہ
۱۷	مختصر احوال
۴۹	ملفوظات
۱۴۵	مکتوبات
۱۴۷	رسائل
۱۴۹	۱۔ در بیان حقیقت نماز
۱۵۰	ب۔ صورت نماز
۱۵۱	ج۔ مختصر بیان توحید
۱۵۵	د۔ معنی اَعُوذُ
۱۵۹	۵۔ معنی بِسْمِ اللّٰهِ وَسُورَةُ فَاتِحَةِ
۱۶۴	و۔ بیان سُورَةِ الشَّمْسِ
۱۶۵	ز۔ بیان سُورَةِ اخْلَاصِ
۱۶۷	ح۔ بیان سُورَةِ الْفَلَقِ
۱۶۹	ط۔ بیان سُورَةِ النَّاسِ
۱۶۹	ی۔ ترجمہ دُعائے قنوت
۱۶۹	ک۔ بیان آیَةِ وَهُوَ مَعَكُمْ آیَةِ اٰیْمَانُوْا لَوْ فِیْكُمْ وَجْهُ اللّٰهِ

ل - رسالہ در شرح رُباعیات موسومہ بسلسلۃ الاحرار

۴ - مجموعہ کلام

۱ - مثنوی قبل از زمان درویشی

ب - مثنوی گنج فقر

ج - ساقی نامہ

د - سلسلہ پیران طریقت

۴ - تاریخ تولد ہر دو پسران مبارک

و - تاریخ تولد خواجہ محمد عبداللہ

ز - رباعیات، فردہا

مقدمہ

(محمد عبد المجید بزوانی ریسرچ سکالرشپ تعلیم و مطبوعات نمکدہ اوقات حکومت خربہ پاکستان ہونے)

یوں تو کسی بھی مصنف کی شری یا شعری تخلیقات کا جائزہ لینا کچھ آسان نہیں ہوتا لیکن مشکل اور بھی بڑھ جاتی ہے جب صاحب تخلیق ایک آگاہ راز سالک، ایک باعمل صوفی اور ایک صاحب مقام ولی و بزرگ دین بھی ہو۔ اور پھر یہ وادی سراپا خار زار بن جاتی ہے جب تبصرہ نگار یہ بھی ان ہونے کے علاوہ تروا من رُوسیاہ بھی ہو اور تروا منی بھی وہ نہیں کہ عدا من پوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔ بلکہ وہ کہ ذوق عصیاں ہی سرمایہ زلیست اور متاع حیات ہو۔

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک

میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا بھتا

پس خواجہ باقی باللہ علیہ رحمت کی تخلیقات کے بارے میں ہماری خامہ فرسائی گویا جگہ مناسبتی کا اہتمام ہے۔ اہل جرح کی ناوک اندازیاں ہو گئی اور ہمارا دل و اغدار کہ زخم کھانا اور لذت اٹھانا ہی جس کا منتہائے مقصود ہے۔ کیوں نہ ہوں ہدف ناوک بیداد کہ ہم آپ اٹھا لاتے ہیں گرتیر خطا ہوتا ہے

حق تو یہ ہے کہ حضرت خواجہ کی تمام شعری و نثری تحریروں کا پوڑ ایک جگہ میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ بیان توحید باری تعالیٰ ہی ان کے کلام میں جاری و ساری ہے۔ اسی ایک گل خوش رنگ کا مضمون ہے جسے انہوں نے سو نہیں ہزار ڈھنگ سے باندھا ہے۔ ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

لیکن میں نے ذوق حضوری کی خاطر اس حکایت لذیذ کو ایک حد تک طول دے دیا ہے۔

حضرت خواجہ کے نگارشات کا جائزہ تنقید و تبصرہ کے عام اصولوں کے تحت لینے کی کوشش سوادب ہے۔ جہاں مصنف کا مقصد تحریر نہ ہو کہ فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے جہاں، انشا پر داندی کے چوہے

دکھائے جائیں، نازک خیالیوں اور رنگیں بیانیوں سے ذہنوں کو مخطوط و پراگمختہ کیا جائے۔ بلکہ اس کے برعکس جہاں تشرکے ساتھ شعر کو بھی قصداً ذریعہ ابلاغ ٹھہرایا جائے۔ اور جہاں تحریر ایک خاص اور واضح مقصد کی حامل ہو اور مقصد بھی خالص دینی و مذہبی ہو وہاں نظم و نثر کو جانچنے کے فنی اصول اور تنقیدی پیمانے کہاں ساتھ دے سکتے ہیں۔ جہاں صریح خامہ نوائے سروسش اور ندائے غیب کا درجہ رکھتی ہو وہاں تبصرہ و جرح کا کیا کام؟ جہاں ہر لفظ پر ایک بھرپور شخصیت کی جھلک آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہو وہاں حسن تحریر اور حسن بیان کی حیثیت تو ثانوی بھی نہیں رہ جاتی۔ وہاں تو نگاہیں اسی عکس روح پرور کے خدو خال متعین کرتی رہ جاتی ہیں اور نظارہ جمال کی فرصت بھی میسر نہیں آنے پاتی۔

نظارہ جمال کی فرصت کہاں ملی محفل کا اُن کی جاہ و چشم دیکھتے رہے

پس حضرت خواجہ کی نظم و نثر کا ذکر آپ کی حیاتِ بابرکات سے علیحدہ طور پر نہیں کیا جاسکتا کہ یہ کثرت اسی وحدت میں جلوہ فگن ہے (اور شاید یہی جدید تنقید کا بنیادی تقاضا بھی ہے) بہر حال کیسے کہا "کے بجائے کیا کہا" ہمارا اصل موضوع ہے۔

حضرت خواجہ کے حالات و سوانح پر مشتمل کوئی مکمل یا باقاعدہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری ہوگی بہت سی کتابوں میں آپ کا ذکر ملتا ہے لیکن ایک آدھ صفحہ یا زیادہ سے زیادہ ایک باب کی صورت میں مثلاً خواجگان نقشبندیہ کوئی تذکرہ ہے تو اس میں خواجہ کا ذکر جزواً آجانا ہے، اولیائے کرام پر کوئی تصنیف ہے تو وہاں آپ کا نام مل جائے گا۔ زیادہ تر آپ کا ذکر ان مقالوں، رسالوں یا کتابوں میں ہے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔ مرتب کلمات نے زید ابوالخیر کی سوانح باقی باللہ کا حوالہ دیا ہے لیکن لاہور کی کسی لائبریری میں کم سے کم وہ مجھے دستیاب نہ ہو سکی ممکن ہے اس میں سوانح نگاری کا حق ادا کر دیا گیا ہو لیکن اس میں سے جس قدر حوالے مرتب نے دیئے ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس قدر مواد تو شاید شیخ اکرام کی تصنیف "رو و کوثر" میں بھی موجود ہے حالانکہ وہاں بھی خواجہ کا ذکر صرف ایک باب میں ہی کیا گیا ہے۔ بہر حال دو ہفتے کے اندر اندر جس قدر معلومات حاصل ہو سکی ہیں انہی کی روشنی میں یہ مقدمہ ترتیب دیا گیا ہے اگرچہ میری جہالت و نادانی کی تاریکی میں یہ روشنی مدھم ضرور پڑ گئی ہوگی۔

نام و ولدیت | آپ کا اسم گرامی محمد الیاقی تھا۔ والد ماجد کا نام قاضی عبدالسلام سمرقندی بتایا

گیا ہے اور بعض جگہ قریشی کا لفظ بھی آخر میں لکھا ہوا ہے۔ اکثر وقت آہ و بکا میں گزرتا تھا جس سے خود ان کا صاحب حال ہونا بالکل عیاں ہے۔

یہ عنوان قائم کرتے ہوئے مجھے ندامت سی محسوس ہو رہی ہے۔ نہیں معلوم کہ کسی صاحب نسب کمال کا تذکرہ اس کے نسب و نسل کے بغیر نامکمل کیوں تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی عظمت و فضیلت، کسب کمال کی مرتبہ منت ہوتی ہے نہ کہ نسب کی؟ یہ عنوان مجبوراً اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ مرتب کلیات نے اس پر خاص طور پر بحث کی ہے اور لطف یہ ہے کہ آخر میں خود ہی جاتی کا یہ شعر بھی نقل کر دیا ہے۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جاتی

کہ دیں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

بہر حال ثابت یہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ خواجہ صاحب سید نہیں تھے بلکہ ترک تھے کیونکہ آپ کے والد قوم خلیج سے تھے جو ایک تحقیق کے مطابق ترک قوم کی ایک شاخ ہے اور دوسرے دعوے کی رو سے افغان قوم کی ایک شاخ ہے اور خلیجی اسی سے مشتق ہے۔ یوں لفظ خلیج خود ہی خلیجان میں بڑ گیا تو پھر ترک و افغان کا فیصلہ کیونکر کیا جائے؟ اس ضمن میں خواجہ کے وہ اشعار بطور سند پیش کئے گئے ہیں، جو آپ نے اپنے فرزند کی ولادت پر کہے ہیں۔

شکر ہندی و گل ترک زاد

گل شکرے بوالعجبے دست داد

شد شکر آلودہ ہندوستان

بلکہ ز کشمیر گل زعفران

در اصل یہ جو استعارہ و تشبیہ کی زبان میں باتیں ہو رہی ہیں، ولادت فرزند پر اظہار مسرت کے طور پر ہیں، ورنہ خواجہ کا مقصد اپنے حسب نسب کی نشاندہی کرنا نہیں ہے۔ کہ یوں تو پھر مادیت سے گزر کر حقیقت تک رسائی اور نفس سے خالی ہو کر حق میں زندہ و باقی رہنے کے تمام دعوے باطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ تو عجیب تضاد ہو گا کہ ایک طرف تو اس فرمان کو مشعل راہ بنانے کی تلقین کی جائے کہ تم میں وہی برگزیدہ ہے جس کے اعمال اچھے ہیں۔ اور دوسری طرف خلیجی و ترک زاد ہونے پر اظہار فخر کیا جائے، اگر کہیں ان کا سبب سادات ہونا ثابت ہوتا بھی ہے تو وہاں یہ بحث چھیڑ دی گئی ہے کہ سبب نعرہ میں نواسے کو کہتے ہیں پوتے کو نہیں کہتے۔ یہ نہ تصور کیا جائے کہ راقم کو خواجہ کے سید ہونے پر اصرار ہے بلکہ مقصود یہ جملانا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ بحث ہی سرے سے بیکار اور غیر مفید ہے اور خود ان صوفیاء کی تعلیمات کے منافی ہے

جن کی زندگیاں انہی بُتانِ رنگ و خون کو توڑنے میں صرف ہو گئیں۔

لقب باقی باللہ حضرت خواجہ کا لقب ہی کہنا چاہیے۔ اور یہ اس لئے ہوا کہ آپ کو اتباعِ کامل کی بدلت بجز حق سبحانہ تعالیٰ اور کوئی مطلب ہی نہ تھا پس باقی باللہ کہلائے۔ اس کے علاوہ آپ کو پیرنگ بھی کہا جاتا ہے معلوم نہیں کیوں ممکن ہے اس کی وجہ وہ عاجزی اور انکساری ہو جو آپ کی ذات میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

ولادت و وفات حضرت خواجہ کا سال ولادت ۹۷۱ھ مطابق ۱۵۶۳ء ہے۔ اور یہی سال ولادت آپ کے عظیم المرتبت مرید و خلیفہ امام ربانی حضرت احمد رضا ندوی مجددِ الفِ ثانی کا بھی ہے۔ اللہ اللہ کیا اتصالِ روحانی ہے۔ تیرے جلوں کو دیکھیں اور مرے دل کی طرف دیکھیں

کہاں ہیں اتصالِ موج و ساحل دیکھنے والے

سال وفات ۱۰۱۲ ہجری یعنی ۱۶۰۳ء ہے۔ گویا کل مدتِ حیات کم و بیش چالیس برس اور بس

ایک رہائی میں بڑے لطیف پیرائے میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔

صحرائیں زسیل حذر کن کہ آستیں ترمی کنم بہ گریہ و افشردہ می روم
آں گلبنم بہ باغ تو کز یک نسیم لطف نشگفتہ ام ہنوز کہ پژمردہ می روم

تعلیم و تربیت خواجہ کو ابتدا ہی سے حصولِ علم کا شوق بحد جنون تھا۔ چنانچہ حصولِ علم کی منزلیں بڑی تیزی سے طے کرنے لگے۔ لیکن ایک مجذوب نے ایک دن بڑے معنی خیز

انداز میں یہ کہہ کر کہہ در کثر و ہدایہ نتوان دید خدا را

آئینہ دل میں کہ کتابیہ یہ ازیں نیست

آپ کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ اب آئینہ دل کو دیکھنے کی دھن سوا ہو گئی، اور نجانے کہاں کہاں لئے پھرتی رہی، ایک بقرادی بھتی کہ چین نہ لینے دیتی تھی۔

بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں حالت اب اضطراب کی سی ہے

کتنے ہی بزرگوں کے آستانوں پہ حاضری دی۔ اور کتنی ہی بشادتوں سے سرفراز ہوئے۔ اور آئینہ

دل کو اتنی جلادی کہ حقیقت کا صحیح عکس اس میں نظر آنے لگا۔ خود لکھتے ہیں: ہر گاہ ملا مت می رسد در خود می نگریم و یک بد صفتے در خود می یابیم و ایں اشارت را موعظہ غیبی میدانیم۔ اللہ اللہ کیا مقام ہے اور کیا آگاہی! اسی خیال کو ظفر نے یوں شعر کا جامہ پہنا دیا ہے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و سہز
پڑی اپنی برائیوں پر جو لطف تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا
نزہت کے سلسلے میں متعدد بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ مکتوبات میں فرداُس کے نام گنوائے
ہیں لیکن اس ضمن میں ان کی یہ تحریر ملاحظہ ہو:

..... پیڑ سہ است، پیڑ خرقہ، پیڑ تعلیم، پیڑ صحبت.....
اگر کسی از پیڑ صحبت بہ راہ صحبت بکمال رسیدہ باشد اور بہ پیڑ تعلیم کہ تلقین ذکر
از دیگر و حاجت نبود، مثلاً شخصے کہ بمنزل رسید بعد ازاں اورا با سبب
خریدن حاجت نباشد؟

اسی لکھن میں سفر و سیاحت کے دوران کہا جاتا ہے کہ خواجہ بہا الدین نقشبند عالم از خود
رفتگی میں سامنے آئے اور خواجہ صاحب نے ان سے فیض روحانی حاصل کیا۔ یوں بظاہر اگرچہ تعلیم
ادھوری رہی لیکن یہ ادھوری ہے تو پھر پوری کسے کہتے ہیں!

مادر النہر کے صوفی درویش خواجہ اسکنکی نے عالم خواب میں کہا:

خلافت

”ہماری آنکھ تمھاری راہ پر لگی ہے۔“

اور اصفہان کے خلیفہ بنا کر آپ کو ہندوستان بھیجا۔ اسی خرقہ خلافت کو حاصل کرنے کے لیے
بعض مریدوں کی عمریں گزر جاتی ہیں اور ایک وہ ہوتے ہیں کہ خود پیرو مرشدان کا انتظار کیا کرتے
ہیں۔ بعینہ یہ صورت خود خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد کی پیری و مریدی اور عطا ئے خرقہ
خلافت کی تھی کہ خلافت عادت خواجہ نے حضرت مجدد کو اپنے ہاں قیام کی دعوت دی،
اور پھر اور بھی زیادہ خلافت مسمول استخارہ کیے بغیر ان کو مرید کیا۔ اور سلوک کی منزلیں دو اڑھائی
ماہ میں طے کرا دیں۔ اور اس کا اعتراف بکمال عقیدت حضرت مجدد نے خود بھی کیا ہے۔

دروہند

حضرت خواجہ کی چہل سالہ حیات بابرکت کا مہتمم بالشان واقعہ ان کا سرزمین ہند میں تشریف لانا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ انہیں یہاں خاص طور پر بھیجا گیا تھا۔ ہماری مراد اس بشارت و اشارت سے ہے جو حضرت خواجہ کو ہندوستان آنے کے سلسلہ میں ہوئی تھی۔ ہمارے جدید نقاد و محقق اپنی تحریروں کو زیادہ سے زیادہ سائنٹیفک بنانے کی دھن میں اس پہلو سے ذرا گریز کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ یوں تو ایمان بالغیب کی ساری سمارت ہی دھرم سے نیچے آ رہے گی۔ جب ہم ان دیکھے خدا، نادیدہ فرشتوں اور وحی والہام پر عقیدہ رکھتے ہیں تو کشف و کرامت اور اشارت و بشارت کے ذکر سے کیوں شرمائیں؟ حقیقی ناٹبان رسول سے دنیا کب خالی رہی ہے، مصلحین کے زندہ نمونے ہی تو سنت الہی کو ہمیشہ زندہ رکھتے ہیں۔ پس اس نظام ظاہری کے علاوہ کوئی تو نظام اور بھی ضرور ہے کہ انسانیت قعر مذلت میں گر کر پھر سے کھوٹے ہوئے راستوں کو پالیا کرتی ہے۔ اور سیاہ خانے پھر سے منور ہو جاتے ہیں۔ ثبوت و دلیل اور برہان و استدلال کے علاوہ ایک اور شے بھی ہے جسے وجدان کہتے ہیں اور یہی وہ طاقت ہے کہ عقل جس کے آگے پیڑاں دیتی ہے ہم اس موضوع پر خواجہ کی شاعری کے باب میں اظہار کریں گے تاہم یہاں خود خواجہ کی تحریروں میں سے دو ایک اقتباسات ایسے پیش کرتے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی زندگی میں بشارت و اشارت کو کتنا دخل تھا۔ شیخ تاج کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”دیگر سیدنجای کہ ادور ترقی دارد، چوں در خدمت شما است چہ حاجت کہ ایں جا بیاید۔ اگر از غیب اشارتے برسد و ناچار باید آمد آں چیزے در است

من کیم لیلی و لیلی کیست من“

ایک شخص کو تحریر فرماتے ہیں:

”پیش از بی سبک روز یک نوع اشارت شد بانکہ اسماں در توجہ بجانب شما نکینم و از ہمیں جا غائبانہ نیز بہت بر ترقی شما بر بندیم، بتوفیق اللہ تعالیٰ“

تفسیر خواجہ ہم کرد۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

— "اشارت خواجہ بزرگ برائیں است کہ شمار ادیس وقت تنہا گزاریں ہر
چند کہ ازیں جانیز غافل نیستیم، چہ توان کرد کہ ماراحت دوم شہا ساختہ اند۔"
ان مثالوں سے جہاں ہمارے نقطہ نظر کی وضاحت ہو جاتی ہے وہاں حضرت خواجہ کی (مقامات)
بلند پر فائز ہونے کے باوصف، مسکینی طبع کبھی روح پرور مگر وقت انگیر ہے سبحان اللہ کہ ہے
ہیں اس کی روحانی تربیت لیکن کہتے ہیں خود کو اس کا خادم — !

مزید وضاحت کے لیے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت کا ہر معاملے میں استخارہ کرنا تو ہر
تذکرہ و تاریخ کی رُوسے ثابت ہے۔ وہ بھی تو اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ پھر غایت انکساری کے
علاوہ ان کی ایک خاص بات "سراحوال" ہے یعنی چھپاتے تھے ان باتوں کو — آخر
کچھ تو تھا جسے چھپاتے تھے! اور راز کو راز رکھنے کے لیے مکشوفات کو ہمیشہ خواب سے تعبیر
کیا کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دین و ایمان کی بنیاد ہی معجزات و خوارق پر ہے بنا مگر
یہ مقصود ہے کہ یہ باتیں معدوم یا کالعدم نہیں ہیں — اگرچہ صرف انہی پر دار و مدار کرنا
بھی ضروری و مناسب نہیں لیکن یہ کہ ان کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا — ورنہ خود
خواجہ نے مولانا روم کا یہ شعر اس ضمن میں نقل کیا ہے —

موجب ایمان نباشد محبذات

بوسے جنسیت کند جذب صفات

بہر حال خواجہ کو حضرت اکنگنی نے خلافت کا خلعت خاص اسی لیے بخشا تھا کہ وہ ہندوستان جا
کر اصلاح حال پہ توجہ دیں۔ اور وہ خاص مشن حضرت احمد سرہندی کی تربیت کرنا تھا جن کے
فیض سے آگے چل کر کتنے فتنوں کا سد باب ہونا تھا۔ چنانچہ حضرت خواجہ وفات سے
چند سال قبل ہندوستان میں آئے، کچھ عرصہ کشمیر اور ایک سال کے قریب لاہور میں رہے
اور بالآخر دہلی پہنچ کر قلعہ فیروز شاہ میں تادم آخر مقیم ہوئے۔ اس قلعہ کی فیروز شہی کا اس سے بڑھ کر
کیا ثبوت ہوگا کہ یہی وہ مرکز تجلیات تھا جو حضرت امام ربانی کے لیے تجلی گاہ ایمان و ہدایت بنا

مکمل مفصل سوانح کی کمیابی | حضرت خواجہ کے مکمل سوانح حیات اور مفصل

حالات زندگی اس لیے میسر نہیں کہ ہندوستان میں ان کی آمد زندگی کے آخری حصے میں ہو۔ اور وہ بھی اس وقت جب عہد اکبری کے مشہور مؤرخ وفات پا چکے تھے۔ خود انھوں نے اپنے حالات تحریر کرنے کے بجائے تبلیغ و اشاعت دین پر زیادہ زور دیا ہے۔ پھر یہ کہ ان کی مدت حیات بھی بہت مختصر رہی ورنہ شاید یہ پہلو اس قدر شہ نہ رہتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے مرید و خلیفہ کی شہرت اس درجہ ہوئی کہ لکھنے والوں کی زیادہ توجہ ادھر ہی رہی اور خواجہ کا ذکر ان کے ساتھ ہی محض جُزواً یا ضمناً کیا جانے لگا۔ اور پھر ایک ایسے صوفی باعمل کے حالات زندگی کا سراغ لگانا آسان بھی تو نہیں کہ جس نے ظاہری سے زیادہ باطنی منزل میں طے کی ہوں جن کا علم سوائے اس کی ذات کے کسی کو مشکل ہی سے ہو سکتا ہے۔ درویشانہ زندگی بھٹی — دربار سے منسلک ہونا درکنار اس سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور شان استغنا کا یہ عالم کہ خان خاناں نے ایک لاکھ کی رقم حج کے لیے بھیجی تو خفا ہوئے اور فرمایا کہ یہ فقیر کی شان کے خلاف ہے۔ نواب مرتضیٰ خاں جو عموماً شیخ فرید کے نام سے مشہور ہیں اُمراء وقت میں خاص درجہ کے مالک تھے لیکن خواجہ کے غلام بے دام تھے اور تحفظ دین کے لیے جو کچھ انھوں نے کیا خواجہ ہی کے فیض و برکت کے طفیل تھا۔ جس طرح ان اُمراء سے بے نیاز تھے ویسے ہی بادشاہ کی انجس کوئی پروا نہ تھی۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”ابن جماعت کہ صاحبِ مائت ایشاں را نیز در صحبت دیگران فرستیم و خود

مجرد باشیم، مرضی بہست یا نہ اندیشہ بادشاہ را در حق طربا نہ آید۔“

یہ الفاظ و حقیقت بڑے معنی خیز ہیں اور ممکن ہے ایک تازہ ترین بحث کے سلسلے میں کچھ کام آسکیں۔ ہم اس کا مختصراً ذکر یہاں کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

اکبری فرستہ کفر و الحاد | حضرت خواجہ جب دہلی پہنچے تو اکبری کفر و الحاد کا فتنہ زوروں پر تھا اور دین الہی کا دہار اکبری میں طوطی بول رہا

۱۔ رد و کوثر ۲۔ تذکرہ اولیائے نقشبندیہ ۳۔ توہمیر مجددالت ثانی کی گردن

جہانگیر کے سامنے کیونکر جھک سکتی تھی؟ ۴۔ حیات مجدد

تھا۔ یہاں ذہن میں یہ سوال ابھر آتا ہے کہ حضرت خواجہ نے اس فتنہ کے قلع قمع کے لیے کیا کیا؟
مجدد الف ثانی نے جو کچھ کیا تاریخی طور پر اس کا تعلق عہدِ جہانگیری سے ہے۔ تو کیا خود اکبر کے عہد میں
یہ بزرگ خاموش تماشائی ہی تھے۔۔۔۔۔ اس سلسلے میں ابوالکلام آزاد نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے
کہ اکبری کفر والحاد کا قلع قمع انہی بزرگوں نے کیا۔ لیکن شیخ اکرام نے رود کوثر میں اس نظریہ کی
صحت سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ اکبری فتنہ کا خاتمہ خود اکبری عہد کے امرا ہی نے کر دیا تھا۔
کیونکہ عوام میں یہ دین مقبول تھا ہی نہیں، صرف خواص تک محدود تھا اور ان سے حضرت خواجہ کے
اور ان کے بعد حضرت مجدد کے خاصے تعلقات تھے اور وہ لوگ ان کی تعلیم و ہدایت سے
بہت متاثر تھے اور جو کچھ کیا انہی کی ہدایت پر کیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اکبر کے مرنے کے ساتھ
ہی دین الہی کی بھی موت واقع ہو گئی، حال ہی میں پروفیسر فرمان صاحب نے حیاتِ مجدد میں
اکرام صاحب کے بیان کی پُر زور تردید کی ہے اور ایک طویل بحث اس سلسلے میں کی ہے جس میں
تفنی و برہمی استدلال سے کچھ زیادہ ہی ہے خصوصاً جہانگیر کا ذکر بہت جذباتی انداز میں کیا گیا
ہے۔ بہر حال فرمان صاحب کا یہ کہنا بجا ہے کہ :

”اکبر کے مرنے کے ساتھ دین الہی کا خاتمہ ہو گیا تھا لیکن اکبر کی حکمت عملی سے
ملک کے اندر جو بے دینی اور بدعت کی ہوا چلی تھی وہ آندھی سے طوفان اور
طوفان سے سیل بے ہنگام بن چکی تھی اور اکبر کے مرتے ہی اس نے اپنی تندی کو
ترک کر کے سکون نہیں اختیار کر دیا تھا۔“

یہ بیان جہاں بالکل درست ہے وہاں غیر شعوری طور پر مصنف رود کوثر کے خیال کی تائید
تفسیق بھی کرتا نظر آ رہا ہے۔ کہ یہی بات تو دہاں کہی گئی ہے کہ حضرت مجددؒ نے ”آگے چل کر“
اکبر کی پھیلائی ہوئی بدعتوں کا قلع قمع کیا اور عہدِ جہانگیری کے رافضی رجحانات کا سد باب کیا۔
اکبر کی زندگی میں اگر کوئی بات ہوئی ہوتی تو تاریخی بالکل خاموش نہ رہتیں، شیخ عبدالحق محدث
اور شاہ ولی اللہ جیسے عظیم بزرگ سکوت اختیار نہ کرتے، اور خود جہانگیر حضرت کی ذات سے
یوں بے خبر نہ ہوتا جیسا کہ توڑک کے اندراجات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں کچھ عقیدت مند

نے یہ واقعہ ضرور بیان کیا ہے کہ اکبر نے دربار سجایا، اس میں دین الہی کی بڑی ظاہر کرنے کے لیے مقابل میں دربار محمدی بنایا، جو بالکل دیران سادہ دکھایا گیا تھا لیکن حضرت مجدد وہاں گئے اور پھر ایسی آندھی چلی کہ دین الہی والا دربار تہ وبالا ہو گیا اور ہر چیز جڑ سے اکھڑ گئی، خود اکبر زخمی ہوا اور انہی زخموں سے اس کی موت واقع ہوئی۔ اور دربار محمدی بالکل صحیح سلامت رہا۔ اگر یوں ہوا ہوتا تو جہانگیر حضرت مجدد کی شان میں یوں گستاخی کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ اکبر جیسے طاقتور مطلق العنان بادشاہ سے بڑے دشمن شیعہ بیٹا بہر حال صوفیائے کرام کا کام نہ تھا جس کا اظہار بلا تکلف حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں کیا ہے۔ لیکن جو لوگ اس کے اہل ہو سکتے تھے وہ امرائے دربار ہی تو تھے اور ان لوگوں پر یقیناً حضرت مجدد کا ہی نہیں بلکہ خواجہ کا بھی اثر تھا۔ اور آپ ہی بزرگوں کی صحبت کا فیض تھا کہ وہ لوگ کفر والحاد کے سیل بے پناہ کو روکنے میں کامیاب رہے۔ اور پھر خواص و امراء کے علاوہ حضرت مجدد نے عوام سے رابطہ قائم کر کے وسیع پیمانے پر رد بدعت کا اہتمام کیا اور اسی تجدید و احیاء کے باعث وہ مجدد الف ثانی کے جلیل القدر مرتبہ پر فائز ہیں۔

ہم اصل موضوع سے مکتوب اس دور ہو چکے ہیں۔ (اس موضوع پر ہم کسی علیحدہ مستقل تفسیر میں بحث کریں گے) ہم یہ بتا رہے تھے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کا ورود ہند ہی ان کی جیسا مقدس کاہنتم بالشان واقع ہے۔ اس کے تین پہلو ہیں۔ سب سے پہلا تو یہی جس پر ہم مختصراً تحریر کر چکے ہیں کہ قضا و قدر نے انھیں جس کام پر مامور کیا تھا وہ تھا حضرت احمد سرہندی کی تربیت کرنا۔ دوسرا یہ کہ حضرت سرہندی کے مشن کی بنیادی خشت خود رکھنا یعنی امراء و خواص سے تعلقات قائم کر کے اکبری الحاد و کفر کی بیخ کنی کرنا اور تیسرا یہ کہ سلسلہ نقشبندیہ کا سر زمین ہند میں رائج کرنا کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل یہاں صرف اس کا نام ہی سنا جاتا تھا۔ باقاعدہ اس کی ترویج و ترقی حضرت ہی کا کارنامہ ہے۔

مندرجہ بالا تینوں کارناموں میں سے عظیم ترین کارنامہ حضرت مجدد الف
کارنامہ عظیم ثانی کی تربیت ہی ہے۔ حضرت خواجہ کو اس کا اخیر کی انجام دہی سے

۱۔ تذکرہ اولیائے کرام

قبل ہی معلوم تھا کہ احمد سرہندی آگے چل کر کیا ہونے والے ہیں ایک مکتوب کے وہ مشہور الفاظ جو مجدد سے متعلق ہر مقالہ و تصنیف میں درج ہیں ملاحظہ ہوں :

..... "بہ آں می ماند کہ چراغے شود کہ عالم با از روشن گردند" —

اور یہ پیش گوئی کہ اب اسے پیشین گوئی کہنا چاہیے عرفاً و عرفاً درست ثابت ہوئی کہ اس دور الحاد و ضلالت میں حضرت مجدد اور ان کے خلفاء و رفقاء ہی کے باعث شمع ایمان و ہدایت پھر سے روشن ہوئی۔ اور پھر اس ایک شمع سے کتنی ہی شمعیں روشن ہوتی چلی گئیں۔

ایک چراغ است دریں خانہ کہ از پر تو آں

ہر کج می نگری انجمنے ساختہ اند

اور خود اس شمع نے کسب نور خود حضرت خواجہ ہی سے کیا۔ رسمی طریقہ سے یعنی محض کتابی و درسی سلسلہ تعلیم و تعلم کی صورت میں تو برسوں کی مدت درکار ہوتی ہے لیکن یہاں کل مدت دو ڈھائی ماہ سے زیادہ نہیں تھی کہ تمام منزلیں مرشد کامل نے طے کرادیں۔

یہ فیضانِ لطف نہ تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزند می

کیا کیا روز تھے جو اشاروں اور کتابوں ہی میں سمجھا دیے کہ راہ سلوک و معرفت کا کوئی گوشہ مرید باصفا کی نظروں سے نہاں نہ رہا۔ اور رشتہ کی استواری کا کیا کنا کہ خواجہ نے خود اپنے فرزند ان ارجمند کی تربیت کا کام حضرت مجدد کے سپرد کیا اور حضرت خواجہ نے مرشد کی طرح اس حقیقت کے اعتراف سے کبھی گریز نہ فرمایا کہ انھوں نے جو کچھ حاصل کیا مرشد زادوں کے والد بزرگوار سے ہی کیا۔ ایک مکتوب میں کہ دونوں شاگردوں کے نام ہے تحریر فرماتے ہیں : (ترجمہ)

"یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں میں غرق ہے فقیر نے

اس طریقے میں ولف بے کاستی انہی سے لیا ہے..... اور ان کی توجہ

شریف نے اس ناقابلِ کور و اڑحائی ماہ میں نسبتِ نقشبندیہ تک پہنچایا ہے۔"

فروتنی اور انکساری کا یہ وہی انداز ہے جو اس سلسلہ طریقت کا طرہ امتیاز ہے، حضرت خواجہ کے

۱۔ حیات مجدد۔ پروفیسر فرمانی۔

انکسار کی چند مثالیں ہم اُدپرے چکے ہیں اسی طرح سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت خواجہ علیہ السلام
احرار بھی مولانا جامی کا اتنا احترام کرتے تھے کہ ان کے نام اپنے خطوط کو "عرضداشت" سے موسوم
کرتے تھے بلکہ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ "خراسان میں تو آفتاب موجود ہے (یعنی جامی) لوگ اسے
چھوڑ کر ماوراالنہر کے چراغ کے (یعنی میرے) پاس کیوں آتے ہیں؟"

لیکن سچے مرشد و رہبر کی طرح جہاں ضرورت ہوتی وہاں مرید کو سختی سے بھی منع فرمانے
کی مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدد نے جب منزلِ راہِ سلوک میں ایک مرتبہ ایک رباعی
حضرت خواجہ کو لکھ کر بھیجی تو خواجہ نے ان الفاظ میں اظہارِ ناخوشی کیا:

..... دیگر آں رباعی ملحدانہ کہ نوشتہ بود در غایت سفاہت است۔

حاشا کہ قائل آں مقبولے باشد ز منہارِ ادب نگہدارید کہ کارخانہ الہی محل ہفتنہ

و غیرت است۔

وہ رباعی یہ تھی۔

اے دروغا کہیں شریعت ملتِ اُغماں است

کفر و ایما ہر روز لٹ روئے آں بیانی است

ظاہر ہے کہ اس میں وحدت الوجود کا رنگ بے راہروی کی حد تک غالب ہے اور یہ خواجہ کے
خلافِ مسلک تھا۔ (جس پر ہم ابھی بحث کریں گے)

یہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آگے چل کر مجدد نے

وحدت الوجود کی بجائے وحدت الشہود کا جو نظریہ پیش

نظریہ وحدت الشہود

رایج کیا وہ دراصل خواجہ ہی کی رہنمائی و تعلیم کا نتیجہ تھا۔ تصوف کی تاریخ یہ بحث ہمارے موضوع سے
خارج ہے لیکن موضوع چونکہ بہر حال متعلق اسی بیان سے ہے لہذا یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ لفظ صوفی
بعض کے نزدیک "صفا" سے مشتق ہے کہ درآں صورت اس کے معنی صفائیِ قلب کے ہیں، بعض
کہتے ہیں کہ لفظ صوفی ہی کثرتِ استعمال سے صوفی بن گیا، کوئی کہتا ہے کہ اصحابِ صفا سے محبت
کرنے والے یا صفا اقل میں رہنے والے صوفی کہلائے، کسی کا خیال ہے کہ صرف (پسمند)
پہننے والے صوفی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ وجہ تسمیہ کچھ ہی ہوا کرے یہ بہر حال مسلم ہے کہ تصوف

اسلامی کا وجود ابتدائے اسلام ہی سے تھا۔ اور اس پر عربی میں قدیم ترین کتاب التلخیص ہے جو ابوالنصر سراج کی تصنیف ہے، فارسی میں دستیاب ہونے والی سب سے پرانی کتاب حضرت علی ہجویری کی کشف المحجوب ہے۔ مولانا عبدالماجد دہلوی نے ایک باقاعدہ تصنیف کی صورت میں مختلف کتب تصوف کا حال قلمبند کیا ہے۔ اور جامی کی مشہور تصنیف لوائح کا ذکر اسی سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر کیا ہے۔

پس تصوف کا وجود تو شروع سے ہے لیکن ہوا یہ کہ آہستہ آہستہ اس پر عجیب خیالات ویدیات تصورات اور یونانی افکار یوں اثر انداز ہوتے گئے کہ بات کہیں سے کہیں جا پہنچی اور وحدت الوجود کی وہ تفسیریں اور تاویلیں کی گئیں کہ "شرعیات" کی پابندی غیر ضروری قرار دی جانے لگی اور جب یہ چیز شاعروں کے ہتھ پڑھی تو شرعیات کا مذاق اڑایا جانے لگا، حالانکہ :

"قدما صوفیہ طریقت اللہ شرعیات کو الگ الگ خیال نہ کرتے تھے بلکہ شرعیات کی تکمیل ہی کا دوسرا نام طریقت تھا۔"

حضرت جنید بغدادی کا قول ہے کہ "ہمارا یہ علم (یعنی تصوف) احادیث نبوی کا پھوٹ ہے" لیکن مدعیان وحدت الوجود نے معاملہ کچھ کا کچھ کر دیا۔ شرعیات سے بے نیازی یہاں تک بڑھی کہ کلمہ طیبہ بھی پورا پڑھنے کی توفیق یا ضرورت نہ رہی۔ کوئی جزو اقل یہ اکتفا کر رہا ہے تو کوئی جزو اقل کے بھی نصف اقل یعنی کالہ ہی کو کافی سمجھا رہا ہے، اور کوئی کالہ ہی کہنے پر ہر ہے۔ اور دلیل ہر صورت میں یہی کہ وجود واحد ہے لہذا باقی سب کچھ ڈھونگ ہے۔ لیکن یہ بات یکسر پس پشت ڈال دی گئی کہ آخر وجود واحد نے یہ کائنات جو تخلیق کی تو اس کا بھی تو کوئی سبب ہوگا۔ کوئی مقصد ہوگا، اگر کچھ بھی نہیں تو پھر جزا و سزا، جنت و دوزخ، نیکی و بدی، فرق جن و انس و ملک، اور خود صوفیہ کے مراتب قطب ابدال و ولی سب باطل ہو کر رہ جاتے ہیں یہ تو خالق حقیقی (وجود واحد) کی ضاعتی و تخلیق یہ چوٹ ہوئی نہ کہ یقین و ایمان! دراصل راہ سلوک و طلب میں ایک مقام ایسا آتا ہے کہ اسے مقام حیرت سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس میں سالک پر کچھ ایسی بے خودی و حیرانی طاری ہو جاتی ہے کہ دامن صبر و ضبط ہاتھ سے چھوٹ

لے عبدالماجد دہلوی

چھوٹ جاتا ہے لیکن یہی وہ بھٹی ہے کہ اس میں خاشاکِ غیرِ اللہ کو مچھونک کر خود آگاہی کا کندن تیار ہوا کرتا ہے۔

لیکن اگر حیرت و تعجبِ دستورِ غالب ہے تو مجذوبیت ہی حدِ فاصل بن جاتی ہے۔ تاہم یہاں بھی وہ لوگ صاحبِ مقام ہوتے ہیں جنہوں نے اس کے لیے کم سے کم ریاضت تو کی اگرچہ منزل پر نہ پہنچ سکے۔ مگر اصل بد نصیبی وہ ہے کہ جب یہ چیز تجربہ کی بجائے فلسفہ بن کر جاہل و بے عمل صوفیوں تک پہنچی تو انہوں نے دینِ برحق کو بالکل مضحکہ خیز بنا دیا اور نتیجہ سوائے گمراہی و ضلالت کے کیا ہو سکتا تھا؟ اور یہ بات بھی ابتدا ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ابوالنصر سراج نے صوفیوں کی مختلف اقسام شمار کرائی ہیں:

۱۔ صوفی : جو مادیت سے گزر کر حقیقت تک رسائی حاصل کر چکا ہو اور اپنے نفس سے خالی ہو کر حق میں زندہ و باقی ہو۔

۲۔ منتصف : جو مجاہدہ کر کے یہ منزلیں طے کر رہا ہو اور کوشش کر رہا ہو۔

۳۔ مستصف : جو محض جاہ و جلال اور مال و دولت حاصل کرنے کے لیے یہ ڈھونگ رچائے ہوئے ہو۔

اور پھر کہتے ہیں (ترجمہ) "صوفی صاحبِ وصول بود و منتصف صاحبِ اصول و مستصف صاحبِ فضل۔"

اور پھر کیا خوب فرمایا کہ:

"صوفی وہ ہے جو نہ خود کسی چیز کا مالک ہو اور نہ کوئی اس کا مالک ہو۔"

یہ وہی مضمون ہے جسے اقبال نے یوں بیان کیا ہے: "غلام اور انہ اوکس را غلام"۔
 بات پھر کچھ دوڑ نکلی گئی۔ مقصود بیان یہ ہے کہ بنیادی طور پر ہر چند کہ دونوں نظریات اثباتِ توحید سے متعلق ہیں لیکن خالق و مخلوق خصوصاً اللہ اور بندے کے رشتہ و تعلق کے بارے میں دونوں میں بعدِ المشرقین ہے۔ پہلی صمدت (وحدت الوجود) میں عر عشرتِ قطرہ ہے دریا میں قتلہ و جانا یا بہت ترقی کی نو قطرہ "انا البحر" پکارنے لگتا ہے اور خالق و مخلوق کا امتیاز ہی سرے سے مٹ
 ۱۔ تصوف عبدالمجید و ریاضیادی۔

جانتا ہے اور عملی نتیجہ رہبانیت یا فرار کے سوا کچھ برآمد نہیں ہوتا۔ اور تخلیق کائنات کا نہ کوئی مقصد باقی رہ جاتا ہے نہ معانی! بس یہی کہ "رام تیری سیلا ہے"۔ لیکن بصورتِ دیگر (وحدت الشہود میں) اللہ اور بندے کا خاص رشتہ ہے اور پابندیِ شریعت اس رشتہ کی استواری کا ذریعہ ہے۔ یہاں "ہمہ دوست" کہہ کر سکون بے عملی اور کسے راہ کسے کار سے نباشد کی فضا پیدا کرنے کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ "ہمہ از دوست" کا لغو لگا کر جوشِ حرکت و عمل اور "رونی" ہنگامہ آفران بننے کی دعوت دی جاتی ہے۔ یہاں توکل سے مراد سعی و کوشش سے گریز نہیں بلکہ عرکشت کن پس تکیہ بر جبار کن کی تلقین کا نام ہے۔ یہاں "عالم حلقہ و ام خیال" نہیں ہے بلکہ سعی پیہم کے ذریعے حیاتِ جاوداں کی تلاش کا نام ہے۔ یہ ہمہ گیری مسلکِ نقشبندیہ ہی میں دکھائی دیتی ہے اور ہندوستان میں اس کی وسیع پیمانے پر ترویج اگرچہ حضرت مجددِ عالم ثانی کا کارنامہ ہے لیکن اس کی تخم ریزی کا فرض خواجہ باقی باللہ ہی نے انجام دیا۔ اور اگرچہ آپ خود تادیر "وحدت الوجود" کے حیرت خزانے میں بھی رہے لیکن اس وقت بھی آپ "وحدت الشہود" کی طرف مائل ضرور تھے۔ اور "انا الحق" کا لغو آپ کے نزدیک تب بھی "نابینائی" کی دلیل تھا۔ چنانچہ شیخ تاج کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اما از اختلاط بصوفیان جاہل اختر از نمائی ہر گاہ کلمہ لا الہ الا اللہ را بگوئی در دل بنیدیشی کہ نیست معبود غیر او، بدانکہ ہرچہ محبوب و مقصود تست ہماں معبود تست و ہرچہ ہوائے تست خدائے تست پس بہ تو باد کہ سعی کنی کہ اولاً حضرت خود را در توبے تو ظاہر سازد تا چوں راں مقام استقامت بیابی، ہم تفصیل او در ہم بے ہمہ اورا بانی و حق را از باطل امتیاز دہی نہ آنکہ چوں نابینا ہاں ہمہ را خدا دانی و خدا گوئی۔"

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

"وصیت دیگر آنکہ باہر کہ در باطن او طلب معرفت الہی نیست صحبت نداری و از علما دنیا کہ علم را وسیلہ جاہ و نفعت خرو ز بان آوری ساختہ اند چنان اجتناب نمائی کہ آدمی از شبیر۔"

طریقہ نقشبندیہ | نقش بندی سلسلے کی تاریخ مرتب کرنا ہمارا موضوع نہیں۔ یہاں صرف اشارہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ صوفیائے اس سلسلے اور

دوسرے سلسلوں میں فرق کیسا ہے؟ چنانچہ اس کا انتہائی مختصر ذکر ہم یوں کریں گے:

۱۔ سلسلہ نقشبندیہ میں کون سی باتیں نہیں ہیں؟

ب۔ کون سی باتیں اس میں ہیں؟

ج۔ جو باتیں ہیں انہیں خواجہ باقی باللہ نے کس طرح بیان کیا ہے؟

(۱) - چلہ کشی نہیں (۲) سماع نہیں (۳) قبور پر روشنی، خلاف باچا دراندازی کا سلسلہ

نہیں (۴) سجدہ تعلیمی جس میں قدم جوسی وغیرہ شامل ہے، یہاں ممنوع ہے (۵) مرید

خواتین کو بے پردگی کی اجازت نہیں (۶) "انما الحق" کی گنجائش نہیں (۷) رہبانیت

اور جوگ یا سنیاس کی حاجت نہیں (۸) نمود و نمائش کی ضرورت نہیں۔

(ب) (۱) پابندی شریعت کو اولین درجہ حاصل ہے (۲) "انما عبودہ" کے مقام تک پہنچنے کی

تلقین ہے (۳) آداب زیادہ اور ریاضت کم ہے (۴) کمالات نبوت کو مشعل راہ

بنا کر زندگی گزارنے کی تعلیم ہے (۵) وحدت الشہود کے مقام تک براہ شریعت

پہنچنے کی تلقین ہے (۶) جذب و مستی کی بجائے حرکت و عمل پہ زور دیا گیا ہے۔

(ج) خواجہ باقی باللہ نے مندرجہ بالا تعلیمات پہ عمل پیرا ہونے کی کس طرح تلقین کی ہے۔

یہی ہمارا اہل موضوع ہے۔ اس ضمن میں کچھ عبارتیں آپ کے مکتوبات سے اقتباسات

کی صورت میں اوپر دی جا چکی ہیں۔ یہاں کچھ اور اقتباسات مختصر عنوانات کے تحت

درج کیے جاتے ہیں جن سے خواجہ صاحب کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ان کے

انداز نگارش کا بھی اندازہ ہوتا جائے گا (اگرچہ اسے انشا پر دازی یا نثر نگاری کے

نام نہاد اصولوں کے تحت جانچنا سودا دہ اور صریح گستاخی ہے ہمارا اشارہ صرف

ان کے لب و لہجہ کی گھلاوٹ و شیرینی گفتار کی طرف ہے)۔

اس ضمن میں مختصراً اوپر عرض کیا جا چکا ہے اور خود خواجہ کی تحریروں سے

کچھ عبارتیں مثال میں نقل بھی کی جا چکی ہیں۔ ہر حال مزید وضاحت کے

تصوف

یہ حضرت خواجہؒ کے کچھ اور ارشادات درج ذیل ہیں:

اخفائے حال

راہ سلوک میں "سنن احوال" یا "اخفائے راز" ایک ضروری شرط ہے لیکن خواجہ صاحب اس کے قائل ہونے کے باوجود یہ چاہتے ہیں جس قدر حالات دوسروں تک بغیر خطرہ پہنچائے جاسکیں ان سے گریز نہ کرنا چاہیے کہ اصل مقصد تو زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مستفید کرنا ہے۔ شیخ تاج کو لکھتے ہیں:

"خبر بسیار است که نوشتن آن حال از خلایع نیست انما آن است که به هر تقدیر بقدری که توان نوشت بنویسند۔"

لا الہ الا اللہ

اس سلسلے میں تین مختلف تفسیرات و توضیحات کا پنچوڑیوں پیش کرتے ہیں:

۱۔ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ

۲۔ لا معبود الا اللہ

۳۔ لا موجود الا اللہ

"اما مذہب اصح ہمانست کہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ"

آگے چل کر ذرا تے ہیں:

"معدنت را اقسام و مراتب بسیار است اصل کار بثمر لعلیت بود ان است"

مخلیّت وجود

جب آپؐ کو چھا گیا کہ کائنات کو عکس صفات قرار دیا گیا ہے تو پھر عکس تو وجود ہی کا ہوتا ہے لہذا حق تعالیٰ کی ذات کا بھی گویا مخلیّت وجود لازمی ہوا۔ آپؐ کے جواب دیا:

"عمل آنصور ذات نیست کہ مخلیّت لازم آمد بلکه محل آن وہم است چنانچہ صورت منقش در آئینہ نہ درون او نہ برون اوست اما وہم حکم می کند

۱۔ بقول مولانا کے روم ۔

سیر نہیں سال است اندر زیر و بم فاش اگر گوئم جہاں برہم ز نم

کہ پروردگار آئینہ است۔

محبت ذات

”محبت ذات از اہل شہود کسی راست کہ غرض خودش در میان نباشد چنانچہ بعضی ازین بہت دوست دارند کہ از مشاہدہ اولذاتی و سرری ریشیاں پیدا نشود۔“

روزہ

”روزہ دشتن در صفت حق سبحانہ آمدن است چوں و تعالیٰ و تقدس از اکل و شرب منزه است۔“

قیام لیل

”قیام لیل نیز در صفت حق سبحانہ در آمدن است چوں و تعالیٰ و تقدس منزه از نوم است۔“

مقام فنا

ایک جگہ ”فنا“ کے معنی نہایت عمدگی و وضاحت سے بیان فرمائے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ اپنے جسم کو مٹا دیا جائے یا آزار پسندی و اذیت طلبی کو شعار بنا لیا جائے اور اپنے آپ کو دونوں جہان سے فارغ تصور کر لیا جائے وغیرہ — بلکہ یہ کہ :

”..... از فنا فنائے صفات بشریت می خواہند از ایشان نہ نام ماند نہ نشان“ ہرچہ بہ ایشان منسوب بود تمام بہ اصل خود رسیدہ این مقام مقام باشد است۔ گویا اصل مقام ”فنا فی اللہ“ نہیں بلکہ ”بقا باللہ“ ہے۔

حاصل سلوک

فرماتے ہیں : ”حاصل سلوک تفصیل آنست کہ تہذیب اخلاق حاصل

شود چوں این معنی حاصل شد سلوک تفصیل کردن تحصیل حاصل است۔“

گویا اگرچہ راہرو راہ محبت کا حشد حافظ ہے

اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

۱۔ خواجہ میر درد سے مٹ جائیں ایک آن میں کثرت نمایاں ، ہم آئینے کے سامنے جبکہ کے ٹھوکر ہیں

۲۔ یہی وہ تعلیم و فلسفہ ہے جسے اقبال نے تفصیل کے ساتھ اپنے کلام میں پیش کیا ہے۔

تاہم راہ سلوک سے مراد اسے طے کرنا ہے نہ کہ اس میں "کھوجانا" وہاں سے کچھ حاصل کرنا ہے نہ کہ ہر چیز کی نفی کر دینا۔ اور نفی کا تصور ہے بھی تو کچھ اس طرح ہے :

نفی

"سخن خواجہ احرار است کہ ہر چہ دیدہ شد و دانستہ شد ہمہ غیر است بکلمہ لا
آز نفی می باید کرد۔ بدانکہ باین منزہ و تقدس ہر کجا موجود است۔"

وحدت شہودی

چنانچہ آگے چل کر حضرت مجدد الف ثانی نے جو "وحدت الشہود" کا باقاعدہ نظریہ پیش کیا ہے اس کی تعلیم بھی درحقیقت مرشد ہی نے دی تھی کیونکہ خود ان کے ہاں یہ بحث کسی جگہ نظر آتی ہے خصوصاً آپ کے مکتوب ۶۱ میں کافی وضاحت سے اس پر اظہار خیال فرمایا ہے :

"مشرّب شیخ علا الدولہ سمنانی وحدت وجود نیست آری شہود ایشان شہود اکمل است فرق آنست کہ جماعتی از علما اشیا را معدوم خالی می دانند و ظہور ایشان را در خارج چوں ظہور صور در مرآت می گویند و موجود جزئی کے را نمی دانند و حضرت شیخ باوجود قوت شہود و ارتفاع آل اشیا را موجود خارجی می گویند... اور آگے چل کر مکتوب ۶۲ میں کہ ۶۱ سے بھی طویل تر ہے پوری طرح کھول کر مسئلے کو بیان کیا ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ وہ جو منازل سلوک میں سالک کے مُنہ سے "وحدت الوجود" وغیرہ کے الفاظ نکل جاتے ہیں وہ دراصل عالم حیرت میں ایسا ہوتا ہے جو مختلف منازل میں سے صرف ایک درمیانی منزل ہے آخری منزل نہیں ہے۔ اس کی توجیہ یوں فرماتے ہیں :

"غالب بریں سالک حیرت است نہ آنکہ صور عالم را وہم و خیال گوید۔"

انہی الفاظ کو آگے چل کر مجددؒ نے یوں بیان کیا ہے کہ :

"مقام وحدت الوجود سالک کو ابتدائے سلوک میں پیش آتا ہے..... اس کے

بعد مقام وحدت الشہود منکشف ہوتا ہے جو شرع کے عین مطابق ہے۔"

پابندی شریعت

تو گویا اہل چیز پابندی شریعت سے جس کا مطلب سیدھے
سافے الفاظ میں یہ ہے کہ احکام باری تعالیٰ کی تعمیل و

پیروی کو مقصدِ نسبت قرار دیا جائے کہ یہی راہِ راست راہِ نجات اور صراطِ مستقیم ہے۔ اور
سلسلہ نقشبندیہ کا یہی کارنامہ ہے کہ اسی ضابطہ حیات پر کاربند رہنے کی تعلیم مسلمانوں کو دی
— بلکہ یہ کہ اس کی یاد دہانی کرائی کیونکہ بات نئی نہ تھی۔ صرف یہ کہ عام لوگوں کو بھول گئی تھی وہ
کسی اور راستے پر جانکلے تھے انھیں اس راستے پر لانا مقصود تھا جو درحقیقت پیغمبر پاک صلی اللہ
علیہ وسلم نے دکھایا اور بتایا تھا۔ اسی تجدیدِ ایمان و فلاح کے باعث حضرت احمد سرہندی کو
مجدد کہا گیا اور خود مجدد کو نورِ حقیقت حضرت خواجہ باقی باللہ کی معرفت حاصل ہوا۔ چنانچہ
ملاحظہ ہو ایک مکتوب میں خواجہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”ایں طبقہ در غایت غیرت و نازک اند۔ شما کتب محققین مطالعہ کردہ اید طریقہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بایچ تفاوتے طریقہ ایشان است اخفا و عدم
ابتیاز از خاق، شکستگی و متواضع بودن و خود را در دائرہ عوام انداختن، اکتفا
بستن معادہ نمودن و با سبب ظاہر توکل نمودن طریقہ بمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم است
پس حضرت خواجہ کے نزدیک اصلِ تصوف و سلوک یہی ہے کہ اپنے ہر فعل کو اسی سانچے میں ڈھالا
جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے۔ اس تمام پر پہنچ کر ہی مومن کا یا محمد
اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے۔ اور پھر دنیا کی کوئی مصیبت مصیبت نہیں رہتی اور کوئی فتنہ خوفِ خطر
کا موجب نہیں رہتا۔ فرماتے ہیں:

اربابِ رضا

”اربابِ رضا بلائیت و بلائیں ماند و کراہت در نظر ایشان نیست از اں
جہت کہ قتل حق سبحانہ است۔“

لیکن دیوانگی و جنون کی گنجائش یہاں بھی نہیں ہے کہ خود بقولِ خواجہ:

”کتابیت شرعیہ مربوط بعقل است“

”ناہم عقل کا غلام ہو جانا بھی درست نہیں کہ عقل مقامِ بقولِ خواجہ یہی ہے کہ طر

”از علم گذشتیم و معلوم رسیدیم :-

اہل سنت والجماعت

یہ الفاظ خواجہ کی تحریروں میں کئی جگہ نظر آتے ہیں۔ یہی ان کا مسلک ہے اور اسی پر کار بند رہنے کی تعلیم انھوں نے ہر جگہ دی ہے۔ اسی کو باعثِ فخرِ جانا ہے اور اسی کو سب سے بڑی نعمت گردانا ہے۔ ایک جگہ خواجہ عبید اللہ اعرار کا قول نقل کیا ہے کہ :

”اتباع حضرت رسالت علیہ من الصلوٰت اطهار و اعتقاد اہل سنت والجماعت

و نسبت باطنی خواجگان بہتر از نعیم عالم است۔“

اسی طرح سورہ فاتحہ کے معانی بیان کرتے ہوئے صراطِ مستقیم کی تشریح میں فرماتے ہیں :

”اجماع صادقان و متحققان است کہ صراطِ مستقیم صراطِ اہل سنت و جماعت

است۔۔۔۔۔“

اور اہل سنت سے ان کی مراد وہ لوگ ہیں جو سنتِ رسول پر کار بند ہیں نہ کہ قبروں اور پیروں کی پرستش کرنے والے ! خلافِ شرع تو کسی فعل کی یہاں سرے سے گنجائش ہی نہیں شریعت کے بارے میں خواجہ نے حضرت جنید بغدادی کا یہ قول نقل کیا ہے —

”پیش من شراب خوردن بہ از حالے کہ مانع رکنے از ارکان شریعت باشد۔“

مسلمانی

بعض جگہ خواجہ نے چند لفظوں میں مطلب بیان کیا ہے کہ بس کوزے میں دریا بند کر کے رکھ دیا ہے۔ اور وہ الفاظ بولیں معلوم ہونے لگتے ہیں گویا جگہ نہیں کوئی ضربِ مثل ہے۔ مسلمان کیا ہے ؟ اس پر گناہیں لکھی جاسکتی ہیں، لکھی گئی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی لیکن اس سے زیادہ ان میں کیا ہوگا جو خواجہ نے چند لفظوں میں کہہ دیا ہے۔ فرماتے ہیں :

”مسلمانی گردن نہادن است احکامِ الہی را۔“

توبہ

اسی طرح توبہ کے بارے میں قولِ جنید نقل کیا ہے کہ بیسیوں متاعوں پر بھاری ہے،

”توبہ آں است کہ گناہ را فراموش کنی۔“

رزقِ حلال

اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ نفقہ حرام حلق سے نیچے نہ اترنے پائے۔ اب اگر خود کیا جائے تو یہی کوشش انسان کو انسانِ کامل بنا سکتی ہے۔ جب حرام نہیں کھانا تو حرام کرنا کہاں باقی رہے گا۔ سارا وجود ہی حرام کے تصور سے پاک ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں:

..... "اُن نیکند کہ ہرچہ از حلال و حرام یابند بخورند و بیج پاک بدارند۔"

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"سعی و کوشش نماند کہ نفقہ حرام و مشتبه خوردہ نشود۔"

رشتہٴ امید

چونکہ خواجہ کا توکل توکلِ کامل ہے لہذا مایوسی و ناامیدی کا ان کے ہاں گزرتک نہیں ہے اور ہمیشہ پر امید رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ نواب مرتضیٰ خاں کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

..... "العرض رشتہٴ امید را بیج وقتے از دست نمی باید داد۔"

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

کہ حسدائی

اسلام میں رہبانیت یا تہجد کی تو گنجائش ہی نہیں۔ لیکن ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں کہ خدائی ہاں ضروری ہے وہاں اس کے کچھ تاریک پہلو بھی ہیں۔ اس سے بہر حال یہ مراد نہیں کہ اگر کچھ ایسے پہلو بھی ہیں تو اسے ترک ہی کر دیا جائے۔ خواجہ نے اس ضمن میں عام اذہان کی آگاہی کے لیے اس کے ضرر بھی گنوائے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کا تذکرہ بھی بیان فرما دیا ہے یعنی یہ تعلیم نہیں دی کہ شادی کی ہی نہ جائے۔ (آپ کی خود دو بیویاں تھیں) بلکہ مریدوں کی اس ذہنی الجھن کو دور کر دیا ہے کہ متناہل زندگی کی ممکنہ خرابیوں سے کیسے نجات حاصل کی جائے۔ فرماتے ہیں:

"کہ خدائی سے ضرر دارد۔۔۔ ضرر اول بنفس عائد شود چہ نفس را باعث شہوات

پیدا اند۔۔۔ علاجش آنکہ در شہوات کامرانی نگرود و عنان اختیار کشیدہ

تر دارد۔"

ضرر ثانی بدل راجح گرد و آں بر طرف نشدن یقین است
 علاجتش آنکہ غم روزی نباید خورد کہ رزاق علی الاطلاق ضامن عباد شدہ است
 لیکن اس علاج کے ساتھ ہی یہ تشریح بھی فرمادی کہ توکل کہتے کسے ہیں، یعنی ایسا نہ ہو کہ
 غم روزی نباید خورد سے لوگ یوں مطمئن ہو جائیں کہ ہاں پاؤں توڑ کر ہی بیٹھ جائے کہ توکل خیال
 کرنے لگیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

توکل نہ آنست کہ ترک اسباب کنند بنشینند چہ این سوء ادبی است بلکہ اقامت
 بسبب مشروع مثل کتابت وغیرہ می باید کرد و نظر بر سبب می باید انداخت
 کیا عمدہ شرح ہے مولانا روم کے اس شعر کی ۔
 گر توکل می کنی در کار کن کشت کن پس تکیہ بر حجت ار کن
 اس کے بعد لکھتے ہیں :

ضرر ثالث بر روح راہ باید و علاجتش آنکہ میل مغرط بصو
 جمیلہ پیدا نکند چہ کسیکہ دریں نشاء بعشق صورت مبتلا ماند تا ابد در حجاب
 عظیم است ۔

اور پھر جامی کا یہ شعر کہ حسب حال ہے نقل کیا ہے ۔
 آہنگ جمال حسب ادائی دارم حسنے کہ نہ جاوداں از دبیزارم

خوارق

اگرچہ عقیدہ تمند دل نے بہت سی کرامات خواجہ سے منسوب کی ہیں لیکن آپ خود اس کو
 کوئی اہمیت نہ دیتے تھے مقصود تو آدمی کو انسان بنانا ہے نہ کہ کچھ اور ؟ خواجہ کی یہی شان
 ہے کہ وہ آدمی ہوتے ہوئے سنت رسول و احکام الہی کے اتنے پابند تھے کہ عمر مہر اسی راہ پر
 گامزن رہے ۔ اس سے بڑھ کر ادر کیا کرامت ہو سکتی ہے ؟ ایسے ہی ایک جگہ مذکور ہے کہ
 ایک نابالغ لڑکے کے دام لینے کی بجائے یہ خواہش ظاہر کی کہ مجھے باقی باشد بنا دیں "چنانچہ
 آپ اسے بھرے ہیں لے گئے اور باہر لائے تو وہ نابالغ ہو ہو خواجہ ہی معلوم ہو رہا تھا لیکن بے
 پناہ روحانی تصرف سے زندہ نہ رہ سکا ۔

واللہ اعلم بالصواب۔ لیکن "ستر احوال" میں اس کا شمار کیونکر ہوگا؟

یہیں تو اس سلسلے میں سر سید احمد خاں کا وہ جملہ البتہ یعنی برصداقت معلوم ہوتا ہے جو آثار الصنادید میں مضمون نے خواجہ کے مزار کا ذکر کرنے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:

"اسی فیض و برکت آپ کے مزار سے ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں۔ باد صفت تابش آفتاب کے آپ کا مزار ہمیشہ سرور ہوتا ہے۔"

خواجہ کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بعض خاص مقامات کے سفر سے منع بھی فرمایا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے جو

سفر میں خراسان

وجہ پیش کی ہیں اس سے ان کی قوت مشاہدہ اور تجزیاتی شعور کے علاوہ اس وقت کے معاشرے

نقاٹوں و رسوم خام کا پتہ بھی چلتا ہے اور انسانی فطرت و نفسیات سے آگاہی کی دلچسپ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر ایک روایت کے مطابق یوں ہے —

"و از دو سفر منع می کردند، از سفر خراسان چه اذقات آنجا اکثر بے احتیاط بودہ
لاجرم بمریدان ضرری کرد و از مقصود باز میداشتند، و از سفر مین چه آنجا حسن
بیار است، تا ناگاہ گرفتار حسن نشوند و از راہ باز نمانند۔"

ایک مرتبہ دیدن حسن و سماع نغمہ کے بارے میں جب سعدی کے اس مصرعے

سماع

پہ خواجہ کی رائے معلوم کی گئی تھ کہ ایس حنیف نفس است و آل قوت روح

تو فرمایا "ہر دو از یک عالم است" اس کی تشریح (لکھنے والے نے) کیا خوب کی ہے:

"یعنی گرفتار نفس را از ہر دو خط نفس حاصل است و رہائی یافتہ از قید نفس را از
ہر دو قوت روح۔"

ان اشاروں کے علاوہ آپ نے تفصیل سے بھی اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے اور مسلک نقشبندیہ کے مطابق اسے "نامناسب طریق" قرار دیا ہے۔ مکتوب ۱۱ میں طویل بحث اسی ضمن میں کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

"سماع مقبول سماع روحانی است کہ سماع معانی باشد، اما سماع طبعی کہ سماع

۱۔ آثار الصنادید، مطبوعہ نول کشور جون ۱۸۷۱ء، باب اول صفحہ ۹۳

نغمہ است محل اختلاف است۔ عامۃ علما حرامش می دانند و جمع مشائخ و
مقام علما تجویزش کرده اند نہ آنکہ اولاً از قربات دانست و الہی گویند۔۔۔۔۔
”لیکن بتندی را اہل آں نمی دانستند چہ ہنوز ارباب قلوب و اہل محبت نشدہ
طبیعتش بر ہمہ نغمہ می اندازد و از معانی کلمات و ذوق آں بے بہرہ می ماند۔“
..... ”و جمع دیگر ہر چند کہ مباحث می دانند اولی ترکش را می گویند۔“

پھر اس سلسلے میں کچھ اقوال پیش کیے ہیں :

قول حاجہ بہا الحق — ”نہ این کاری کنم و نہ انکاری کنم۔“

ابو یزید بسطامی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”مکروہ می داشت استماع نغمہ را“

اسی طرح بیشتر اولیاد اقطاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”ایشان قائل سماع نغمہ نیستند و سماع متغیہ نغمہ
را دین خالص نمی گویند و ترک او نموده اند۔“

اور آخر میں فرماتے ہیں :

”ماصل آنکہ سماع نغمہ قطعاً مناسب طریق مانیست۔“

یہاں خواجہ نے صاف صاف اپنا فیصلہ دے دیا ہے اور کسی تاویل کی کوئی گنجائش باقی
نہیں رکھی۔ سماع روحانی، سماع معانی اور معانی کلمات سے خواجہ کی جو مراد ہے وہ بالکل واضح
ہے یعنی بعض اشعار یا اقوال کے الفاظ ہی نغمے کا کام کر جاتے ہیں اور منزل میں رسائی تک
مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

ایک جگہ یہ شعر نقل کیا ہے :

ہماں شکستہ دل در دوسد و میکنیم ہماں جفاکش و سر در کند و پرینیم

اور لکھا ہے :

”ایں بیت مجملہ از اظہار مخزوفات خاطر فارغ ساخت۔“

کس طرح سے اس شعر کا ہر ہر لفظ رنگ و پے میں سرایت کر گیا
ہو گا جو آپ نے مندرجہ بالا الفاظ میں اس کا رد عمل تحریر فرمایا

ہے ! شاید یہی ہے سماع روحانی و سماع معانی کہ اسی قسم کی ”فراغت خاطر“ خواجہ کو بعض اہل

اشعار سے بھی حاصل ہوئی ہے کیونکہ ان کی نثر میں ان کے پسندیدہ اشعار جابجا نظر آتے ہیں اور موقع و محل یہ یوں صادق آتے ہیں کہ خود پڑھنے والا بھی جھوم اٹھتا ہے۔ شیخ تاج کو ایک مکتوب میں "سلام مشتاقانہ" کے بعد لکھتے ہیں :-

صد ملک دل بہ نیم نگاہ می تو اں حسد بہ
خواباں دریں معالہ تقصیر می کنند

ایک جگہ اپنی پسندیدہ رباعی تخریب کی ہے :-

عشق آمد و شد چونم اندر گد پست تا کرد مراستی دگر کرد دوست
اجزا وجود من ہمہ دوست گرفت نامی است زمین برین باقی ہمدوست
عمدہ و شستہ مذاق شعری کی ایک مثال یہ شعر بھی ہے جو خواجہ کے ہاں درج ہے :-
در عشق تو معروفم از وصل تو محروم گر گدہین آلودہ یوسف ندریدہ

نثر میں جہاں بھی خواجہ اس قسم کے عمدہ شعر استعمال کرتے ہیں وہاں ان کا
عام طرزِ تحریر بھی بدل سا جاتا ہے۔ بعض جگہ تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ
ابوالکلام آزاد نے اپنا مخصوص انداز بیان یہیں سے لیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مکتوب کے یہ
جملے ملاحظہ ہوں:

"من بے سعادت بے دولت غرضائے کردہ را شرم می آمد کہ نام عزیزانِ خود
برم....."

"حاصل آنکہ دل بایار دتن در کاری باید بود، تصوف یکسو نگریستن و یکساں زیستن
است....."

اسی مکتوب میں ایک جگہ یہ شعر بھی کام میں لائے ہیں :-
من از تو بیچ مراشے و گرنمی خواہم ہمیں و تندر بگنی کز خودم جدا کنی
آپ کا ایک اور پسندیدہ شعر ملاحظہ ہو :-

ما گرفتاریم و بر مانا وکب بیداریم
سنبیل و گل پر کسارِ مردم آزادیم

کلام منظوم

اب ہم حضرت خواجہ باقی باللہ کے ان ارشادات کا ذکر کرتے ہیں جو آپ نے زبان شعریہ سے ہم تک پہنچائے ہیں، وہی سب سے معرفت ہے جو انگور کے محل سے نکل کر شیشہ خانہ میں آگئی ہے۔ اور ادب قلبی کا بیان جب شعر کے قالب میں ڈھل جاتا ہے تو اور بھی زیادہ پُر تاثیر ہو جاتا ہے۔ رہروانِ راہ سلوک کو خارزارِ نثر میں آبلہ ہائے پاک کے ٹوٹنے سے جودتِ صل ہوتی ہے وہ مسلم، لیکن چمنِ زارِ شعر کی بوئے عطر نیز سے مشامِ جاں کو جو فرحت ملتی ہے، وہ بہر حال چیزے ذکر ہے۔ حضرت خواجہ نے جن باتوں کا اظہار نثری تحریروں میں کیا ہے، کم و بیش وہی مضمنا میں کلام منظوم میں بھی ادا ہوئے ہیں۔ ہر دو کا ذکر یکجا بھی عین ممکن تھا، مثلاً نثر میں جہاں ہم نے تصوف کا عنوان قائم کیا ہے وہیں پر خواجہ کے وہ اشعار بھی درج کیے جاسکتے تھے جو اس ضمن میں مضمون نے ارشاد فرمائے ہیں۔ لیکن ہم نے دستہ یہ باب اس سے علیحدہ رکھا ہے کیونکہ کہنے والے نے انھیں یکجا نہیں کیا تو ہم یہ جسارت کیوں کریں کہ ہمارے نزدیک یہ بھی سوادِ ادب ہے۔

غثنوی خواجہ کا بیشتر کلام غثنوی کی صورت میں ہے۔ اور یہی وہ صنفِ سخن ہے جو عموماً میں خاص طور پر مقبول ہے۔ ردیف و قافیہ کی مسلسل پابندی، رموزِ سلوک کے بیان میں برداشت ہو بھی کہاں سکتی ہے؟ مختلف غثنویاں مختلف موضوعات پر ہیں لیکن سچ پوچھیے تو صرف عنوانات ہی مختلف ہیں در نہ مرکزی موضوع تو وہی ایک ہے۔ عموماً بحر بھی ایک ہی ہے صرف ایک دو غثنویاں دوسری بحر میں ہیں۔

اللہ اللہ کیا آغانہ ہے شعرِ اول ہی سخن گو کہ اندازِ فکر کا غماض ہے۔
خامہ کلیدِ بیست درِ انجمن من گنجِ دو عالم ہمہ درِ منجمن

وہ مضمون چھ ایک غزل گو شاعر نے یوں بانڈھا ہے۔

دیوانِ گنجِ عشق

از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب
در دست عشق را در و بجز دیدار نیست

خواجہ کے ہاں یوں بیان ہوا ہے ۔

بے خبری از من و کزار من رو کہ نہئی محرم اسرار من
شعلہ دیگر بہ چہرا غم رسید بادِ میحسا بہ دماغم رسید
صوفیانہ لب و لہجہ اور رمز و کنایہ نے مضمون کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے ۔

مثنوی گنج فقر میں عشق حقیقی کی مختلف کیفیات و واردات کا ذکر
رموز عشق حقیقی | تسلسل سے کیا ہے اور ہر جگہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ بیتی ہے

کہیں بھی جگ بیتی یا روایت محض کا احساس نہیں ہونے پاتا اور ہو بھی کیسے کہ
یہی تو سالک بانہر کا طرہ امتیاز ہے، محض مسائل تصوف کا بیان تو کسی کو ولی نہیں بنا دیتا، بہاد
شاہ ظفر نے غالب کے اس شعر پر یہ

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا
کیا خوب کہا تھا کہ ”ہم تو جب بھی یوں نہ سمجھتے“ بڑی سے بڑی تعلی بھی کارگر نہیں ہو سکتی جب تک
کہ منازل سلوک واقعی طے نہ کی گئی ہوں۔ چنانچہ خواجہ کا بیان ملاحظہ ہو کہ واردات واقعی کی نشاندہی
کر رہا ہے ۔

شوم و قسہ در یائے الہی امانت دار در یائے الہی
ز آشوب دماغم پر خستہ گئے خود را صدف بنیم گئے در
گئے زبیں ہر دو بالا تر گزینم صفات بحسبہ را در خود بینم

اسی مثنوی میں آگے چل کر کس خوبی سے فقر و عشق کے خستلاط و اتصال کا
فقرو عشق | ذکر کیا ہے اور کس طرح ناکامی و نامرادی کو ایک پسندیدہ چیز بنا دیا ہے کہ

ہزاروں کامرانیوں کو اس پر قربان کرنے کو جی چاہتا ہے ۔

کہ طغیاں را دریں کشور گزر نیست درخت عشق را بجز فقر بر نیست
چو عشق از نامرادی آب گسید برو سندی رہ نایاب گسید

دوسرے شعر میں دعویٰ کا متضمن دلیل ہونا بھی ملاحظہ ہو۔ اور پھر یہ نہیں کہ برومندی کو کالعدم ہی قرار دیا ہو۔ وہ ہے اور ضرور ہے لیکن وہ نہیں جس کے لیے عاشقانِ خام کا نڈپا کرتے ہیں بلکہ نہ

دریں بستان بود نخل برومند دل آگاہ و حبان آرزو مند
ولیکن بر بجز خون جگر نیست گلے جز حنا و حسرت و زلفِ نیست
یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ عشق حقیقی سے صوفیا کی مراد کیلئے ہے۔ عشقِ رسول
رسول اور عشقِ خدا ہی ان کی معراج ہے۔ اسی لیے وہ بیانِ عشق
میں بہت سی سیڑھیاں چڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور ایک مختصر سی تمہید لطیف کے
بعد ذکرِ حبیب شروع کر دیتے ہیں۔ مثنوی "استفادہ و تربیت معنوی" میں لکھتے ہیں :-
زبانم زین تلفظ گرچہ بند است سرم بیخواست صید این کند است
دل اندر شرم و جاں سرگرم این است کہ جاناں رحمت العالمین است
اور اپنی خام کاری کو کس انداز سے "تمام" کے برابر قرار دینے کی درخواست حضورِ سرورِ کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں :-

مرا گرچہ سراسر کارِ حنا نام است
تمام دال کہ این سودا تمام است
عقل اور عشق
"ساتی نامہ" میں ساتی سے خطاب کرتے ہوئے عشق کی فضیلت
عقل پر ظاہر کی ہے، یہ وہی فلسفہ ہے جسے اقبال نے بڑی
تفصیل کے ساتھ آگے چل کر پیش کیا ہے۔ لیکن خواجہ نے اشارہ و کنایہ ہی میں سینکڑوں باب
بیان کر دیے ہیں :-

عقل این سخنم نہ می پذیرد کز روز شبے چہ بہرہ گیرد
من بوسے تو در دماغ دارم از عقل کنوں دماغ دارم
اور پھر محبُول بھلیاں میں کھوجانے سے گریز کرتے ہوئے جلد ہی بعد شرابِ مطلوبہ کی قسم بھی بیان کر دی۔
نہ ہزار بار بشوئم و ہن ز مشک و کلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

ساقی نے نقش بند پیش آر من صید توام کند پیش آر
 شاید یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ نئے نقش بند وہی ہے عشق رسول ہی ہے۔
 اسی بیان میں آپ کا وہ شعر بھی آتا ہے کہ جہاں استعارہ نے عجیب کیفیت پیدا
 کر دی ہے۔

ساقی برساں شراب نابے من حبلہ شبم تو آفتابے
 مصرعہ ثانی میں جو لکھت ہے وہ شاید اقبال کے اس شعر میں بھی نہیں ہے۔
 تو میری رات کو مناسبت محروم نہ رکھ تیرے پہانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی
 خواجہ باقی باللہ نے مولانا روم کے تشبیح میں رموز عشق کی وضاحت کے
 لیے حکایات سے بھی کام لیا ہے۔ لیکن پیر روم کے ہاں جو لطافت
 و شگفتگی بیان ہے وہ خواجہ صاحب کے ہاں نہیں اور بیان بالعموم خشک و بے رنگ سا ہے
 تاہم کہیں کہیں یہ خوبی بھی نظر آتی ہے۔ مجاز سے حقیقت تک پہنچنے کے لیے جن راہوں سے
 گزرا پڑتا ہے اور جن باتوں کو ترک کرنا پڑتا ہے ان کا بیان وہ خوبی سے کرتے ہیں۔ زلیخا کا ذکر بار بار
 مثال کے لیے نظر آتا ہے اور بعض جگہ روانی اور بے ساختگی نے معانی میں بلندی کے علاوہ بیان
 میں بھی جوش پیدا کر دیا ہے۔

زلیخا چوں لوئے یوسف افزاشت	نخست از بیقراری پردہ برداشت
ز خواب و خورد و فارغ شد وجودش	تمنائے حبذا میں در سر نبودش
کہ از کس شنود نامے د جائے	زند در جستجویش دست دپائے
چو از نور یقین بے ہوش می گشت	بر یوسف دست در آغوش می گشت
عروس غیب می گفتش کہ اے مست	چہ حاصل شد از بس سیرتہی دست
ہماں در گام اول بانو بودم	تو ہر لحظہ خود را می نمودم
اور پھر اس حسین گریز کے بعد کہ۔	
بلے ہر ذرہ مشتاقی جمال است	بہر سر آرزوئے اتصال است
فرماتے ہیں۔	

بناگہ جذبِ عشقش کارگر شد ز کنعاں ماہِ کنعانی بدر شد
مصرعہ ثانی میں ماہ اور بدر اور بدر اور بدر میں رعایتِ لفظی کا بے ساختہ پنِ لطف سے
خالی نہیں۔ حافظ تو یوسف کے حسنِ روز افزوں کے بارے میں جانتے تھے کہ طر
عشق از پردہ خلوت بروں آرد ز لیخارا

لیکن خواجہ صاحب کا "ز کنعاں ماہِ کنعانی بدر شد" اس سے کہیں زیادہ کاشف
الحقائق ہے۔ اس کے بعد خود بینی و خود آرائی کے مہتوں کو توڑ کر خدا بینی کی تلقین کا انداز ملاحظہ
ہو کہ از خود تمام حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ ز لیخانے ابھی اپنے آپ کو فانی المحبوب تو
نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو خود بینی و خود آرائی کا سہارا لیے ہوئے تھی۔ لیکن جب تک یہ بیت نہ
ٹوٹے معشوق یکتا تک رسائی کیونکر ممکن ہو سکتی تھی چنانچہ کہتے ہیں۔

سبب می دید چشمِ حرام کارش بنا ز عشوہ می بردا اختیارش
حسرا ماں گردی و آئینہ بینی خود آرائی و رسمِ ناز بینی
خلل می داد آئینِ طلب را زیاں می کرد عشق بوالعجب را
نودندش کہ سنگِ راہت اینست نظر بند دل آگاہت اینست
تو بند سیر و یوسف بند بسیار ازیں نا جنسیتِ سرد است بازار
عند من تعلیمِ غیش کرد تا نسیب
پایہ پایہ تا ایوانِ توحید

متفرقات

درستی فقیر سہ سوادالوجہ فہمِ ناگزیر است
شکستِ دل درستی فقیر است

خلوت و انجمن

سہ ہماں در انجمن خلوت گزیدن ز آسیبِ نشانِ مندی رہیدن
در آں خلوت کہ جسم و جاں نگنجد بحسبِ نظارہ جانانِ گنج شد
لے نگاہ واکر دیے ہیں عشق نے بندِ نقابِ حسن غیر از نگاہِ اب کوئی حائل نہیں رہا

تسلیم و رضا

سر تسلیم بنہم نیک و بد را
بر اندازم ز خود بنیاد خود را

مرگِ اختیارِی

مرگِ اختیارِی را ہر دم ز مردن بیشتر خود را سپردم

امید

حضرت خواجہ نے یاس و نومیدی کی تعلیم ہرگز نہیں دی۔ بلکہ ہمیشہ پر امید رہنے کی تلقین کی ہے اور یہیں سے ان کا راستہ اہل فرار سے الگ ہو جاتا ہے۔ وہ امید کو عکس جمال یار اور شمع سیہ خانہ قرار دیتے ہیں اور زندگی و زندہ دلی پر زور دیتے ہیں۔

شرط طلب است امید بستن	نومید نمی توان نشستن
امید سر بر کار دارد	عکس ز جمال یار دارد
امروز دریں رباط فنا فی	دارم بہ امید زندگانی
شمع کہ دریں سیاہ خانہ است	امید وصال آں یگانہ است

وجدان

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے معنی بیان فرماتے ہوئے وجدان پر زور دیا ہے۔ یہ وہی مضمون ہے جسے قبائل نے اپنے رنگ میں سمجھانے کی کوشش اپنے کلام میں کی ہے۔ خواجہ کہتے ہیں۔

محقق شد ازین علم مسلم کہ وجدان بر طلب آمد مقدم
اور اقبال نے جو "خوش را دیدن" (۱)، ز نور خوشستن (۲) ز نور دیگرے (۳) اور (۴) ز نور ذات حق کی تدریجی منازل جاوید نامہ میں شمار کرائی ہیں انھیں خواجہ نے بھی الگ الگ بیان کیا ہے مثلاً ایک مقام کا ذکر یوں کیا ہے۔

۱۔ خواجہ درد

موت کیا آکے فقیروں سے نیچے لینا ہے مرنے سے آگے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

دل از خود شید و حدت نور گیرد
و جودش حبسگی مذکور گیرد
دریں راہ ہر کہ انوار خدا یافت
بہ تحقیق انتہا درایت دریافت

وحدت الشہود

منزل اول حجاب

شہود دوست نہاں ہر لے است
ہو اے وصل ہر بے حاصلے است
لے انگند بر جانش حجابے
گرفتار ہر خاکے دآبے

منزل ثانی حیرت

شدہ بنیادیں دیوانہ گشتن
پئے ہر رنگ و بو طفلانہ گشتن

اور یہی وہ منزل ہے جو وحدت الوجود کہلاتی ہے کہ مستی و قلندری و مجذوبیت اسی کے مقامات ہیں اور عارف کا بھی درجہ بھی یہیں سے شروع ہوتا ہے لیکن وحدت الشہود کی منزل بہر حال اس کے بعد ہی آتی ہے۔

منزل آخر ۱. وحدت الشہود

چو در نور شہود از خود بر آید
سعادت را درے دیگر کشاید

بگرد و حاصل بار امانت

بیاد آں امانت بے خیانت

اصل کام تو اس بار امانت کا اٹھانا ہے کہ جسے آسمان، پہاڑ اور زمین کوئی بھی نہ اٹھا سکا اور

قرعہ فال اس مثبت خاک کے نام پڑا مگر یوں کہ اسے اشرف المخلوقات بنا دیا اور

در آں مشہد بفتہ آرام یابد

ب: تگاپو

اس کے بعد تگاپو کے دام ہی اسے فرض کی بہترین صورت ہے۔ خواجہ

فرماتے ہیں :-

نقیں آں دید و آں شورش ازاں سوست

دیدیں مسکن نموے از تگاپو سوست

ج : رازِ لی مع اللہ

اور اس کے بعد ہی وہ منزل ہاتھ آتی ہے جسے فنا فی اللہ کے بجائے خواجہ نے بقا باللہ کا نام دیا ہے۔ کہ وہاں پہنچ کر اسے حضوری حاصل ہو جاتی ہے اور رمز "لی مع اللہ" سے آگاہی بھی ہے۔

چوں گرد و خستہ مقبول درگاہ
شود در خورد رازِ لی مع اللہ

د : ابوالوقت

اور یہ وہ مقام ہے جہاں سالک یا صوفی "ابن الوقت" کی بجائے "ابوالوقت" بن جاتا ہے۔ خواجہ نے خواجہ بہا الدین نقشبند کو اسی لقب سے یاد کیا ہے۔
ابوالوقت دو عالم قطب ارشاد
بہا الدین کہ دیں شد از دے آباد

اہل سنت والجماعت

حضرت خواجہ نے مکتوبات و رسائل میں اس کا بیان تفصیل سے کیا ہے کہ اہل سنت دہی ہیں جو سنت رسول پر دل و جاں سے عمل پیرا ہوں۔ اور شرک بدعت کو قریب نہ آنے دیں جتنے شر میں اسی عنوان کے تحت ہم سلسلے میں لکھ چکے ہیں تاہم چونکہ حضرت خواجہ کے کلام منظوم میں بھی اس کا ذکر بار بار آتا ہے اس لیے یہ عنوان دوبارہ قائم کرنا پڑا۔ مثلاً ایک ثنوی میں عقائد دیں و شرائط سلوک و راہ یقین 'پر روشنی ڈالتے ہوئے اسی حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے 'اور تمنا دار فضل الہی' کے لیے پارس طویل پر پورا آ کر لازمی قرار دیا ہے لیکن جہاں چونکہ شرط کو کوئی اہمیت حاصل نہیں وہاں قیسی شرط کو مرکزی اور کلیدی حیثیت حاصل ہے۔
فراستے ہیں ۔

تمت دار فضل بادشاہی
دوم سرمایہ این سود دین است
رفیق سنت و راہ جماعت

بلا خدا سہلہ جذب الہی
نخستین شرط این سود الیقینست
دوم پاکیزہ غسل این زراعت

بہ تحقیق سلف تقلید دیدن
چہارم خدمت سلطان دینی
و لیکن شرط چارم لازمی نیست
بفقدش سد باب محرمی نیست

کیونکہ اصل خوش نصیبی و خوش بختی تو یہ ہے کہ اصل معدن سے گوہر حاصل کیا جائے اور لطف باطن سے کسب فیض کیا جائے یعنی سلطان دو عالم خواجہ کوہین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات برکات کی خدمت کا شرف حاصل ہو جائے اور جو لوگ یہ راہ اختیار کرتے ہیں یقیناً بلند مراتب کے حامل ہیں۔

بسا مرغان کہ علوی آشیانند
ز حسن طالع و از لطف باطن
ادبی مشرب و عیسیٰ زبانند
گرفت گوہر از اصل معادن

رہ سنت بہ چالاکی ستانند

نصیب از خواجہ کوہین یابند

شریعت کی پابندی اس قدر ضروری ہے کہ دیوانگی عشق کا ذکر اشعار میں کرتے ہوئے بھی شاعرانہ بے باکی سے قلم کو آلودہ نہیں ہونے دیتے۔ کیونکہ شرع میں دیوانگی و جنوں کی گنجائش نہیں اور جیسا کہ حصہ نشر میں مثال دی جا چکی ہے کہ خواجہ کے نزدیک شرع بے عقلی و بے راہروی کی متحمل نہیں ہو سکتی اسی طرح انھوں نے اشعار میں بھی اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ عمر

طریق شرع جزو فرزانگی نیست

طریق شرع

فرماتے ہیں یہ

ہنوزم ز خصبت دیوانگی نیست
نمیدانیم چیز بے اندریں راہ
طریق شرع جزو فرزانگی نیست
بروں از شرع دیشکی حاشا اللہ
در دمنہ سے تہ و جلال است
بہ نامشروع اگر اندک بحال است

عدم شوکند راں مراتب فوراً است

بحال دوست را آنجا نمود است

نمایاں خصوصیات کلام

حسنِ تلمیح

خواجہ صاحب کے ہاں جتنے بھی محاسنِ ثنوی نظر آتے ہیں وہ سب بے ساختہ ہیں یعنی کسی صنعت کا دانستہ التزام نہیں کیا گیا لیکن بعض خوبیاں از خود کلام میں پیدا ہو گئی ہیں۔ ان میں سے نمایاں ترین تلمیحات کا استعمال ہے۔ اسلامی تلمیحات جا بجا موقع و محل کے عین مطابق نظر آتی ہیں مثلاً۔

لفقرے کز خودش درویش می داشت
سرافتد فخری پیش می داشت

حسنِ ایجاز

کسی بیان کو جب مسلسل تلمیحی انداز میں پیش کرتے ہیں تو وہاں حسنِ ایجاز نمایاں ہو جاتا ہے اور طویل و عریض بیانات محض دو مصرعوں میں سمٹ کر بلاغت کی ارفع منزل پہ پہنچ جاتے ہیں مثلاً۔

بہ شامِ حشرت و تاریکیِ غار
بہ آں خوش عنکبوتے عنبریں تار
بجو کز قریش و استر با دید
بہ آشوبے کہ دشت کر بلا دید
حسنِ استعارہ و تشبیہ و مجاز مرسل

تشبیہ و استعارہ شاعری کی روح ہے۔ معمولی سے معمولی کلام میں بھی ان کی جھلک دکھائی دے ہی جاتی ہے۔ خواجہ کے کلام میں اس کی عمدہ مثالیں موجود ہیں۔ ایک ثنوی کا آغاز یوں ہوا ہے۔

در طرفِ روم یکے ماہ بود
لایقِ نطفہٴ ارہ و خواہ بود
شہد و شکر را بہم آمیختہ
بر سر آں کانِ نمک ریختہ
مدینہ منورہ سے اظہارِ عقیدت یوں کیا ہے۔
اے خاکِ مدینہ در کعبائی
در دیدہٴ من چہ سانیائی
اے مردمِ چشمِ دور بیناں
دے چشم و چہ راغِ نور بیناں

ایک نہایت ہی عمدہ تشبیہ ملاحظہ ہو۔

اس کا سہ کہ بر سرمِ نگوں است ہا میست اگرچہ غرقِ خون است
اسی طرح ساقی نامہ میں ساقی حقیقی سے خطاب کرتے ہوئے فردوس کو "دل کشادہ ساقی" سے
انوکھی تشبیہ دی ہے۔

ایمان برہنہ بادۂ تو فردوس دل کشادۂ تو
تنگی دل کو زندان سے تشبیہ تو دیا کرتے ہیں مثلاً نسیم۔
زندہاں میں جو زندہ دیکھتا ہو اپنے دل تنگ میں جگہ دو
لیکن کشادگی دل کو جنت سے تشبیہ دینا اور ہی لطف رکھتا ہے :

خوبی رمز

پردۂ مجاز میں طلبِ حقیقت کے سلسلے میں وہ اشعار ملاحظہ ہوں جہاں ساقی سے خطاب
کیا ہے۔ مثلاً۔

من پیر کہن گدائے جامم زان بسرۂ کہنہ وہ بکا تم
بعض جگہ صنعتِ تضاد کے بے ساختہ استعمال نے شعریت میں جان ڈال دی ہے۔
بحر ان تو وصلِ جاودانی دیش تو مرگ زندگانی

بلاغت

بلاغت کی خوبی سے ہر صاحبِ ذوق آگاہ ہے خواجہ کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔
گرچہ درسد بہ تشنہ کاسے سیرابی ادست ہم ز جاسے

اصنافِ سخن

جیسا کہ اس باب کے آغاز میں عرض کیا جا چکا ہے، خواجہ صاحب کا بیشتر کلام غنوی
کی صورت میں ہے لیکن اس کے علاوہ آپ نے رباعیات بھی کہی ہیں اور ان میں بھی غنوی
صوفیانہ مضامین بیان کیے ہیں جو ان کے ہر قسم کے کلام میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر یہ رباعی
ملاحظہ ہو۔

لے اقبال۔ لا پھر اک بار وہی بادہ و جام لے ساقی ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی

آں کسب کہ نزدماگشتہ عیاں در مذہب اہل حق جزا میں ہیچداں
 حق موجود است وقادر مطلق است وہیں مہشت خیال جملہ وہم است گماں
 نسبت اسباب کے فلسفے کو کس سہولت سے بیان کر دیا ہے ۔
 ماصورت وحق آئینہ عکس نماست این است معیت کہ حق را با ماست
 ہر صورت در ظہور شرط دگر نیست این نسبت اسباب ازین و پیدا است
 اب چند متفرق اشعار پیش کیے جاتے ہیں جن میں کسی نہ کسی پہلو سے ایک خاص لطف
 نمایاں ہے۔

ادب

سنگ در روزے بادب درشت لعل شد و بر سر خبہ نشست

حسنِ تجنیل

شبے خوش دل تر از روز جوانی سرم در خواب دل در کامرانی

روائی کلام

کدامین ظلم ازین بسیار باشد

کہ بندہ بے صفت بیکار باشد

خواجہ نے اپنے فرزندوں کی تاریخ ولادت بھی کہی ہے۔ ساتی نامہ کے عنوان سے
 بھی اظہار خیال کیا ہے اور اس میں دراصل شرابِ معرفت کے طلبگار ہوئے ہیں اور افکار
 تازہ کے علاوہ یہ نظم اندازہ نو کی بھی عمدہ مثال ہے۔

تخلص

حضرت خواجہ کے سارے کلام میں تخلص صرف ایک شعر میں استعمال ہوا ہے اور
 اسی پر ہم اس ذکر لطیف کو ختم کرتے ہیں ۔

بغیر آنکہ پرویز سیاہ خود گرید

دگر زویدۂ باقی حیا کار می آید

ماخذ معرفت

اس مقدمہ کی تیاری میں کچھ متفرق تحریروں کے علاوہ مندرجہ ذیل تصانیف و مآلیفات سے خصوصاً مدد لی گئی ہے :

- ۱۔ حیات مجدد - پروفیسر محمد فرمان ایم۔ اے (مجلس ترقی ادب لاہور)
- ۲۔ تصوف - مولانا حبیب الماجد دریا بادی
- ۳۔ رد و کوثر - شیخ اکرام (مطبوعہ بمبئی)
- ۴۔ عہد اعظم - مرتبہ مولفہ محمد حلیم (۱۹۵۸ء)
- ۵۔ تذکرہ ادیبائے نقشبند - مولفہ محمد امین شریف پوری - (۱۳۷۱ھ)
- ۶۔ تذکرہ ادیبائے کرام - ادبستان ۱۹۵۵ء
- ۷۔ آثار الصنادید - سر سید احمد خاں - لکھنؤ جون ۱۸۷۹ء

ہمارے خیال میں اس کلیات کا مطالعہ خواص کے لیے بالعموم اور عوام کے لیے بالخصوص نہ صرف مفید بلکہ لازمی ہے کیونکہ رد بدعت کی جتنی ضرورت آج سے تین سو برس پہلے تھی اس سے کہی گنا زیادہ آج محسوس کی جا رہی ہے۔ اقبال نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے :

تین سو سال سے ہیں ہند کے سینے بند
بہر مناسب سے ترا فیس ہو عام لے ساقی

اگرچہ تین سو سال پہلے کی حیثیتیں یعنی امام ربانی مجدد الف ثانی اور ان کے مرشد بکامل حضرت خواجہ باقی باللہ آج جسمانی طور پر ہم میں موجود نہیں لیکن ان کے ارشادات تو بہر حال ہمارے سامنے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونے بغیر ساقی سے فیض عام کی درخواست کرنا بجائے خود ایک

بدعت سے کم نہیں! ع

تو بدوین در چہ کردی کہ دروین حستانہ آئی!

یزدانی

دیال سنگھ لاہوری، نسبت روڈ لاہور

۱۴ جولائی ۱۹۶۷ ع

مختصر حوال

کسی علمی یا عملی فضیلت کے تصور میں خود یہ صلاحیت نہیں کہ وہ اپنی تاثیر دکھائے۔
بلکہ اس میں تاثیر فضائل کی حامل شخصیات کے اثر و نفوذ سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ شخصیت
کی نشوونما اور سیرت کی تشکیل میں شخصیت ہی کا اثر و نفوذ کام کرتا ہے۔
حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے نسب کی نسبت ہم عصر تذکرہ نگاروں سے صرف نظر کرنے
کی بنا پر متاخرین کو کچھ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے جس کی توجیہ، توضیح اور تصحیح مولانا زید
ابوالخیر صاحب کے اس بیان سے ہو جاتی ہے جو سوانح خواجہ باقی باللہؒ پر مشتمل ہے۔
اس لئے اُسے بحسب یہاں نقل کرنا مناسب ہے۔
مرتب

قبلہ رستان و کعبہ حق پرستان خواجہ سواجگان قطب جہاں حضرت خواجہ مؤید الملتہ والدین الرضی
ابوالوقت محمد باقی المعروف بہ حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ قدس اللہ تعالیٰ سرور رحمۃ و رضی عنہ و
افاض علینا من برکاتہ و اسرارہ کے احوال شریفہ کو مختصر طور پر سب سے پہلے آپ کے ایک مرید پاک دل نے
قلم بند کیا ہے۔ اس نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ البتہ جو مرثیہ اس نے اپنے پیرو مُرشد کا لکھا ہے اس
میں اپنا نام رشدی لایا ہے۔ آیا یہ اس کا تخلص ہے یا نام۔ اللہ اعلم۔ اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت
سے سنا ہے۔ افسوس ہے کہ حضرت کی ابتدائی زندگی کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے۔ اس کے بعد کتاب
احمدیۃ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کا درجہ ہے۔ ان دونوں کتابوں کے
مصنف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے حلیل القدر خاںقاہ میں سے ہیں۔ لکھتے ہیں:-
حضرت کے والد بزرگوار قاضی عبدالسلام تھے۔ سمرقند کے رہنے والے، پاک باطن اور صاحب
علم و فضل تھے۔ اکثر اوقات آہ و بکا میں رہا کرتے تھے۔ سمرقند سے کابل تشریف لائے اور وہاں آپ
کی والدہ ماجدہ سے نکاح کیا۔ ۹۶۱ھ یا ۹۶۲ھ میں حضرت کی ولادت باسعادت ہوئی۔ تین سو سال
سے حضرت پر تجرید و تفرید و بے مثل اور آثارِ خلوت غالب تھے۔ سنِ رشد کو پہنچنے پر آپ نے مولانا صادق حلوانی

اور دوسرے اکابر سے علم ظاہر بہ تمام و کمال پڑھا۔ اس سلسلہ میں آپ ماوراء النہر تشریف لے گئے۔ اور
تھوڑے عرصہ میں اقیانوسِ شان پیدا کر لی۔

علم باطن اور خدا طلبی کا جذبہ عہدِ طفلی ہی سے آپ کے پاک سینہ میں ودیعت ہوا تھا۔ اس
لیے ایامِ تحصیلِ علم ظاہر میں بھی جہاں آپ کو کوئی خدا رسیدہ پاک نفس ملتا تھا آپ اس کی خدمت
میں حاضر ہوتے تھے۔ اور اس کی صحبت اور انفاسِ قدسیہ سے مستفید ہوتے تھے۔ اور علم ظاہر کی
تکمیل کے بعد آپ نے ہند و بلخ و بدخشاں کا سفر کیا۔ اور پائے طلب آپ کو پنجاب اور کشمیر تک لایا۔
جہاں بھی خدا رس ملا اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فوائد حاصل کیے۔ جتنا آپ اہل دل کے
قریب تر ہوتے تھے خدا طلبی کا جذبہ اتنا ہی تیز تر ہوتا جاتا تھا۔ اگر کوئی مجذوب ملتا تھا آپ اس کے
پیچھے لگ جاتے تھے۔ چنانچہ لاہور میں ایک مجذوب جب آپ کو دیکھتا تھا۔ گالیاں دیا کرتا تھا بلکہ
بعض اوقات آپ کو پتھروں سے مارتا تھا با ایں ہمہ صرف جذبہ خدا طلبی آپ کو کشاں کشاں اس
کے پاس لے جاتا تھا۔ ایک دن وہ دیوانہ فرزانہ آپ پر مہربان ہوا اور آپ کے حق میں اس نے
دُعائیں کیں اور آپ کو باطنی فوائد حاصل ہوئے۔

آپ کے ہندوستان آنے پر آپ کے بعض دوستوں کو علم ہوا۔ انہوں نے کوشش کی کہ
آپ کو شاہ ہند کے عہدہ داروں کے زمرہ میں لے لیا جائے لیکن سلطانِ جذباتِ الہیہ کے سامنے
کسی کی سعی و کوشش کا رگڑ نہ ہوئی۔ دولت دیں اور متاع یقیں کی بادشاہت آپ کو ملنی تھی بھلا
مزخرفات و نبویہ سے آپ کیا متاثر ہوتے۔

ایک واقعہ میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ آپ پر ظاہر ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ مولانا
خواجگی کی خدمت میں حاضر ہو۔ وہاں فتح یاب ہوگا چنانچہ آپ حضرت خواجگی رحمہ اللہ کی خدمت میں
حاضر ہوئے بلکہ اسی دوران میں حضرت خواجگی بھی آپ پر ظاہر ہوئے تھے۔ اور فرمایا تھا اے فرزندِ ہمِ چشمِ براہ
ہیں تم ہمارے پاس کب آ رہے ہو اور پھر آپ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور نسبتِ شریفیہ سے
پوری طرح بہرہ مند ہوئے۔ اس عرصہ میں آپ نے اپنے بعض دوستوں کو ہندوستان حضرت خواجگی
کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے خط لکھا تھا۔ اس میں آپ نے اپنا یہ شعر تحریر فرمایا تھا

من از محیطِ محبتِ نشاںِ ہی دیدم کہ استخوانِ عزیزاں بسا مل او فدا است

اور جب آپ حضرت خواجگی کی خدمت میں پہنچ کر سلطان ملک فخر ہوئے تو آپ نے ایک خط لکھا اور
تحریر فرمایا :-
می گز شتم ز عنسم آسودہ کہ ناگہ ز کیس
عالم آشوب نگاہے سر راہم گرفت

چونکہ آپ حضرت کی خدمت میں پوری طرح صاف و مجلی ہو کر پہنچے تھے چرخ بھی صاف تھا۔ بتی بھی تھی
تیل بھی حاضر تھا۔ صرف دیاسلانی دکھانے کی ضرورت تھی۔ وہ دیاسلانی حضرت خواجگی نے دکھائی کامل
تین دن اور تین رات حضرت خواجگی نے آپ کو اپنے پاس خلوت میں رکھا اور پھر خلافت مطلقہ سے
آپ کو سرفراز فرما کر ہندوستان جانے کی ہدایت فرمائی۔ اور ارشاد کیا۔ وہاں تمہاری وجہ سے اس
طریقہ شریفہ کو رونق ہوگی۔ چنانچہ آپ نے ہندوستان کا قصد کیا اور دہلی تشریف لاکر قلعہ فیروزی میں
جو کہ اب فیروز شاہ کا کونہ کے نام سے مشہور ہے قیام فرمایا۔ آپ پہلی مرتبہ ہندوستان کب تشریف لائے۔
اور بار دوم کب آئے۔ اس کا بیان نہیں ملتا۔ اس کو دیکھتے ہوئے کہ جامع ملفوظات نے لکھا ہے (د
واخر ہا کہ امر شیخت و ارشاد متروک شدہ بود۔ الخ ص ۸۹ قلمی) اور لکھا ہے (فوائد سے کہ دیں دو سہ
سال ازاں حضرت بمستفیدان رسیدہ و در زماں پیش بہ ساہمانی رسید ص ۸۵) اور زبدۃ المقامات میں
لکھا ہے (شاہ عظیم بر علوم مرتبہ ایشان ہیں پس کہ دو سہ سال بر مسند شیخت بودند۔ و دریں مدت قلیلہ
چہ مردم کہ از خوان دولت ایشان روزی مند گردیدند۔ الخ ص ۹۰ قلمی) معلوم ہوتا ہے کہ آپ سہ
ایک ہزار تین یا چار کو بار دوم تشریف فرمائے ہند ہوئے ہیں۔ سنہ ۸۸۰ھ کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ
آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ کو یہ محسوس ہوا کہ جو خدمت مجھ سے پروردگار جل شانہ کو یعنی تھی وہ اسی
مرد عزیز کی تربیت ہے۔ آپ مکاتیب شریفہ میں تحریر فرماتے ہیں (رقعہ ۹۵) شیخ احمد نام مرویست
در سر تہذیب العلم قومی العمل۔ روز سے چند فقیر با دانشست و برخواست کردہ عباتب بسیار از روزگار
اوقات او مشاہدہ کردہ۔ بہ آل می ماند کہ چراغے شود و عالم یا از روشن گردند۔ الخ)

گریہ و آہ و بکا و درود و بند آپ میں بدرجہ اتم تھا۔ بلکہ اگر کہا جائے کہ آپ کو اپنے پدر بزرگوار
سے بیعتیں بوراشت ملی تھیں تو بیجا نہیں ہے۔ آپ کی والدہ مبارکہ جو نہایت مابہ ذابہ و نجس آپ
کی بے قراری اور آہ و زاری کو دیکھ کر جیسا کہ آپ بیان فرماتے ہیں (دوسرے بحر و نیاز بدرگاہ بے نیاز
آوردہ بگریہ و نالہ تمام می گفتند خداوند امرار دفرزند مرا کہ در طلب توا نہ بگسستہ و از لذات جوانی

دست شستہ برآوردہ گرواں یا مرآئندہ گزارد کہ طاقت مشاہدہ اس ناکامی و بے آرامی اور اندام زبذہ
 ص ۱۳۷ قلمی) خود آپ کی یہ بے قراری اور پھر آپ کی والدہ مبارکہ کی یہ دعائے نیم شبی نے جو رنگ دکھا یا یقیناً
 اہل نظر کے لئے مقام صدحیرت ہے۔ زبذہ المقامات کے مولف نے ایک فاضل کا قول نقل کیا ہے
 اُس نے کیا خوب کہا ہے (بعض شیخان بزرگ صاحب حال و قال ویریں روزگار شصت و ہفتاد سال
 و رہند شیخی کو دند معلوم است کہ از ایشان کہ ماند و چہ ماند شاید بزرگی خواجہ شہا ہیں بس کہ پچھل سالگی
 رفتند و دوسہ سال ہدایت نمودند و عالمی را بہرہ ور گردانیدند۔ الخ ص ۱۳۹ قلمی) جو کام پروردگار جل شانہ
 و عظم احسانہ کو آپ سے لینا تھا وہ بہ وجہ اتم لے لیا۔ اور مقتضائے ذرا ایت الناس یدخلون فی دین
 اللہ آفتاباً فیتبع محمد ربه و استغفرہ انہ کان تواباً۔ آپ لقائے محبوب کی تیاری
 میں مصروف ہو گئے۔ سالکان راہ طریقت کو خلیفہ اجل عالی مرتبت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے
 سپرد کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت کے رقعات شریفہ میں سے رقم ۸۴ کو دیکھا جائے۔ اور رقعات شریفہ
 کے جامع نے جو عبادت لکھی ہے پڑھی جائے حضرت میر محمد نعمان بھی آپ کے خاص مریدوں میں سے
 تھے۔ وہ فرماتے ہیں (این فقیر و بندگی حضرت اللہ الاعظم حضرت خواجہ بُود و ایشان ہمہ یاران خود را فرمودہ
 بودند کہ در خدمت حضرت امام المحققین حضرت ایشان بروید و در خدمت ایشان مشغولی کنید و قسم شغل
 کہ ایشان فرمایند بہاں روش مشغول باشید و در خدمت ایشان تعظیم مکنید بلکہ توجہ خود بجانب مانہ کنید۔
 و راں آئنا بہ این فقیر حقیر محمد نعمان فرمودہ کہ میان شیخ احمد آفتابے اند کہ مثل ما ہزاراں ستارہ در ضمن ایشان
 گم اند۔ الخ ص ۱۳۹ زبذہ قلمی)

ہفتہ کے دن پچیسے پروں میں ۲۵ ماہ جمادی الآخرہ ۱۰۱۲ھ کو آپ کے گوش حقائق نبوش نے
 صدائے بآیتہا الناس المظہرۃ الرجعی الی ربہ راضیۃ فاضلی فی عبادتی و ادخلی جنتی
 سنی اور آپ بہ شدت و راسی ملک بقا ہوئے۔ ابقاؤہ للہ و خذہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ و عفرلہ
 و رضی عنہ و قد س س

آپ نے اپنے بعد اپنی والدہ مبارکہ، دو بیواں اور دو پسر خور و سال چھوڑے جن کی ولادت
 سالہ پہلی ماہ ربیع الاول اور چھ ماہ۔ جب کو ہوئی ہے میراث میں آپ سب سے یہ سامان چھوڑا صرف
 ایک روپیہ چند کتابیں۔ ایک گھوڑا اور ایک فرش (ملفوظات ص ۱۳۷ قلمی) یہ ہے عیش فی الدنیا

كَانَ غَرِيبٌ أَوْ غَابِرٌ سَبِيلٍ كِي اَعْلٰی مِثَالِ مِثْلٍ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ - رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ فِي كُلِّ حِينٍ وَآيِن -

تصنیفات

رسائل مختصرہ نماز حقیقی و صوری اور توحید کے بیان میں اور تفسیر اعموذ بسم اللہ و فاتحہ و والشمس و اخلاص و فلق و ناس و آیت ہُوَ مَعَكُمْ و آیت اِیْمَانُ تَوَلَّوْا و ترجمہ دعائے قنوت و رسالہ نامہ تمام درسلوک جو رقعات میں ۶۲ میں درج ہے اور شرح رباعیات رسالہ سلسلۃ الاحیاء اور ۸ رقعات جالفر ۱۱ اور دو مثنویاں دو توارنخ تولد بخور واران اور ساتی نامہ و سلسلہ پیران طریقت اور چند رباعیاں اور چند فرو۔ آپ کے ایک ایک لفظ سے آپ کے سوز و دروں کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے :-

رباعی

صحرائیں زریں حذر کن کہ آستیں ترمی کنم بہ گریہ و افشردہ می روم
آں گلبنم ببلغ تو کنز یک نسیم لطف نش گفتم ام ہنوز کہ پژمردہ می روم

آپ کا نسب

صاحب موقوفات اور صاحب زبدۃ المقامات نے آپ کے نسب کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے۔ البتہ حضرت القدس میں لکھا ہے کہ آپ کے والد ماجد قوم سے خلج تھے۔ خلج کے متعلق قدیم تحقیق یہ ہے کہ خلج ترک قوم کی ایک شاخ ہے۔ سردار فیض محمد خاں ذکر یا صاحب کابلی کی تحقیق یہ ہے کہ خلج افغان قوم کی ایک شاخ ہے۔ سردار صاحب افغانستان کے سردار آورده اور ذی علم افراد سے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کا ایک مضمون چند سال پیشتر یورپ میں چھپ چکا ہے۔ مجھ سے یہ بات خود انہوں نے کہی ہے۔

آپ کی والدہ مبارکہ کے متعلق صاحب زبدۃ المقامات نے لکھا ہے (مخفی) منانکہ والدہ ماجدہ آنحضرت از دو دمان سیادت بود و از قانات نسار الخ ص ۱۳۱ قلمی یعنی آپ کی والدہ ماجدہ سادات کرام

میں سے تھیں حضرات القدس کا پہلا حصہ جس میں حضرت کے احوال شریفیہ ہیں۔ اصلی فارسی اس عاجز کے پاس نہیں ہے۔ البتہ اردو ترجمہ ہے جو لاہور میں چھپا ہے۔ اس میں لکھا ہے (حضرت خواجہ اپنے نانا صاحب کی طرف سے حضرت شیخ عمر یا غسانی تک جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے نانا تھے پہنچے ہیں اور جناب خواجہ کی نانی صاحبہ خاندان سادات سے تھیں۔ الخ صفحہ ۲۱۵) بظاہر ان دونوں کتابوں کی عبارت میں اختلاف ہے پہلی کتاب نے آپ کی والدہ صاحبہ کو اور دوسری آپ کی نانی صاحبہ کو سادات میں سے بتایا ہے۔ اگر حضرات القدس کا اصل نسخہ فارسی کا ہوتا تو شاید یہ وقت نہ نظر آتی کیونکہ اس ترجمہ میں اس عاجز کو کچھ بڑے تصرف آ رہی ہے۔ صفحہ ۲۱۳ پر حضرت کا اسم گرامی اس طرح لکھا ہے (حضرت سید رضی الدین معروف خواجہ محمد باقی قدس سرہ) لفظ سید یقیناً مترجم صاحب کا اضافہ ہے۔ پھر صفحہ ۲۱۵ پر لکھا ہے (حضرت کے والد بزرگوار کا نام نامی قاضی عبدالسلام خلیجی سمرقند قریشی ہے) غالباً مترجم خلیجی کو کسی مقام کی نسبت سمجھے ہیں اور اسی لیے انھوں نے قریشی کا اضافہ کیا ہوگا۔ تاکہ شروع میں جو لفظ سید کا لکھا ہے وہ صحیح ثابت ہو۔ اس عاجز نے اس سلسلہ میں حضرت کے منظوم کلام کو بطور غائر مطالعہ کیا حضرت کی ایک رباعی ہے۔ فرمایا ہے یہ

بدمست من امشب چومہ آراستہ است غم چو پلال لاغر و کاستہ است
اے صبح بروں میا کہ ترکاں مستند دے شب بنشین کہ فتنہ برخواستہ است

چونکہ آپ نے پہلے مصرع میں اپنے محبوب کا ذکر فرمایا ہے اس لیے ترکاں سے اشارہ اپنی طرف کیا ہے۔ آپ نے اپنے کو ترک ظاہر فرمایا ہے۔ آپ نے اپنے فرزند خور و خواجہ محمد عبداللہ کی تاریخ ولادت کہی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں یہ

گلشکرے بوالعجبے دست داد شکر ہندی و گل ترک زاد

آپ نے اپنے فرزند کو ایسا گلشکرے یعنی گلشن بتایا ہے جس کی شکر ہندی کی ہو اور پھول ترک کا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس فرزند عالی قدر کی والدہ کشمیری تھیں اور پدر بزرگوار ترک ہیں۔

حضرات القدس کا ترجمہ احمد حسین خان صاحب نے کیا ہے۔ یہ حضرت کے مزار پر انوار پر بار بار حاضر ہوئے ہیں۔ انھوں نے یقیناً وہاں وہ کتبہ بھی پڑھا ہوگا جو حضرت کے سر ہانے دیوار میں جڑا ہوا ہے۔ اس کتبہ میں پندرہ اشعار ہیں جو پہلے ایک لکڑی کے تختہ پر تحریر تھے اور تقریباً

پچاس سال پہلے پیرجی مظفر علی کے وقت میں سنگ مرمر پر ان کو کندہ کرا کے لگوادیا گیا ہے۔ دوسرا شعر
اس طرح ہے۔

حامی دین نبی محمد اسلم امتیقین موردِ فضلِ گرامی آلِ ختم المرسلین
اس شعر میں آپ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے بتایا ہے جو ساداتِ کرام ہیں۔ اور
احمد حسین خان صاحب وہاں کے متولی صاحبان سے بھی ملے ہوں گے۔ (پیرجی مظفر علی سے) جو
کہ اپنے کو آپ کی اولاد میں سے بتاتے تھے۔ اور اپنے نام کے ساتھ لفظ سید بھی لکھتے تھے لہذا
کچھ بعید نہیں کہ انھوں نے اپنے خیال سے اظہارِ حقیقت کرتے ہوئے سید کا اضافہ شروع میں
اور قریشی کا اضافہ غلطی سمرقندی کے ساتھ کر دیا ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ کسی نے بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں لگایا ہے کیونکہ آثار الصنادید
میں بھی اس کا ذکر ہے جو کہ ۱۲۶۳ھ میں لکھی گئی ہے۔

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی قدس سرہ نے جو کہ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے اجل
خلفاء میں سے تھے اور بعد میں بھوپال میں سکونت اختیار کر لی تھی ۱۲۴۹ھ کو کتاب جو اہر علویہ لکھی
ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں (سمرقندی الاصل کاہلی المولد اند خلیج بودہ اند و از جانب والدہ حضرت شیخ
عمر باغستانی کہ جد مادری حضرت خواجہ احرار اند میر سند) اس عاجز کو خیال ہوتا ہے کہ حضرات القدس سے
آپ نے یہ کلام اخذ کیا ہے ممکن ہے آپ نے بھی مزار پر انوار پر کتبہ لکھا دیکھا ہو اسی لیے خلیج کا اظہار
ضروری خیال کیا ہو۔

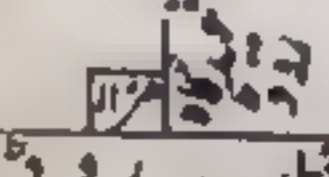
ہندوستان میں بزرگانِ دین کو سید بنانے کی ہم کافی عرصہ سے جاری ہے ممکن ہے اسی جذبہ
کے تحت آپ کو سید بنایا گیا ہو لیکن اس کے ساتھ اس عاجز کو ایک وجہ اور بھی معلوم ہوتی ہے، کہ
کہیں حضرت کو بنا بریں سید نہ بنا دیا گیا ہو۔ وہ وجہ یہ ہے کہ حضرت کے بڑے صاحبزادہ خواجہ
عبید اللہ معروف بہ خواجہ کلال قدس سرہ نے ایک رسالہ لکھا ہے اس کا نام ”مبلغ الرجال“ ہے۔
اس رسالہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں: ”گوید بندہ سرافندہ شرمندہ از کردار تباہ سراپا گناہ خانہ زاد خواجہ
آفاق سبط آل ابی موید الملة والدين الرضی ابوالوقت خواجہ محمد الباقی قدس سرہ احقر عبید اللہ... الخ“
آپ نے اپنے پدر بزرگوار کو آلِ نبی یعنی ساداتِ کرام کا سبط قرار دیا ہے۔ سبط عربی لفظ ہے۔ اور

ازدوئے لغت عربی میں اولاد کی اولاد کو سبط کہتے ہیں چاہے وہ پسر کی اولاد ہو چاہے دختر کی لیکن ازدوئے استعمال پوتے کو حنفید اور نواسہ کو سبط کہتے ہیں۔ یہ استعمال اتنا ذائع اور شائع ہوا ہے اور خاص کر اسلامی دور میں۔ کہ بعض اہل لغت نے لکھ دیا ہے کہ پوتے کو حنفید اور نواسہ کو سبط کہا جاتا ہے۔ دیکھو المنجد میں لکھا ہے۔ سبط ولد الولد ویغلب علی ولد البنت مقابل الحنفید الذی ہو ولد الابن یعنی حنفید پوتے کو کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں نواسے کو سبط کہتے ہیں۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سبط النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا جاتا ہے۔

پانچ سات سال ہوئے اس عاجز کو ایک صاحب نے لکھا تھا کہ حضرت خواجہ قدس سرہ صحیح النسب سید ہیں۔ اور دلیل میں رسالہ مبلغ الرجال کی یہ عبارت تحریر کی تھی۔ اس دن سے یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے بعض افراد اس عبارت سے مغالطہ میں پڑ گئے ہوں۔ اور پھر حضرت کی درگاہ کے متولیوں نے مزید ان کو مغالطہ میں ڈال دیا ہو۔ جو اپنے کو آپ کی اولاد میں سے بتاتے ہیں اور اپنا نسب سید قرار دیتے ہیں حالانکہ

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جاتی کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چنیے نیست
کُلُّکُمْ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تَرَابٍ۔

مبلغ الرجال کی عبارت سے زبدۃ المقامات کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ سادات کرام میں سے تھیں۔ اور آپ سادات کرام کے نواسہ تھے۔ آپ سبط آل نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے۔ اور آپ از بہت پدر بزرگوار قوم خلیج سے تھے جو کہ مشہور اور قدیم قول کی رو سے ترک قوم کی ایک شاخ ہے اور اسی قول کی رو سے حضرت نے اپنے کو ترک بتایا ہے۔ اور اپنے فرزند کو ترک پھول قرار دیا ہے۔ اور سردار فیض محمد خاں زکریا کی تحقیق کی رو سے خلیج افغان قوم کی ایک شاخ ہے اور یہ لفظ حقیقت میں خلیج ہے اور یا نئے نسبتی کے ساتھ غلطی ہے۔ والعلہ عند اللہ تعالیٰ

حضرت کامزار پرنوار پرائی ولی کی فیصل سے (جواب صرف پُرانے نقشوں میں مل سکتی ہے) بہت غرب ہے لاہوری دروازہ تقریباً چار فرلانگ بہت غرب قدرے مائل بہ جنوب قطب روڈ پر واقع ہے جو شمالاً جنوباً ہے۔ اور قطب روڈ سے عید گاہ روڈ جو غرب کو نکلی ہے اس کے مقام اتصال کے جنوبی کونہ پر واقع ہے (شمال)  جنوب) مزار پرنوار چارویں ادی میں ہے۔ بہت شمال مسجد شریف کا صحن ہے۔ آپ کے مزار پرنوار کی شرقی دیوار کے پاس آپ کی والدہ

ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا استراحت فرما رہی ہیں۔ صدیاں بلکہ ہزاروں سال اللہ کے نیک بندے قرب و جوار میں چاروں طرف
راحت کی نیند (نم کنوم العروس) سو رہے ہیں۔ اس عاجز کے دیکھتے وہاں کے فطہین تقریباً تین حصہ
قبرستان کا فروخت کر چکے ہیں جو تھوڑا حصہ (تقریباً چوتھائی) رہ گیا ہے۔ اس کی بھی حالت خستہ ہے اور
آثار اچھے نہیں ہیں۔ کل من علیہا فان۔ البقاء لله وحدہ۔ والصلوة علی رسولہ سیدنا
محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔

جمعہ ۲۹ رجب ۱۳۸۴ھ

۴ دسمبر ۱۹۶۴ء

زید ابوالحسن فاروقی

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ

چٹلی قبر، دہلی

ملفوظات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کلمات جانفزا و سخنان دل‌گشا

ملفوظات شیخہ احوال مبارکہ حضرت خواجہ فیاض الدین علیہ السلام

نوٹ: حصہ اول (بعض تحریرات) است و جلد دوم ملفوظات است مجموعہ میں ہر دو حصے یکے سے الگ ہیں
کہ نام جامع و مولف آل غاہر نہ شدہ البتہ از نظم وے کہ در آخر نوشتہ معلوم می شود کہ وے رُشدی تخلص
می کرد۔ رحمہ اللہ

بعد از حمد و صلوٰۃ نمودہ می آید کہ چوں بسابقہ عنایت ازلی و مہمونی سعادت لم یزلی ایں ذرہ آخر
کہ نام خود را از غایت بے اعتبار می شایستہ اندراج ایں نامہ بلند قدر منی بنید از جملہ باریافتگان در گاہ
نواجہ جہاں پناہ در صحیح حق پرستان قبلہ راستان و درستان مہربانیت و سپہر معرفت النور الاظم و سرالاعظم
صاحب التصرف الالہی و الالافی ابوالوقت خواجہ محمد الباقی النقشبندی الاولیسی مَنِّ اللہ علیہ
العلیمین یبقائے و شرح صد و اسی مسلمین بلفائذ شد اکثر اوقات از ہیبت آل مقام خلوت
نماس راہ پروں و شوار بودے مگر آن کہ لطف عمیم آن دریا سے کرم دستگیری فرمودہ در آن موطن قدس
جائے دادے و در بعضی مجالس کہ آن لسان وقت گہریز شدے بخاطر سوختہ و دل شیدا رسیدے کہ
ایں کلمات جانفزا و سخنان دلگشا کہ سامع می افروزد و پندہ غفلت سے سوز و دل را پروا نگے می فرماید
و دماغ را بہ بہار می آویزد و بر ہوش شیشہ سے شکند و روح را باطلاق می اندازد و در قید کثابت آوردہ
شد و تاہر کہ مزہ حق پرستی و در دل لذت حق شناسی و در ذوق و طلب تحقیق و استعداد داشتہ باشد از مطاعہ
آن خوش رقت شود و بہرہ بردار و آب کہ پر توی از خمیر آن صاحب دل بر وقت حرارت و دراز مضیق
تعلقات غلام جشد کنوں بآں خواہش فائز می گردد حق بنامہ حضرت ایشاں را بر مفارق طالبان
باقی و پائندہ دارد و این خواہر گمان بہا بر صفحہ ظہور آنا فنا جلوه گر باد بالنسب ہی و آلہ الاطہار
الاحباب۔

لے نسخہ شیفہ

معنی مانند کہ ہر جا دیں رسالہ لفظ حضرت ایشان ثابت افتد مراد حضرت خواجہ خواہند بود و آنچه
 از معارف و حقائق کہ از زبان مبارک حضرت ایشان استماع فی افتد چوں قوت مد رک مقرر از
 ادراک کئے آن قاصر بود و قوت حافظہ در ضبط عبارات شریفہ بعینہا غیر دینی۔ اگر در ضمن بیان غلطی
 در لفظ یا در معنی راہ یا بدعقول بر تصور و نقصان حال کاتب حروف خواهد بود و معنی اللہ عنہ و عن جمیع المسلمین
 بعد ذلک خواستیم کہ مجملے از ابتداء احوال کریمت مال حضرت ایشان و استفادہ نسبت و اخذ طریقہ
 از وسائط ما تقدم و رابند اسے این رسالہ نقل کنم برخی از این مخطوطات حضرت یافتہ شد و آن اینست۔
 ابتدائی توبہ از معاصی و در ملازمت خدمت خواجہ عبید کردہ شد لیکن خیال رجوع و عزم ترک
 و رباطن بود و التماس فاتحہ در خطا ہر ایشان از خلفاء مولینا لطف اللہ بودند و مولینا لطف اللہ خلیفہ
 مولینا خواجگی و عبید سے علیہ الرحمۃ بودند چوں توفیق استقامتہ نیافت بار دیگر توبہ و در ملازمت بندگی
 افتخار شیخ کہ در سمرقند تشریف داشتند و از کبار خانوادہ حضرت خواجہ احمد سیوی بودند کردہ
 شد اگرچہ جناب ایشان رضامنداشتند و مے فرمودند شما جو ایند لیکن چوں عزیمت فقیر مصمم
 بود بضرورت فاتحہ خواندند و فرمودند خدا استقامتہ بدہد موافق تفرس آن بزرگواران آن عزیمت
 ہم خورد و خرابی ہائے بحب روسے و ادبار دیگر بے صنع و اختیار فقیر در بندگی حضرت امیر عبد اللہ
 بلخی مدظلہ تجدید توبہ بطہور رسید مقرون بمصافحہ آن نعمتے بود غیر مترقب امید کہ برکات آن مواہبت
 الی یوم القیام بماند القصر چند گاہ دیگر در مقام نگاہداشت حدود بود و باز تا تیر اسم المصطلح آن
 سدر انکست عاقبت بہ ہدایت صمدیت و خواب بشرت ملازمت حضرت خواجہ بزرگ خواجہ
 بہاؤ الحق و الدین صورت توبہ منعقد شد و سبیل طریقہ اہل اللہ بطہور رسید بکم الغریب یقی یتعلیٰ بکل
 حیثیتش بر طرقت دستے انداخت۔ عاقبت بعضے از مخادیم فرمودند کہ ذکرے کہ معنعن تا
 بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم رسد نتیجہ منداست تعطش بر انداشت کہ از ہمان عزیز طریق
 ذکر و مراقبہ اخذ کردہ شد۔ مدت دو سال بر آن ذکر و مراقبہ و ادوار و سلسلہ آن عزیز ملازمت نمودہ
 شد شنیدہ شدہ بود کہ تا سالک مدتی قریب بہ پیل سال میدان لا الہ الا قطع نکند بمنزلی الا اللہ
 نخواہد رسید سادہ لوحی بر آن میداشت کہ مرور زمان را در ذکر غنیمت شمارد و بہمان صورت عبادت
 قناعت نماید ہر چند کہ دیں میان اشارات غیبیہ و رسلوک طریقہ دیگر بطہور سے کردہ قدم استوار را

از جوانی برداشت و در زمین کرم بزرگواران آن طبقه تخم و فیضها را تشنه‌ی آلاء نفس می‌گشت
 انشاء الله العزیز عاقبت دست کرم آن تخم را از جویبار ملاحین رآت و لا اذن سمعت
 سیراب گرداند بالاخره بکشمیر رسیده شد و بلازمت حضرت شیخ بابای والی قدس الله سره العالی
 اتفاق افتاد و از برکات نظرش بهره مند شد۔ الحمد لله والمنة که آن نظرات فتح باب قبول آمد۔
 چون که حضرت شیخ از سلسله عالیہ کشمیریہ نیز مجاز بودند و استعداد طالب متوجه آستانه آن بزرگواران
 نقیحات ربانیہ از دریچہ پهل خالواد اقبال فرمود و بعد از انتقال آنحضرت بدارالقراری غیب معهوده خولها
 جلوه گزید و ارواح طیبات ایشان در بشارت نمودن گرفتند و تلقینات فرمودند و همین توجیه
 ایشان آن نسبت را قوی پیدا شده و ایره غیبت و سعی پیدا کرد و راه روشن شد و فی الجملة جمعیت دست
 و او تا آنکه بجنب غنایت ایشان بخدمت مخدومی حقایق پناهی ارشاد و دستگیری حضرت مولانا خواجی
 انگلی رسیده شد و بطوع و رغبت خود جمعیت و مصافحه بدست آورده و طریقہ خواجگان اخذ کرده شد
 و بطریق ملازمت آنحضرت و ارواح طیبہ خواجہ نقشبند و خلفاء ایشان در سلک افتادگان این راه
 و نیازمندان این درگاه و رآند شد اللهم اجبت مسکیننا و امثینہ مسکیننا و احسنہ فی
 فی زمرة المساکین و السلام علی من اتبع الهدی انتهى کلامه۔

شنبه غره صفر ختم الله بالخير والظفر سنة تسع والفت

سعادت حضور روی داد و درین اثنا راس فقیر را دل بجا سینه آویخته بود و چنانچه خطر از بسیار
 می آمد و تشویش میداد بزبان باطن همه از حضرت ایشان درخواستم که ازین تشویش خلاص یابم۔ زمانی
 بریں بگذشت که از محاسن آنکه خداست از دور و رآند و سلام کرد و عنایت بسیار و باره او فرمودند و امر
 نشستن کردند بعد از زمانی به لفظ مبارک رآند که که خدائی سه ضرر دارد۔ ضرر اول بنفس عاید شود چه نفس
 را باعث شهوات پیدا آید مثل مار سه بازو که بچیرکت جنبش افتاده بود۔ ناگاه آفتاب باور رسید جان تازه
 یافت این زمان از قید احاطه بدر میرو و علائقش آنکه منکام و شهوت کامرانی نکرد و عنان اختیار کشیده

دارد ضرر ثانی بدل راجع گردد و آن بر طرف شدن یقین است چه درین محل فتور سے در یقین راز قیئت
 رزاق حقیقی و نقصانے در توکل بحق سبحانه راه یابد علاجش آنکه غم روزی نباید خورد که رزاق علی الاطلاق
 ضامن عباد شده است بهمدین محل فرمود که توکل نہ آنست که ترک اسباب کنند بنشینند چه این سوء
 ادبی است بلکه اقامت بسبب مشروع مثل کتابت و غیره میباید کرد و نظر بر مسبب میباید انداخت
 زیرا که سبب مثل دروازه است که حق سبحانه برائے وصول مسبب ساخته و درین میان کس دروازه را
 بر بندد که از بالا خواهد بر تافت بی ادبی کرده باشد چه دروازه بنا کرده اوست و ولایت دارد بر اینکه کشاده
 بنشیند بعد از آن اوداند خواه از راه دروازه فرستد یا از بالا بر تابد و آنها که بنشینند و در بر بندند و نظر بر فتوح
 دارند ازین باب است چه با وجود قدرت بر کسب نظر بر فتوح داشتن بیهمتی و ترک اسباب است
 ضرر ثالث بروج راه یابد و آن سحسی انجذاب است که از فراطیل بصورت جمیله پیدامی شود چه روح میل
 انجذاب حق است سبحانه و در مانیکه میل بصورت جمیله پیدا گردد و انجذاب آنجناب کین رفت علاجش آنکه میل
 مفراط بصورت جمیله پیدا نکند چه کسیکه درین نشاء بعشق صورت مبتلا ماند تا بدور حجاب عظیم است و اگر آن صورت
 نامحرم باشد در آن نشاء تواند بود که بشکل کریمش مبدل سازند و او را بدان مبتلا گذارند و در آن وقت بے
 از لذت حضور بحق سبحانه بشام او نرسد و آنکه بعضی عشق صوری را طریقی نهاده اند محل تامل است و در طریقه
 عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحهم بغایت مُبَعَّد است بهمدین محل فرمودند که در بعضی کتب مسطور است
 که خواجه بزرگ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ بہ بعضی غلیظ الاستعدادان در آوان ابتدا احیائاً
 باین روش مداوم میکردند که عشق صوری پیدا کنید بعد از آنکه پیدامی گردند کمال به تعلقی شان باصل آمده
 چنانچه غیر از ہماں یک تعلق تعلق دیگر نمی ماند پس بانکہ تصرف دل آنها را از محبت صورت می گذرانیدہ
 اند لاجرم چون جمیع علائق مرتفع می شد حضور و آگاہی شان پدید می آمد و درین عمل حضرت مبتنی بر آن مشاء
 فقہ است اگر طبیب حاذق بہ بیماری امر با تکاب شی حرام کند کہ علاج منحصر درین است از تکاب آن جائز
 است نزد بعضی ائمہ و صاحب کشف المحجوب کہ از امامان طریق است تکفیر قومی کہ با بااحت این امر فایل
 شدہ اند کردہ چه جائے آنکہ مدار سلوک برین نہادہ باشند و حضرت خواجہ بزرگ نہ آنست کہ باہل این سلوک
 امر باین کار میفرمودند بل کسانیکہ میل در آمد طریق میداشتند و در استعداد او شان قبول طریق حضور و آگاہی
 ابتدائے بود در آوان ابتدا چند روز درین کار میگذرانستہ اند و بمقتدا علی میرسانیدہ اند و درین اثنا بندہ

در گاہ عرضداشت که اگر کسی را در عین سلوک طریق حضور ابتلا باین بلا واقع شود علاجتش چه کند فرمودند، اگر مُرشدی داشته باشد باو بگوید تا بتصرف او را ازین مملکت بر آرد یا سفر اختیار کند آن شهر را بگذارد و چون او در ورزش نسبت حضور و آگاهی بجای خواهد بود او را محبت مفرط خواهد بود و سفر بر و چنداں شاق نخواهد آمد چه حضور خاصیت دارد که در برابر او هیچ چیز را لذتی و رونقی نماند و این بیت را در اشاره به تحصیل دوام آگاهی خوانند

بیت - چند گاه بے لب و بے کام باش
بعد ازان بنشین و یارِ جام باش

بعد ازین موافق این سخن فرمودند که حضرت خواجہ ما خواجہ احمد اقدس اللہ سرہ مخلصے داشتند۔ ملا لطف اللہ نام مردی منبسط بر مطابہ بود چنانچہ بعضی اوقات حضرت خواجہ را خوش می آمد باو سخن میکردند روزی ازو پرسیدند کہ ملا لطف اللہ اگر کہ خدا شوی چه طور زنی خواهی خواست۔ گفت سبز و شیریں۔ فرمودند کہ اندک زمانے شیرینہا خواهد رفت ہمیں سبزی خواهد ماند۔ ہم دیں محل فرمودند کہ از اکابر بیچ کس بکمال صورت متوجہ نمائندہ است و حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی کہ از پیشروان این قافلہ بودند در آخر تبری ازین نمودند چنانچہ احوال ایشان و بسیاری از سخنان ایشان دلالت بر این معنی دارد۔ و ازان جمله است این رباعی۔ رباعی

رفت آنکہ بے قبیلہ بُستال رُو آرم
حرفِ غمِ شاں بلوچ دل بہ نگارم
آہنگِ جمالِ جاودانی دارم
شمسے کہ نہ جاوداں ازو بیزارم
انتہی کلامہ سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ چون کاتب از مجلس برخاست دل سر دی تمام ازان علاقہ دست داده بود و بالکلیہ مرتفع شدہ۔ الحمد للہ و المنة۔

یکشنبہ دوم صفر مختم اللہ بالخیر والظفر سنہ مذکور

دولت زمین بوس رُوئے داد از حاضران شخصے از معنی حضور بے مزاحمت نفی و اثبات کہ در مسائل این طریقہ عالیہ واقع است استفسار کرد۔ فرمودند چون حضور صاف بخود قائم دست و ہر مزاحمت نفی و اثبات را کنجائش نماند ہم دیں محل بر لفظ مبارک رلدند کہ تا حضور ذاتی کہ حضور صاف عبارت ازان است سالک را حاصل نشود از تقید توحید جسمانی خلاص نیاید چه توحید صوری در مراتب اجسام

می باشد چنانچه وجود جسمانی خود را و غیر را وجود حق دانند و درین وقت تمیز و تفرقه باقی است روح بقا و انحلال
 نرسیده است زیرا چه روح است تمیز هر چیز این موجد توحید که مقرر علمائے دین و موفیائی محققین است
 رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نرسیده و آن عبارت از مدلول کریمہ و اللہ من ذرّائہم حیط کہ تنزیہ
 صرف کہ منزہ از صفات تنزیہ است تا فروغ حضور ذاتی در نگیرد و روح را بقا و انحلال نرساند حجاب
 از چهرہ مقصود بر نہ افتد اگر چه آن حال لمحہ باشد و این همان قدر کہ در تقدیر رفته است روئے می نماید
 علی تفاوت الاستعداد پس ہمیشہ منتظر باید بود کہ حق سبحانہ بوجد و مویوب حقانی کہ مقربان خود را بد آن
 مخصوص گردانیده است مشرف سازد و این جا کسب را اصلاً و خلی نیست محض بموہبت و بی تعالی و
 تقدس دست و پادریں مقام مضمون این مصرع -

از علم گذشتیم و معلوم رسیدیم

واضح گردد - ذَالِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۵

پنجمینہ - ششم صفر نہ مذکور

بدولت حضور مشرف شد سخن در تحقیق محبت ذات و محبت صفات رفت بر لفظ مبارک
 رانند کہ محبت صفات آنست کہ کسی شخصے محبت دارد و ازین جهت کہ او عالم است یا شجاع و درین
 وقت محبت او منوط بصفت علم و شجاعت باشد چنانچه اگر این اوصاف از او مرتفع شود محبت او ہم نماند
 و محبت ذات آنکہ او را دوست دارد بی ملاحظہ بیچ صفتی نہ در وقت اتصاف او بصفتی در محبت ترا بیے
 و نہ در وقت عدم اتصاف نقصانی ہمدریں محل فرمودند محبت ذات اہل شہود کسی راست کہ غرض غموش
 در میان نباشد چنانچہ بعضے ازین جهت دوست دارند کہ از مشاہدہ اولذتی و سروری در ایشان پیدا
 شود و بعضے جهت نہ بینند محبت بذات صرف او دارند اگر و درین مقام تجلیات جمال اولذت و سرور
 بایشان رسد بیچ منافات بجهت ذاتی ندارد بلکہ این کمال محبت ذاتی است ہم و درین محل کتابی از مصنفات
 حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی کہ پیش حضرت ایشان نہادہ بود برداشتند و کشادند - این
 حدیث قدسی بر آمد کہ مَنْ قَتَلَهُ مُحِبَّتِي قَاتَا وَلَيْتَكَ بَيَانِی عَالِی فرمودند کہ حق سبحانہ بیان طریق مراقبہ

فرموده است کہ ہر گاہ محبت ذاتی بر تہ فناء ماتت برسد محب بذوق یافت و تجلی ذات فائز گردد و اینجا دیت ہمیں ذوق یافت است کہ بعد از فنا در محبت ذاتی بظہور میرسد یعنی طریقہ مراقبہ مذکورہ کہ عبارت از ظہور محبت ذوقیہ است البتہ موصل بمقصود است۔ بعد از این سخن فرمودند کہ مدار طریقہ ما بریں سہ چیز است۔ رسوخ بر عقائد اہل سنت و جماعت۔ و دوم آگاہی و عبادت۔ ہر کرا وریکی ازین ہا فتویٰ رفت از طریقہ ما بر آید فنعوذ باللہ من الذل بعد العز و من الرق بعد القبول ہمدین محل محرر این سطور عرضداشت کرد کہ آرزو دارم کہ ہر چہ در حضرت عالی مذکور می شود با جازت آنحضرت در قید کتاب آورده شود۔ بعد از خواہش بسیار فرمودند بنویس و بمن نمائی۔ خوشحال شدم و فرحت عظیم بمن روی نمود بخاطر آوردم کہ این دولت بس عظیم است کہ نامزد روزگار من شدہ و غالباً این خوش حالی نفسانی بودہ است۔ مجلس چند کہ بے اجازت نوشتہ بودم در نظر مبارک در آوردم فرمودند این نوع سخنان در کتب مردم بسیار است چہ احتیاج کہ بگوئید من از فلانی شنیدم عرض کردم کہ مرا بتو این سخنان باطن نورانی میگردد و قوت فہم سخنان اکابر روی می نماید و راہ روشن می شود فرمودند کہ اگر شمار اباین نوع سخنان سری است چیزے ازین علم بخوانید نوشتن چہ در کار است ننویسید کہ نفس شمار درین جا دخل است لاجرم دست از آن دولت کوتاہ کردہ آمد و خاطر ارادہ منصرف شد۔ ابیات

مرا این غول نفس دیو کردار / ننگد اندر خرابی ہائے بسیار
کنون زیں باد یہ تا کار و انم / لگر گو گس رساند استخوانم
تا آنکہ در شہر رمضان المبارک سنہ مذکور عنایت الہی در کار شد و طالع یاوری کرد و غنیچہ امید بشکفت و از چہرہ مقننہ و پرہ بر افتاد و نخل سعادت بہار آمد یعنی جناب میاں شیخ احمد سرمندی و غیر ہم کہ از مقربان و مقبولان در گاہ خلایق پناہ اند تقریبی ساختند و مکرراً درخواست قبول این امر خطیر کردند۔ بعد از تأمل و تردد بسیار قبول کردند و فرمودند سخنی کہ در طریقہ دخلی داشتہ باشد بنویسند و حکایات و معاملات مشائخ را کہ مذکور می شود بیان ضم ز سازند و کافی راست نہ کنند چون آرزوی این فقیر یہ نیل این مراد سابق بود و بواعث نفسانی و ودعی تبیی و برین مدت بگوشہ رفتہ و بی قوت گشتہ لاجرم این دولت باز بن انتقال کرد و این سعادت نامد و طالع این شوریہ

شد۔ بیت

مور مسکین جو سے اشت کہ در کعبہ رسد دست در پائے کبوتر زود ناگاہ رسید
 حسب الامر العالی حکایاتی کہ در خلال مجلس اقدس مذکور می شود ہر چند فوائد عظیم در ضمن آن
 مندرج میسود حتی الامکان زبان قلم اذان نگاہ داشته آمد الا در جائیکہ تحریر سخن حضرت ایشان موقوف
 بر آن بود اکنون بتائید الہی واستمداد از ارواح طیبہ حضرت خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم و
 استعانت از باطن اقدس حضرت ایشان دریں امر شروع نمایم ونعوذ باللہ من الخلل والزلزل۔

پنجشنبہ یازدہم ماہ رمضان المبارک سنہ تسع و الف

بسعادت زمین بوس مشرف شد بعد از افطار مروے از صوفیان شیخ جلال تھانیسری بملازمت
 آمد نظامہ این مرو قبل از افطار آمدہ بود و منتظر طعام خیلگی برداشتہ و این شخص ہمیشہ بعد از ادای
 تہجد طعام میخوردہ است و صوم دوام میداشتہ حضرت ایشان این معنی روشن گشتہ حاضران را مخاطب
 ساختہ فرمودند کہ روزہ داشتن در صفت حق سبحانہ آمدن است۔ چون او تعالیٰ و تقدس از اکل و شرب
 منزہ است بندہ میخواہد کہ زمانی متعلق باین خلق شود لیکن اظهاراً للعجز بآمد کہ سحر بخورد و آنگاہ بادی و عجز
 در روزہ شروع نماید تا از دائرہ بندگی بر نہ افتد و قدرت و قوت کہ صفت خاصہ اوست عز و علا مخصوص
 در او انیدہ بود و ہمچنین قیام لیل نیز در صفت حق سبحانہ درآمدن است۔ چون او تعالیٰ و تقدس منزہ
 از نوم است بندہ درین صفت با و اقتدا نمودہ قیام لیل شروع می نماید باید کہ گستاخانہ با حول و قوہ خود
 درین صفت در نیاید و اول شب بطعام تعبیل نماید تا عجز خود عرضہ دادہ باشد۔ آن مرو فی الحال از وضع
 باقی برگشتہ طعام طلبید و گفت اگر طعام حاضر باشد بخورم گویند این مرد بغایتی بر قرار داد خود را سخ بود کہ
 بنیت والدین ہم اول شب طعام نخوردی۔ ہمیشہ بعد از تہجد و تراویح تناول کردی و پیوستہ صائم بودی
 بعد ازان برائے کاریکہ آمدہ بود عرضہ داشت و باز گشت ہمدین محل فرمودند کہ در فوائد الفواد دیدہ شدہ
 است کہ او اہل حال روزگاری ابراہیم او ہم قدس سرہ قوت خود بہیزم کشتی میکردہ اند در ان ایام از عبادت و
 بندہ است ایشان آمدہ است کہ تمام شب قیام کردی بر ایشان تحقیق شدہ کہ لقمہ او پریشان است، با و

فرمودہ اند میتوانی کہ روزے چند از طعام مابخوری ولی راضی شدہ در دوسہ روز بیکت لقمہ پاک کار
او بجائے رسید کہ در سنن موکدہ ہم تعادی از و نمیدہ مے شد انتی کلامہ سلمہ اللہ تعالیٰ و البقاء ظاہر اقیام
او نفسانی بود و بطیف لقمہ پاک نفسانیہا نابود گشتہ بجائے او حقانیت متولد شدہ باشد واللہ اعلم

چہار شنبہ بست و یکم شہر شوال سنہ مذکور

ساعات حضور رومے و ادنفحات الانس مطالعہ می کردند سخن در جاہ افتاد فرمودند شیخ ابو
عبد اللہ حنفی جہی داشت کہ مشاہیر روزگار و دختران خود را برائے افتخار و تبرک برسم نیاز پیش او
آوردند و او بنکاح گرفت و بجای ہر کدام یکی را از زمان سابق طلاق گفتہ ہم چنین تا ہفتاد زن
بہم رسیدہ بودند و بہ بیچ کدام ازین ہا نزدیکی نکردہ چوں ایشان را دریں معنی توہمی بخاطر آمدہ ہمہ اینہا
جمع شدہ پیش یکے ازینہا کہ صاحب جمال و دختر وزیرے بود و خدمت شیخ بسیار کردے و شیخ باو
میلے داشت آمدند و از حقیقت حال استفسار کردند وی گفت : ایں قدر دایم کہ روزے دست
من بگریبان خود فرو برد . دیدم کہ از سببہ او تا ناف ہفدہ گلولہ برآمدہ بود . سر آں پرسیدم گفت اینہا
از مرصبر است کہ از مثل تو نازنینی خود را نگاہ میدارم . ہمدین محل فرمودند کہ حق سبحانہ تعالیٰ مقتدایان
را در ہر زمان بطورے میدار و کہ صلیح مریداں آنوقت در آنست ہمانا مریداں آنوقت را کہ خدائی
مضر بود . درین اشارہ مجذوبی از حاضران سوال کرد کہ اینہا کہ حکم کردہ اند و اشارت بزرگانہ کرد کہ در
نفحات مذکور اند و تشخیص احوال مشلح نمودہ اند کہ فلاں بزرگ چناں بود و آن دیگر چنین . مگر در
روح محفوظ حال او را دیدہ گفتہ اند یا بقیاس و تخمین فرمودند کہ ہرچہ میگویند بالہام حق سبحانہ تعالیٰ
یا بتفرس کامل کہ ایشان را حق سبحانہ تعالیٰ عطا کردہ است و ریافتہ حکم میکنند و ہر کدام بر اندازہ صفات
خود کہ از مبداء صفات قیاض البیینہ ایشان شدہ است پینیسے می نمند . ائمہ جہتین از معانی قرآن
نکات علوم شرعیہ استخراج کردند و اولیاء اللہ حقائق و معارف ازاں معانی فراگرفتند ہم دریں محل
فرمودند کہ شخصے از حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ پر سید کہ شما از اہل بیت آل سرور صلی اللہ علیہ وسلم و از
شما قریب ترے نبود شما پینیسے گفتہ باشند کہ بدگیران . گفتہ اند چنین نیست آنچه بدگیران گفتہ اند بما ہم

گفتند اند و آنچه با گفته اند ہمہ گفته اند اما مارا فہمے و دریافتے وادہ اند کہ بدیگران ندادہ اند و ایں دو بیت
از مثنوی خوانند

اہل دین از دور نامت بشنوند تا بقعر تار و پودست در روند

بلکہ پیش از زاون تو سال ہا دیدہ باشند ترا بحال ہا

باز آن مجذوب عرضہ داشت کہ اَلْجُتُّہُ یُحْطِی وَ یُصِیْبُ یعنی خلاف اولیاء نیز از مقولہ خلاف
ائمہ شریع است۔ فرمودند خطائے این طائفہ در مفهوم کلام یک دیگر است نہ در اصل مسئلہ۔ وراصل
ہمہ متفق اند خطا در مفهوم کہ وہ اندازان رو کہ قائل فصیح نیست۔ در عبارت او قصور سے است کہ
مدلول مفهوم نمی شود یا از ان جہت کہ حال ایں بحال آن دیگر برابر نیست۔ زوائد احوال اور بحسب حال
نور زنگب و دیگر فراگرفتہ و تخطیہ کردہ است و تخطیہ شیخ علاء الدولہ سمنانی نسبت شیخ محی الدین ابن
عربی از قسم ثانی است۔ ورنفحات مذکور است کہ بعضی از فضلا کہ بہرہ و ایشان معتقد اند تحقیق فرمودند
کہ مخالفت بینہما جزو در مفهوم نیست والا در اصل مسئلہ بیچ نزاعی ندارد لیکن آن فاضل مخالفت را
از قسم ثانی ندانستہ و عدم فہم را عند سے نیادودہ۔ و ہم ورنفحات مذکور است کہ شیخ علاء الدولہ در حاشیہ
فتوحات نسبت بہ شیخ نوشتہ است اَیُّہَا الْحَقُّقُ اَیُّہَا الصِّدِّیقُ و در جای تخطیہ و تکفیر کردہ است
ایں سخن مقومی آنست کہ تخطیہ بحسب عدم فہم است یعنی آنچه یافتہ است قبول داشتہ و آنچه نیافتہ نفی
کردہ اصلاً نفس را و ایں جاثباتہ نیست باز آن مجذوب عرضہ داشت کہ اینہا استغناء او را آورودہ بودند
کہ چنین شدند یا بتوبہ مرشد بمراتب ولایت رسیدند۔ فرمودند کہ ہم ایں بود و ہم آن چہ استاد کیما کہ
از چہ جوہر مثل سیلاب و مس و غیرہ غلامی سازد و از خاک نمی سازد۔ بیت

بس نکتہ لطیفست بماید کہ تا کسی مقبول طبع مردم صاحب نظر شود

لحقی سخن در احتیاط لقمہ افتاد از اکابر عزیز سے را نام بودہ فرمودند کہ او گفته است کہ وقت طعام
خوردن حاضر باید بود کہ بغفلت خوردہ نشود چہ لقمہ بمشایہ تخم است اگر از سر حضور بکار رفتہ است
حضور می آرد و الا پریشانی و غفلت اگر چہ لقمہ پاک ہم باشد از حاضران فقیر سے والی کرد ازین با
ظاہر می شود کہ اگر بشہت ہم بخورند و حاضر باشند حضور آرد و فرمودند چوں نہ اما در آرام البتہ قنوی
خواہد رفت و راہ ترقی جزو دام آرام نیست۔ صاحب آرام مثل سائلے است کہ بود و کریم البتہ دہ است

و پیوسته طلب میکند لاجرم چیزے باو میرسد و موافق این سخن این حدیث خوانند مَنْ دَقَّ بَابَ الْكَرِيمِ
 دَکَّ کَیْجَ وَ کَیْجَ وَ اگر آرام ندارد و قلقی خواهد داشت. صاحب این قلق مثل سائے است که بر در کریم است
 و این طرف و آن طرف بهمات هم میگردد و شکایتے دارد که بمن نمی دهند و چرا نمی دهند. درین حال
 باو چیزے نمی رسد. این فقیر سوال کرد که درائے آرام و قلق حالتی دیگر هم است. فرمودند که حالت طلب
 ازین دو بیرون نیست. یا آرام است یا قلق. و هر که هیچ ازین دو ندارد و طالب نیست. هم درین محل
 فرمودند که لقمه شبیه مثل دو دوسے است که میان رانی و مرئی حائل می شود و چهره مقصود را از نظر می پوشد
 و آنکه بحضور الهی آشناست می فهمد و در قلق می افتد و بعضی از عزیزان مریدان را از دو سفر منع میکردند
 از منظر اسماں چه اوقات آنجا اکثری احتیاط بوده لاجرم مریدان ضرر میکرد و از مقصود باز می داشت
 و از سفرین چه آنجا حسن بسیار است تا ناگاه گرفتار حسن نشوند و از راه بازمانند و آنکه بعضی اذن به عشق
 صوری میکرد و اندر خود وقت تصرف باز داشت آن می یافته اند و در مرید استعدا و آن می دیدند که کار
 او بی این پیش نمی رود و اما از عشق صوری کسے بجائے نمی رسد و بسیار مضر است آنچه کسے را بجائے
 می رساند راه باطن او است و این ابیات خوانند.

ابیات

ذات تو خردین تست و کیسه ات	و ر تو را یعنی خود و کیسه ات
کیسه و خردین تو هم ذات تست	و پس برونی با همه آفات تست
همچو نابینا مبر بر سوائے دست	با تو در زیر تعلیم است هر چه هست

روزے یکے از مخلصان را پریدند که در ملازمت مابچه نیت می آئی عرفه کرد و بنیت آنکه
 مسلمانی شوم. فرمودند مراد همین است بعد این فرمودند مسلمانی تسلیم و انقیاد است مرا احکام ازلی تا
 تجلی ذاتی بروی اتم نشود و مسلمان شدن مشکل است. مصرعه
 این مشو آن مشو مسلمان شو

روزے بعضی از علماء که بشری ملازمت آن آستان مشرف اند و شرح باعیات که
 از مسودات قلم حقائق رقم حضرت ایشان است برین سخن که صور علمیه عکس اعتبارات و حیثیات
 ذات است و نمودن ارجیات کائنات عکس العکس یعنی عکس آن صور علمیه است که بر آئینه ذات افتاد

شبه داشتند که اگر عکس صور علمیه بر ظاهر وجود افتد۔ نہایت ذات حق و محلیت وجود مطلق تعالی شانہ لازم می آید۔ ہمدین وقت حضرت ایشان بر وقت آنها رسیدند۔ پرسیدند کہ چه مذاکرہ میرفت چوں شبہ خود را مقرر ساختند حضرت ایشان در جواب آن فرمودند کہ بی نہایتی حق سبحانہ تعالی نہ بآن معنی است کہ در اجسام است باعتبار طول و عرض بآن معنی است کہ بی تعین و تمیز است و بیکر محل آنصور ذات نیست کہ محلیت لازم آید بلکہ محل آن وہم است چنانچہ صورت متنقش در آئینہ نہ درون او نہ بدون او است اما وہم حکم میکند کہ بر ذریعہ آئینہ است و محل او خیال است کہ آنرا مثال متصل گویند و آئینہ ہمچنان برصراحت بیزنگی خود ہمدین محل فرمودند کہ توبید حاصل می باید کرد تو بید محققین از علمائے متکلمین لا ہو ثری فی الوجود إلا اللہ است یعنی تمام قدرت خود را بحق سبحانہ دادن و خود را از ان خالی ساختن۔ اگرچہ بعضی از متاخرین علماء قدرت موثرہ را ببنده ہم فی الجملہ اثبات می کنند و توحید ایشان لا معبود إلا اللہ است اما مذہب اصح ہمانست کہ لا مؤثر فی الوجود إلا اللہ و صوفیہ چنانچہ فعل و قدرت را منسوب بحق می کنند۔ باقی صفات سبعہ را مثل علم و سمع و بصر و حیات و کلام نیز منسوب بحق میکنند و می گویند لا معبود إلا اللہ بالجملہ توحید حاصل می باید کرد اگر آن عکس یا عکس معلوم نشود و در قیامت مواخذہ خواهند کرد و ہر چند ازین توحید خاص نخواہند پرسید و آنچه تکلیف بآن کردہ اند معنی لا معبود إلا اللہ است اما چون اخلاص تام بی این توحید کہ مقرر صوفیہ است پیدا نمی شود و لا اللہ الا اللہ الخالص ضرورت این توحید حاصل میباید کرد تا اخلاص پیدا شود۔ وصل۔ روزے مقامات شیخ حسین خوارزمی قدس سرہ مطالعہ میکردند تعریف شیخ خلیل اللہ کیکی از خلفائے شیخ بود بسیار کردند و فرمودند تب جاہ از و بر طرف شدہ بود باین تقریب فرمودند کہ جاہ و دجاہ است یکی جاہ عند الناس کہ از بقایائے نفس است آن خود بطور این طائفہ شرک است و جاہ عند اللہ کہ از بقایائے روح است و آنکہ گفتہ اند کہ اخیر ما یخرج من رؤس الصید یقین حب الجاہ مراد قسم ثانی است از و این جاہ بر طرف شدہ بود۔ چنانچہ چند تن از مریدان کہ ہم در طریقہ ایشان استعداد شایستگی پیدا کردہ بودند نزدیک مزار اومی بودند و خلوت می بر آوردند و ہرگز جای نرفتند و شیخی نکردند و این از آثار آن نظر است و ایضا ہم دین مقامات مذکور است کہ یکے از موفیان شیخ را قدس سرہ حالی پیش آمدہ بود و شیخ عمر نہ داشت کہ من خود را در صحرائے نورانی بحق سبحانہ حاضر مییابم و در وقتے کہ

بایاران نشسته ام ازین غایبم و در آن صحرای حاضر شیخ او را اشارتی داده فرمودند که خلوت در انجمن که در
سلسله عالیہ نقشبندیہ میگویند این است حضرت ایشان فرمودند که خلوت در انجمن که درین سلسله مشهور است
چیزی دیگر است و این چیزی است که مبتدیان این طریقہ را در دوسر روز روزه می نمایند. لختی سخن از
استقامت شیخ نورالدین رفت و این شیخ نورالدین از مشاہیر علمای پنجاب است و بسیار از مردم آن
صوبہ یاد مریدانہ فرمودند کہ او بصد و بیست سالگی رسیده بود و بغایت ضعیف شدہ اما نوافل بسیار
می گذارد و شبها احیاء میکرد و در عمل کوشش بلوغ داشت. گویند شی سال پہلوی خود بر زمین نہادہ
بود. از حاضران شخصی عرض داشت کہ ہرگز از ایشان حقائق و معارف شنیدہ نمی شد. فرمودند، آدمی
بشرائع مامور است نہ بحقائق و معارف و آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم هیچ کس تکلیف بمعارف صوفیہ
نمی کردند ہمیشہ تلقین شریعت می کردند و چہ عظیم سعادتے کہ کسی بر متابعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بود و در عمل کوشیدہ باشد و نیز فرمودند کہ معرفت را اقسام و مراتب
بسیار است. اگر از حقائق و معارف نصیبی وافر داشتہ باشد بہتر و خوبتر اصل کار بر شریعت بود ان است
می فرمودند کہ توحید سالم آنست کہ نقائص را بیقین خود کہ انابر سر آدمی افتد اضافت کنی و از استعداد
او شماری و کمالات را بحضرت اطلاق راجع داری ہر چہ کہ محقق لا مَوْجُودِ إِلَّا اللہ باشی. شخصی
از حاضران سوال کرد کہ آنکہ شیخ ابوعلی فارمدی قدس سرہ فرمودہ است کہ میتواند کہ سالک متخلق شود
بجميع اسماء و صفات الہی و مہنوز واصل نباشد بآن سخن مشہور تناقض دارد کہ تخلق باخلاق الہی بعد از
وصول حاصل میشود. فرمودند کہ در کلام ایشان لفظ تواند واقع شدہ پس میتواند کہ بعضیہا را در زمان سیر
الی اللہ پیش از وصول نیز دست و پا اما اکثر آنست کہ بعد از وصول بمقام سیر فی اللہ حاصل شود.
لیکن اگر کسی اصلاح سازد تخلق قبل از وصول را تخلق گوید و بعد از وصول را تحقق مناسب است.

چهار تنبہ سیر دوم ذی القدر سنہ مذکور

سعادت زمین بوس رُوسے داو سخن در تعدد پیر افتاد بر لفظ مبارک راندند کہ پیر سہ است
پیر خرقہ و پیر تعلیم ذکر و پیر صحبت. پوشیدہ نمازند کہ پیر خرقہ آنست کہ خرقہ ارادت از او پوشیدہ باشند و

از کسے کہ خرقة تبرک و اجازت یافته باشند۔ در اصطلاح این طائفه او را پیر خرقة گویند و پیر تعلیم
 ذکر ظاهر است۔ و پیر صحبت آنکه با وصیت داشته و از صحبت او منافع و ترقیات حاصل کرده باشند
 ہمدرین محل فرمودند کہ در سلسله چشتیہ و سہروردیہ در ہندوستان مدار بر خرقة است پیر مطلق با اصطلاح
 اہل این سلاسل پیر خرقة را گویند و لهذا تعد و پیر را قبول نہ داند و پیر تعلیم و صحبت را امر شد گویند موافق
 این سخن بزرگی را نام برده فرمودند کہ در رسائل خود نوشته کہ تعد و پیر خرقة مکروه است و ہم چنین پیر تعلیم اما
 پیر صحبت می تواند کہ متعدد باشد بشرط اجازت پیر اول یا فوت صحبت او۔ بعد ازین سخن فرمودند کہ
 آری پیر خرقة متعددی باشد اما پیر تعلیم همچو پیر صحبت متعددی باشد و معمول سالکان است و فرمودند
 کہ در سلاسل خرقة را معنعن از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اسناد می کنند و ذکر معنعن بیان
 نہ کردہ اند۔ اما در سلسلہ نقشبندیہ و کبرویہ ذکر معنعن از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم رسد است
 از حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الی یومنا ہذا و در سلاطین
 نرفتنہ ہم درین محل یکی از حاضران سوال کرد کہ آنکہ میگویند کہ در سلسلہ عالیہ نقشبندیہ طریقہ رابطہ از حضرت
 صدیق اکبر و طریقہ ذکر از حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما رسیدہ چون است۔ فرمودند ذکر سے
 کہ درین سلسلہ است کہ آنرا اوقات عددی خوانند بطریقہ معہ و مثل حبس نفس و ضم محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ و علی آلہ و سلم باوے از حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ معنعن رسیدہ است و طریق صحبت نیز
 از ایشان رسیدہ چو کہ ایشان در سفر و حضر بآن سرور صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم ہمراہ می بودند و اندہ راہ
 صحبت می گرفتند۔ اصل درین کار صحبت است و رابطہ ظل او بر تقدیر۔ نقدان صحبت صورتی
 رابطہ کہ صحبت معنوی است اکتفا نمودہ اند۔ ہم درین محل فرمودند کہ اگر کسے از پیر صحبت بردہ صحبت
 بکمال رسیدہ باشد او را بہ پیر تعلیم کہ تلقین ذکر از دیگر حاجت نبود مثلاً ششے کہ بمنزل سید بعد از آن
 او را با سپ خریدن حاجت نباشد۔ بعد ازین سخن بتقریبی این نقل بنظر مبارک حضرت ایشان درآمد
 کہ حضرت مخدومی مولانا عبد الرحمن الجامی قدس سرہ السامی در نقد انموذج آورہ اند کہ گاہ باشد کہ
 در حال حضور بے آنکہ از حس غائب شوند۔ بعضی از حقائق اموی غیبیہ بر این طائفہ کشف شود آنرا
 مکاشفہ خوانند و مکاشفہ ہرگز کاذب نبود چہ مکاشفہ عبارت است از افروزدن بطلانہ مغیبات
 در مال تجربہ ز غواشی بدن فرمودند کہ این معنوم را حضرت مخدومی از ترجمہ عوارف نقل کردہ و تحقیق

آنست که در بعضی مکاشفات که خیال را دران مدخلی هست نیز خطای می شود اما معلوم یقینی که برادر که بهم می شوند خطا را در آنجا مدخلی نیست. بهرین محل شخصی از حاضران عرض کرده که در بعضی علوم یقینی که بطریق الهام معلوم مدر که میشود نیز خطائے یافته میشود و فرمودند سببش آنست که بعضی از مقدمات مسلم خود را که صاحب این دیدنعت یقینی مقرر است بآن علوم ضمیمه کرده است خطا ازاں راه آمده و الاخطار را در جائیکه صرف علوم ملهمه باشند گنجایش نیست و لهذا علمائے معقولین که استعمال علم معقول می کنند مراعات قوانین منطقیه می نمایند هم خطا در فکر ایشان راه می یابد سرش هم آنست که مقدمات مقررہ خود را یقینی خیال کرده و در آنجا دخل داده اند و الا منطق علمی است که رعایت او ذهن را از خطا در فکر نگاه میدارد. اگر صرف استعمال منطق می بود و ضم مقدمات دیگر از پیش خود نمی کردند هرگز خطائی خوردند. بعد از اتمام این سخن فرمودند که متوجمان الی اللہ را کشف بیچ و در کار نیست کشف دو نوع است کشف دنیوی و آن خود اصلاً بکار نمی آید و کشف اخروی و آن در کتاب و سنت مبین شده است و برای عمل کافی است و کشفی بآن برابر نیست.

ایضاً می فرمودند که مشایخ را بر تربیت و ارشاد خلق یکی ازین سه چیز باعث می شود. الهام حق سبحانه یا حکم پیر یا شفقت بر خلق. چون خلق را بر ضلالت می بینند دفع ضرر از ایشان می کنند. آن ضربه مثل عذاب و دوزخ و احوال قیامت پس بمقتضای شفقت آن است که ترویج شراعت لازم گرفته اینها را بوعظ و نصیحت بجنبه آداب و اقامت شرائع امر بکنند مثل تعلیم و تعلم فقه و حدیث و عمل کردن بموجب آن نه آنکه اینها را داصل سازند و اصل ساختن شرط شفقت نیست یعنی امر به زانده است در شفقت همان قدر کافی است بختی سخن در فضیلت و شرف مشایخ بر یکدیگر افتاد فرمودند شرف صفاتی است نظر بآنکه یکی را در معرفت بیشتر از آن دیگر است یا خوارقی این بر خوارقی آن فوقیت دارد. اما در ذات جمله برابر اند و این که مردم به یکی بیشتر معتقد شدند فضیلت نیست. اعتبار بر فضیلتی است که نزد حق سبحانه در قرب و معرفت داشته باشند. می فرمودند که حاصل این طریقه تربیت انجذاب ایمانی است که دعوت تمامی انبیاء و رسل بدان واقع است می فرمودند که نهایت قرب بنده و اتصال نسبت بذات حق زیاده بدان نیست که دوام آگاهی و آرم که بفنا کشد حاسس شود چون این نسبت حاصل شد ساکس بحصول

این نسبت مشرف بر مرتبہ ولایت شد و کمال آتے کہ در حصول مقامات و تجلیات اسماء و صفات کہ سالکان طریق دیگر را بہ تفصیل حاصل می شود و دیگر است اما بحصول نسبت قرب و اتصال کہ بذات حق سبحانہ حاصل شد بر مرتبہ ولایت انحصار خواص رسید۔ ایضاً می فرمودند کہ اقل در آمد طالبان این طریقہ در سر حد فناست و معنی اندراج نہایت در بذات کہ کبرائے اہل سلسلہ عالیہ اشارت بدان کردہ اند این است۔ ایضاً می فرمودند کہ ابتدائے حال بخاطر میرسد کہ بہ تفصیل سلوک کردہ شود چنانچہ اہل سلسلہ کبرویہ میکنند حضرت خواجہ محمد یار صادق سرہ در خواب آمدند و فرمودند کہ حاصل سلوک بہ تفصیل آنست کہ تہذیب اخلاق حاصل شود۔ چون این معنی حاصل شد سلوک بہ تفصیل کردن تحصیل حاصل است۔ ایضاً می فرمودند کہ در باب رضا را بلا تیت در بلانی ماند و کرامت و نظر ایشان نیست ازان جهت کہ فعل حق سبحانہ است۔ ایضاً می فرمودند کہ داؤد و یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ گفتہ کہ معده محل طعام است۔ اگر حلال دروے افگنی قوت طاعت یابی و اگر بہشت بود راہ حق پوشیدہ کند و اگر حرام باشد معصیت زاید۔ ایضاً کہ شیخ ابوسعید ابن ابی الخیر قدس سرہ براسے میرفت۔ شخصے قفائے بزر و۔ شیخ برقانگریست۔ آل شخص گفتہ چہ می بینی۔ صوفیے از حق بدان شیخ گفت میدانم کہ از حق است سبحانہ لیکن می بلیم تا مظهر این شقاوت کہ شدہ است۔

تثبیت سوم ذی القعدہ تسع والف

دولت زمین بوس بدست آمد سخن در احتیاط لقمہ افتاد۔ فرمودند کہ تنہا بر قلیت لقمہ اکتفا نباید کرد۔ باید کہ ہیزم و آب و ظروف ہم از وجہ حلال باشد و پزندہ طعام آگاہ بحق سبحانہ و در وقت خوردن از سر حضور و آگاہی بکار بوند کہ از لقمہ بے احتیاط دروے می خیزد کہ مجاری فیض می بندد و ارواح طیبہ کہ بر تو فیض اند مقابل قلب منی شوند۔ ہمدین محل فرمودند کہ ضعیف دماغان را باید کہ طعامی کہ ملائم طبع و مقوی دماغ باشد بخورند مثلاً اگر ضعیف دماغی نان جو غذا کند۔ البتہ یوستی بدماغ اوراہ یابد و راہ فیض بر بند و موافق این سخن فرمودند کہ یک فیض خاصی ہست کہ بدماغ میرسد

در وقتیکہ یوستے بدماغ رفت آن فیض نمی رسد۔ لاجرم احتیاط باید کرد کہ طعم طبع
 نباشد خورد و روز دہائے زائد بخورد لازم نگیرد کہ موجب ضعف و مانع شود خصوصاً اہل کشف را
 احتیاط ببلوغ و تقویت دماغ باید کرد کہ اکثرے یوست و مانع موجب غلط و کشف میشود۔ ہدایین
 محل شخصے در خدمت حضرت ایشان نقل کرد کہ فلا نے میگفتہ است و نام یکے از اکابر وقت را
 گرفت کہ حضرت ایشان طالبان خود را از اعتقادے کہ بہ پیران سابق دارند برمی می فرمایند و افادہ
 را موقوف بآن می دارند فرمودند کہ ای جنس نیست لیکن چوں در بعضے از طالبان تذہبے میبایم
 اشارتے بیک رویہ شدن آنها می کنم و ازین باب در کتب قوم بسیار یافتہ می شود۔ چنانچہ یکی
 گفتہ است کہ ہر کہ یکجا ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جا ہیج جا و دیگرے گفتہ یک در گیر محکم گیر۔ دیگرے گفتہ
 توحید مطلب شرط راہ است و ہم برین قیاس پس چوں حقیقت کار چنیں باشد و آنچه حق است
 بآہنا گویم آوارہ شان گزارم آنها کہ پیش من می آیند بولے استفادہ می آیند نہ برائے امرے
 دیگر۔ بعد ازین سخن فرمودند کہ اعتقادے کہ ما باہل این سلاسل داریم ہمانا کہ اشارت بسلسلہ حشینیہ و
 قادریہ و سہروردیہ کردند دیگران کجا دارند خصوصاً عامہ اہل ہند کہ اعتقاد این ہا نزدیک بشرک
 چیزے است۔ ما اہل این سلاسل را فانی فی اللہ می دانیم و این مردم موثر مستقل اعتقاد می کنند۔ نختہ
 سخن در بیان این حدیث قدسی افتاد کہ اَخَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدٍ مِّنْ بَنِي فِرْعَوْنَ وَكَانَ تَعَالَى شَكُوكًا
 باید بود و بہ نفس خود بدگمان و خائف مشائخ را اختلاف است درین کہ غالب حال بندہ مومن رجا
 باید یا خوف بعینے گفتہ اند و پیری رجا و رجوانی خوف و تحقیق آنست کہ ہمیشہ رجا باید کہ غالب باشد
 تتمہ حدیث اِنْ ذَكَرْتَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتَنِي فِي نَفْسِي وَاِنْ ذَكَرْتَنِي فِي مَلَأِ
 ذَكَرْتَنِي فِي مَلَأِ خَيْرٌ مِنْهُ یعنی فی ملاء الملائکہ فرمودند کہ خیریت ملاء در صورتے کہ ذکر بندہ
 مرحق را سبحانہ و ملاء آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم باشد نہ باعتبار آنست کہ رسل ملک افضل باشد۔ از
 نوٹ: صلی اللہ علیہ وسلم باشد۔ اگرچہ در کتاب لفظ (باشد) است۔ چنانچہ اینجا نوشتہ است لیکن مقتضائے کلام دلالت می کند
 کہ لفظ (نہ باشد) باید کہ بود۔ زیرا کہ آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم بالیقین سید الانبیاء والمرسلین افضل الخلائق اجمعین اند و ہیج
 ملاء از ایشان افضل نمی تواند شد۔ جبریل و میکائیل کہ سرکردہ ملائکہ عالی قدر اند از و زودے حضرت ایشان اند۔
 فافہم و تأمل ابو الحسن زید فاروقی

رُسل بشر و حال آنکه مذہب اہل تحقیق آنست کہ رسل بشر افضل است از رسل ملک بل باعتبار آنست کہ وجود روحانی آل سرور کہ در ملا را علی است ذکر حق سبحانہ بندہ را در ان ملا باشد یا خیریت ملا باعتبار آل باشد کہ جماعتی از فرشتگان اند کہ آن ہا مُہلِیْمُنْ گویند و آنہا افضل اند از رسل بشر ذکر حق سبحانہ بندہ را در ان ملا باشد۔

دو شنبہ بسیت و نجم ذی القعدہ تسع و الف

سعادت زمین بوس حاصل شد بخن و ترقی بعد الموت افتاد فرمودند کہ شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ اگر کسی بہ نیت صحیح و اعتقاد درست در راہ حق سبحانہ در آید و آداب شریعت کما حقہ بجا آرد و او را از اذواق و مواجید این طائفہ در حین حیات نصیبی نباشد البتہ بعد از موت احوال و اذواق این طائفہ اش بدہند حضرت ایشان سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ پارہ تامل کردند و فرمودند ملک این چنین کس را ہم درین عالم وقت احتضار باین دولتش مشرف سازند۔ بعد ازین سخن فرمودند کہ لائقاً درست و رعایت احکام شریعت و اخلاص و دوام توجہ بجناب حق سبحانہ بزرگ ترین دولتہ ہست ہیچ ذوق و وجدانی بہ این برابر نیست۔ این باید کہ داشتہ باشی دیگر هیچ چیز کو مباش۔

شنبہ سلخ ذی القعدہ نہ مذکور

بمجلس عالی بار یافت۔ از حاضران شخصی سوال کرد کہ نسبت حضرات خواجگان قدس اللہ امر از ہم خود قدیم است چیزے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ الحاق کردہ باشند۔ کدام است کہ این سلسلہ بہ نقشبندیہ مشہور شد۔ فرمودند بعضی تعلیمات و کیفیات الحاق کردہ اند چنانچہ حضرت خواجہ احمد قدس اللہ سرہ العزیز نوشتہ اند کہ خاتم این نسبت بر وجہ کمال ایشان بودند خاتم آنست کہ بی اتمام ختم میکند و خود ہم فرمودہ اند کہ من اختیار طریقہ کردم کہ البتہ موصل باشد۔ و آل طریقہ محبت و انجذاب است بطریق مخصوص کہ درین طریقہ معمول است بعد ازین سخن فرمودند

کہ طریقہ انجذاب و محبت البتہ موصل است و او را روئے جز بسوئے ذات نیست بخلاف طرق دیگر کہ روئے بجانب الوائز دارند۔ لاجرم بعضے بہمان الوائز بازمی مانند و این انجذاب و محبت در جمیع این سلسلہ عالیہ تربیت بہمان انجذاب می کنند۔ می فرمودند کہ رویت بالبصر موعود است۔ در حشر از اینجا ہمیدہ می شود کہ رویت بالقلب درین نشأۃ باشد و تحقیق آنست کہ رویت بالقلب نیز چنانچہ رویت بالبصر موعود است چہ رویت انکشاف تام است و تادوح متعلق این بدن است انکشاف نام صورت نمی بندد۔ ہر چند بے تعلقی گردد و لا اقل علاقہ حیات باقی خواهد ماند اگر چند بصرافت اصلی مانند تعلق مانی خود باقی است۔ نختہ سخن در وحدت وجود و اختلاف شیخ علاؤالدولہ سمنانی با شیخ محی الدین عربی رضی اللہ عنہما افتاد بر لفظ مبارک رانند کہ نزاع این دو عزیز را کہ در اطلاق حق دارند۔ فضلاء کے کہ بہر دو ایشان معتقد بودند۔ لفظی داشته اند و چہیں تحریر کہ وہ اند کہ شیخ محی الدین وجود حق را سبحانہ مطلق گفتہ است و شیخ علاؤالدولہ ازین اطلاق مطلق بشرط لاشے ہمیدہ طعن و تخطیہ کردہ است۔ اما مراد شیخ این نیست۔ بل مراد شیخ ازین اطلاق مطلق لا بشرط شے است و معتقد شیخ علاؤالدولہ ہم ہمین است پس نزاع در لفظ است نہ در معنی ہم درین محل فرمودند رفع نزاع نمی شود تا آنکہ شیخ علاؤالدولہ قائل نشود کہ موجودات خارجی جز در علم وجودی ندارند و صور علمیہ اعتباراً و شیونات ذات است۔ روزے میاں شیخ احمد سرہندی را کہ از اجلہ اصحاب حضرت ایشانند، بسر نہضت میکردند ایشان را مخاطب ساختہ در اخفائے نسبت فرمودند کہ بعد از نماز بامداد تا اشراق بر مصلاہ نشینید۔ اما حلقہ تکفید و بعد از ان از علوم دینی و دوسرے بگوئید لیکن وقت طالب علمی در میان نباشد و اکثر اوقات تصحیح کتب و مطالعہ و پیش داشتہ باشید و اگر سخن گوئید بطور علمہا گوئید نہ بطور صوفیہ و اگر احیاناً بطور صوفیہ گفتہ شود با علاقہ بگوئید کہ جز مخاطب دیگر سے نہ فہم و از اینجا چیز سے فرانگیر و کہ موجب ذلت او گردد و مجلس سکوت را منحصر در میان تہجد و بامداد دارید۔ ہم درین محل فرمودند کہ راہ افادہ و استفادہ جنسیت و مناسبت است نہ خوارق و تصرفات مستفید بقدر مناسبتی کہ بمفید دارد معتقد کمال آدمی شود و استفادہ میکند و بمقدار جنسیت خوارق و تصرفات او مشاہدہ میکند۔ بمقدار جنسیت ہاں می گردد و مثلاً اگر بر کسے اعتقاد عرفان دارد یا کسی را محبت حق سبحانہ میداند۔ البتہ نشأۃ عرفانی در باطن او پر تو سے از نسبت جہی و استعدادش ہست۔ اگر ظاہر نباشد پوشیدہ خواهد بود

ہم برین قیاس از اوصاف ذمیمہ چنانچہ ثبت پرست مثلاً بمقدار مناسبتی کہ دل اور اہل سنگ بہت
کمال است آن سنگ را می دریا بد و جذب منافع از راہ جنسیت از آن سنگ میکند و آبجست
مناسبت بنہمانہ باشد۔ راہ افادہ و استفادہ مسدود است چنانچہ آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم چندان
تصرفات در کار ابوطالب کردند و معجزات نمودند۔ باوجود آنکہ از ابتداء طفولیت خوارق و معجزات
آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم را دیدہ بود۔ اما چون مناسبت مفقود بود فائدہ نداشت۔ چنانچہ کلام مجید
بدان ناطق است إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
و مولوی رومی فرماید

موجب ایمان نباشد معجزات
موجوب ایمان نباشد معجزات
بُوئے جنسیت کند جذب صفات
بُوئے جنسیت پئے دل بُدون است

جمعہ سیردہم ذی الحجہ سنہ مذکور

سعادت حضور بدست آمد چوں ایں فقیر را دیدند تبسم کناں فرمودند کہ برائے سخن
شنیدن آمدہ ہم دریں محل از حاضران شخصے را مخاطب ساختہ فرمودند کہ ابو عبد اللہ مروزی
ہر جا سخن مشائخ می شنید۔ بہ یکے می گفت کہ ایں را برائے من بنویس۔ چنانچہ از سخنان ایں
طائفہ مجلدی جمع کردہ بود و با خود میداشت۔ روزے برب آبے طہارت می کرد۔ ناگاہ آن
مجلد و آب افتاد۔ دے گوید کہ من ازیں معنی سخت متالم شدم و درین تالم و تاسف می بودم کہ
شبے سہل عبد اللہ تستری را بخواب دیدم کہ من گفت کہ عمل بمقتضائے سخنان ایشان باید کرد۔
نوشتن هیچ نیست زمانے بریں بگذشت کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم در آن خواب
ظاہر شدند و من خطاب کردہ فرمودند کہ بایں صدیق یعنی سہل تستری بگوئے کہ سخنان ایشان
نوشتن اثر محبت ایشان است و محبت ایشان عین مقصود۔ نختے سخن و رسام نغمہ افتاد شخصے ایں
مصرع خواند کہ فیخ سعدی شیرازی قدس سرہ گفتہ۔ مصرعہ

کہ ایں حظ نفس است و آن قوت روح

یعنی دیدن حسن حظ نفس و سماع نعمه قوت روح فرمودند که هر دو از یک عالم است اگر حظ نفس است یا قوت روح در هر دو مندرج است در قسم قاصر اتم عفی اللہ عنہا چنان میرسد که گرفتار نفس را از هر دو حظ نفس حاصل است و رہائی یافته از قید نفس را از هر دو قوت روح نزد جماعتی که سماع نعمه را سماع گفته اند

دوشنبه شانزدهم ذی الحجه سنه مذکور

بجلس عالی باریافت. شخصه بیکه دعوائی داشت ظاهر از تنگ بحضور قاضی نبی رفت فرمودند که قاضی نائب شرع است هرگاه مناقشه در میان آید و این کس تابع شرع است او را ناگزیر پیش قاضی باید رفت مناسب این معنی حکایت کردند که در عهد حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ شخصه بحضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ دعوی داشت، طریق بحضور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آمدند حضرت عمر بحضرت علی رضی اللہ عنہما گفتند یا ابا الحسن بخشم برابر نشین تا قضیه شما را بشنوم حضرت امیر المومنین علی را کرم اللہ وجہہ این سخن گراں آمد گفتند که تو بخنیم و خواندی من دعوی خود را پیش تو تقریر نمی کنم. بایستی گفت یا علی بخشم برابر نشین تا شانی بمن لاحق نمی شود و برابری محقق می گشت. ہم دریں محل فرمودند که بحضور حضرت مخدوم مولانا خواجگی قدس سره در امكنه دو کس در میان ہم دعوی داشتند و ایشان بر آن واقف بودند چوں بقاضی رجوع کردند. قاضی از ایشان شهادت طلبید. ایشان بطرفی که حق بود شهادت نوشتند طرف دیگر گفتند که تا ایشان سوگند نخورند ما این شهادت را قبول نمی کنیم. ایشان فرمودند سوگند بر استی خوردن مشروع است و در امر مشروع چو اتوقف روا نخواهم داشت.

دوشنبه هفدهم شهر ذی الحجه سنه هزار و نه

بجلس عالی باریافت. این فقیر را مخاطب ساخته فرمودند هرگاه شمار امانی بیستم بخاطر میرسد

کہ برائے سخن شنیدن آمدہ ایدینج کاری کنید۔ چیزے نیست سعی بکنید کہ کار پیش رود۔ تا اذ شما این
نوع سخنان صادر شود۔ ما خود بصحبت کسے نبودیم۔ این سخنان اذ کہ شنیدیم ہم درین
محل سخن از طریق سلف رضی اللہ عنہم رفت۔ بلفظ مبارک را ندند کہ طریق سلف آن بود کہ اول
بہ تزکیہ نفس و تحصیل مقامات مشغول می شدند۔ چوں موانع قرب الہی کہ خواطر و ہوا جس است
بہ تزکیہ برطرف می شد۔ بقدر تزکیہ نور ایمانی قوت می یافت تا بجائے می رسیدند کہ جز حق سبحانہ
پیش بصیرت ایشان نمی ماند و جمیع افعال و اوصاف را از وی دیدند و صورت و اجسام در رنگ
سرابی می نمود۔ مظاہر را مخلوق و معدوم می یافتند و توحید صوری بعضہا را بعد از فرو و آمدن
حاصل می شد و بعضہا را نہ۔ فرمودند کہ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ سرار ہم ہماں طریقہ سلف
است لیکن ابتدا بہ تحصیل مقامات مقید نمی شوند و آنہا را کہ از راہ توحید صوری می روند خطر بسیار است
ہم درین محل فرمودند۔ می تواند کہ شخصی بحضرت حق سبحانہ اقرب باشد یعنی استہلاک و اضمحلال داشته
باشد و اکرم نباشد۔ چنانچہ شخصی باشد کہ تحصیل مقامات کردہ است و نتیجہ مقامات را کہ استہلاک
اضمحلال است دریں عالم نیافتہ این اکرم است نزد حق سبحانہ کہ میراث آن اکرم **عَلَيْكُمْ**
عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَاكُمْ ناطق باین است بختم سخن در ولایت و ولایت بالکسر الواو و
فتہا رفت۔ فرمودند کہ ولایت بالفتح قرب بندہ را گویند کہ بحق سبحانہ دارد و بالکسر آن معنی را
کہ موجب قبول خلق می شود و اہل عالم بدان میگردند۔ ایں بکونیات تعلق دارد و خوارق و تصرفات
داخل قسم ثانی است۔ شخصی از حاضران سوال کرد کہ بر کاتے کہ مستعدان میرسد اثر کدام قسم است
ازیں قسم۔ فرمودند کہ از ولایت بالفتح است۔ بعد ازین سخن سر استفادہ بیان فرمودند کہ ہر گاہ آئینہ
طالب مجازی آئینہ مرشد می شود۔ ہرچہ در آن آئینہ است بقدر مناسبت پر تو سے اندازد
ہم درین محل فرمودند کہ می تواند بود کہ شخصی را از ہر دو خطے وافر نصیب باشد و شخصی را یکی
حاصل باشد و آن دیگر نباشد۔ یا یکے بیشتر باشد و آن دیگر کمتر و مشائخ نقشبندیہ رضوان اللہ
علیہم اجمعین ولایت ایشان بر ولایت بالکسر ہمیشہ غالب بودہ است۔ ہم درین محل فرمودند
کہ اگر مقتدائے ازین عالم انتقال می کند ولایت بکسر و او را بہ یکے از مخلصان خود می گذارد
و ولایت بالفتح را با خود می برد و گاہے یکم زلتی ولایت بالکسر را اولی باز می ستانند۔ چنانچہ

شیخ ابن الفارض می نویسد که پیر بقائے بود چون وقت فوتش رسید بن وصیت کرد که بعد از مردن من جنازه مرا بر فلان کوه نهاده منتظر باشی که شخصی خواهد آمد و بر من نماز گزارد یا و اقدار کن همچنان کردم۔ شخصی از بالائے آن کوه در رنگ مرغی بسرعت فرود آمد که او را مردم در بازار پایله میزدند و از پیش دوکان بالائے خود می راندند۔ او بر جنازه اش شروع در نماز کرد و حالانکه مرغان سبز و سفید از زمین تا آسمان پر بسته بودند و تسبیح می گفتند۔ چون از نماز فارغ شدیم مرغی بزرگ عظیم الخلق بیامد و جنازه آن بقال را فرو برد و بهو اندر شد و از نظر پوشیده گشت۔ من از مشاہدہ این حال سخت متعجب شدم۔ آن مرد گفت چه جائے تعجب است نشنیده که ارواح شہداء در جوف طیر خضر می باشد و بجانب آن بقال اشارت کرد که او ازین طائفہ است و من ہم ازین طائفہ بودم اما بموجب ذاتی که از من بوقوع آمد مرا ازاں مقام بر آورده اند و قبول خلق را از من باز گرفته می فرمودند که معاملہ بر ذرخ و حشر خوش معاملہ دور و درازے است پاره تا مل کرده فرمودند سعادتے برابر به این نیست که کسی را المنہ بحضرت حق سبحانہ حاصل شود۔ بعد ازاں کہ دوام انس حاصل شد بیچ انتظار سے منی باشد۔ ایضاً می فرمودند سبحان اللہ آدمی مامور باخلاص و محبت است و خاصیت محبت سوختن غیر خود است۔ با این ہم چندین تکالیف شرعیہ بر و نهاده اند۔ ہم درین محل سخن در علو شان مرتبہ بندگی و رتبه اہل انقیاد و خاصیت عبودیت و انقیاد و ضعف نفوس انسانی افتاد و بنوعی ادا فرمودند کہ تفصیل آن بہ یاد ناقل نماند۔ ایضاً میفرمودند وجود آدمی ہفت طبقہ است از رُوح و قلب و سر و غیر ہا و ہر علمے کہ طبقہ اول را حاصل شد ہر یک از طبقہ ثانی و ثالث تا طبقہ ہفتم بر خود بند و لهذا تعدد باین مراتب در نظر عامہ مخفی است و علم ہر یک را جدا می توانند کرد و بر اہل کمال آن مراتب واضح و ممیز است و علم ہر مرتبہ را جدا جدا می دانند۔ ہم درین محل فرمودند کار باند کرد و خواہ مراتب تفصیل معلوم شود یا نہ۔ روزے حضرت ایشان در مسجد جماعت گریستند و گریہ در غیر خلوت از آنحضرت کم بظہور می رسید۔ عزیزے از مستفیدان حاضر بود و تعجب شدہ از قرب نسبت و عزتے کہ داشت بر این گریہ پرسید فرمودند کہ در نماز رُوح عروج کرد کہ نہایت برسد این معنی عیسایش نہ شد باز گشت و در بدن آمدہ چرخے زو ظاہر ادرین صورت گریہ بہت دریافت بے نہایتی مطلب یا سترے دیگر باشد کہ در ادراک نویسنده منی آید و این بیت اکثر می خوانند۔

چہ تو ان کرد کہ دیوارِ غم افتاد بلند ای بنائے است کہ آن خانہ بر انداز نہاد

یک شنبہ ستم ماہ شوال سنہ عشر و الف

در سلک باریا نگار حضرت عالی در آمد سخن در اہل اللہ رفت۔ فرمودند کہ اہل اللہ ستم فرقہ اند۔
عباد و صوفیہ و ملامتیہ۔ اما عباد جماعتی اند کہ بصورت عبادت اکتفا کرده اند و بعد از فرائض و سنن
بنوافل عبادات و خیرات قیام دارند حتی کہ چیزے از خیرات خواہند کہ فرو گذارند و از اذواق و مواجید
صوفیہ بہرہ مند نباشد و ہر کہ از عباد باذواق و مواجید صوفیہ بہرہ مند شد و اہل صوفیہ گشت و از مرتبہ خود
بر آمد و صوفیہ فرقہ باشد کہ مواجید و اذواق بہرہ مندند و خوارق و کرامات خود را از نظر خلق نمی پوشند
نظر ایشان در جمیع امور بر حق است سبحانہ و خلق را ظہور حق می دانند و دریں فرقہ بالجلہ دعوتے و عنوانے
ماندہ است و ملامتیہ طائفہ اند کہ در کسوت عوام اند و از عوام بیچ تمیزے ندارند و اقتضای در ظاہر بہ
فرائض و سنن مؤکدہ کردہ اند۔ در رعایت معنی اخلاص می کوشند و خود را با ظہار خوارق علم نمی سازند و ظاہر
نمی کنند اتباع دریں امر بحضرت حق سبحانہ کردہ اند۔ چون دانستہ اند کہ این نشان محل ظہور نیست و حضرت
حق سبحانہ خود را از نظر عامہ پوشیدہ است۔ ایشان نیز خود را از نظر خلق می پوشند و لہذا اکثرے از مردم
آنها را مثل خود خیال می کنند و این جماعت بالکلیہ از دعوت رستہ اند و دعوتے درینہا مانده و
بہ نہایت مقام عبودیت رسیدہ اند و شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ سر این جماعت حضرت رسالت
راصلی اللہ علیہ وسلم داشتہ و از اصحاب حضرت صدیق اکبر و سلمان فارسی را و از مشائخ بایزید
بسطامی و ابوسعید خرازی و ابوالمسعود و خودش را اما از دیگران ساکت است نفی آنها نکردہ و روش
شیخ آنست کہ ہر چہ در کشفش در وقت مخصوص آمدہ می نویسد و فرقہ از ملامتیہ کہ خود را بر خلق بعنوان
ملا مت ظاہر کنند و تمکیہ بشریعت کردہ بعضے چیز ہا را کہ نظر بظاہر ممنوع است پیش مردم مرتکب
شوند مثل آنکہ در سفر روزہ رمضان را در بازار بخورند تا در نظر خلق بے اعتبار باشد۔ آنها در رتبہ و
مرتبہ فرو و صوفیہ اند و خلق از نظر آنها ساقط نشدہ است۔ نختے سخن در نعمہ رفت۔ فرمودند کہ فقہا
آنها نکردہ میدانند و بعضے مشائخ آرا مباح داشتہ اما مبتدی را اہل آن نمیدانند و آن ہائے کہ

کہ بسماعِ نغمہ قائل اند حکمتِ دینِ آنست کہ در وقتِ استماعِ نغمہ طبیعت ساکن و بر جائے خود می باشد۔ لاجرم رُوح در ادراکِ معانی بیشتر می رسد محبوب آنها معانی است و نغمہ را مثل زلیوہ آن می دانند و اِلّا به نفسِ نغمہ مبتلا نیستند و در ملفوظات حضرت شیخ نظام الدین اولیاء مسطور است کہ از شرائطِ استماعِ نغمہ یکے آنست کہ بر مستمع محبتِ حق سبحانہ غالب باید۔ ہم درین محل بندہ در گاہِ عرضہ داشت کہ مرتبِ حق سبحانہ را چه علامت است۔ فرمودند اِتِّباعِ تمامِ آن سرور علیہ افضل الصلوات و اٰکمل التحیات عرضہ کردہ شد کہ می تواند کہ صاحبِ اِتِّباع را مطلبِ بہشت یا رستن از عذاب و دوزخ باشد۔ فرمودند این چنین کس صاحبِ اِتِّباع تام نیست و او را از اہل اللہ نمی توان شمرد۔ اِتِّباع ظاہر ظاہر است و اِتِّباع باطن آنکہ در باطنش جز حق سبحانہ مطلبی نباشد۔

جمعه نوزدہم شہر ربیع الاول سنہ عشر و الف

دولتِ زمین بوسِ رُوحے داد سخن در فضائلِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اٰفوا۔ بولفظ مبارک راندند۔ کہ صحابہ کرام ہر چہ اعلیٰ الترتیب اقطابِ مطلق بودند و علتِ در آنکہ فضائل از حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بیشتر منتشر شد آنست کہ در زمانِ خلافتِ بنو امیہ خوارج بسیار شدند سلفِ محتاجِ بیشتر فضائلِ اہل بیت شدند۔ ازیں جہت فضائلِ ایشان بیشتر در کتب ماند۔ نخستے سخن در تصرف و خوارقِ افتاد۔ فرمودند کہ خوارق در زمانِ اصحابِ ایں قدر نبود کہ بعد ازیں پیدا شد۔ چہ لازم نہایت کمالِ آن است کہ از دستِ منتہی تصرف نمی آید مگر بحکمِ الہی و لہذا از پیغامبران بخواست آن ہا ظاہری شد و از بعضی ہا بمقتضائے وقت کہ کفار با کار بر میخواستند معجزہ بہ ظهور میرسید بے تصرف و خواہش ہم درین محل سخن در انکارِ مشائخ رفت۔ فرمودند کہ اولیاء از کبار محفوظ نیستند۔ اگر از ایشان چیزی ازین باب ظاہر شود۔ احوالِ ایشان را نکم بر بطلان کردنِ جہالت است۔ ملاحظہ باید کرد کہ منزلِ ایشان کہ دائم یا اکثر و راندند ام است۔ درین میان احیانا اگر بحکمِ بشریت چیزی سے صادر شود ایشان را دران معذور باید داشت ہم درین محل فرمودند کہ اکثر مشائخ را در عینِ حیات مریم زندیق گفتہ اند۔ چنانچہ ذوالنونِ عسری را اما ذوالنون را بعد از موت قبول پیدا آند چہ از دنیا سفرہ بود۔ اگر

دردنیامے بود یعنی بادشاہ یا وزیر بادشاہ ہے یہی کس باوجود آں انکار کہ در حین حیاتش می کردند قبول نمی کرد و بعد از موت ہم از طعن مردم خلاص نمی شد و ایں ہمہ اختلاف کہ در اصحاب ماند علقش همان است کہ بہت منصب خلافت در دنیا بودند و الا چندے از اصحاب کہ کوہ پا گرفتہ بودند و بوضع فقیر زندگانی کردہ اند یہی کس از انہا سخن نمی گوید و سخن از اصحاب گفتن داخل دین و ایمان ہم نیست۔ بسیارے از مومنان باشند کہ بجز خدا و رسول را نمی دانند و در ایمان آں یہی شبہ نہ۔

جمعہ دوم جمادی الاولیٰ سنہ مذکور

بمجلس عالی باریافت محرر مطور بحکم بعضے ضرورات شرعیہ استرخا عن سفر کرد۔ پرسیدند کجاست میروی نظریہ باز ماندگی و پست ہمتی خود کہ از دولت قرب دوری میگزیدیم و از مجالس اُنس جدائے می جستم بلب ادب و زبان حسرت عرصہ کردہ شد کہ در بلا۔ انواع شفقت و مہربانی فرمودند و کلمہ چند بیکے از اہل دنیا کہ در اقران خود بخوب کرداری موصوف بود در سفارش ایں ہرزہ گرد واری ندامت نوشتند۔ مدتے در بعد مکانی و مہاجرت صوری آن دولت صوری و معنوی باقسام محنت و ندامت بسر بردم۔ دریں مدت عرائض عبودیت آمیز و احوال دل بلاستیز خود مرقوم قلم نیاز مندی رقم می ساختم و بنظر حاضران مجلس گرامی می مداند و بمطالعہ باریافتگان حضرت عالی شرف می یافت روزے عنایت نامہ بندگان حضرت مخدومی حاجی شیخ عبدالحق کہ با مضامین حقائق آمیز و کلمات نصائح انگیز نسخہ سعادت را عنوانے بود رسید۔ بر ظہر آن مکتوب کلمہ چند از آثار کلک بدائع نگار حضرت ایشان بنظر تعطش اثر و آمد و حالتے بخشید کہ از حوصلہ کاغذ و قلم بیرون است۔ مجملے از ذوق آن دین مصراع یافتہ میشود مصراع نہادم۔

دوے بر دوے وے و از خویشتن رفتم

و آں کلمات حقائق آیات این است۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا یُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ ہرچہ نوشتنی بود

در صحیفہ بندگان مخدومی مندرج است۔ زیادہ چہ نویسم بارے فرصت و قوت بلکہ وقت و نفس را غنیمت

شمرده بمقتضائے آن زندگانی می باید کرد۔ درینح که این عاجز گرفتار راقوت کارنمانده و گرنه بتوفیق اللہ ورین دوروزہ عمر دیوانہ وار ماتم بازماندگی خود میداشت و زندگانی فدائے این راه می کرد۔ حق تعالی ورین اُفتادگی نیز دروے و آشوبے کرامت فرماید کہ کار و وجہان خود را در قبضہ اقتدار او نہادہ از مجموع گرفتاری ہا فراغے بیام آمین یارب العالمین۔ امید ازاں برادر آنست کہ روئے برخاک نہد و از برائے حصول ایں آرزوئے فقیر از خدا بخوابد کہ دُعَاءُ الْغَائِبِ لِلْغَائِبِ اَمْرٌ عَجَابٌ اَمْدہ است والدعا بر دیدوران حقائق و اہل مذاق ایں طائفہ روشن و پیداست کہ چہ قدر فنا و تعطش و اختار و بے تعلقی و مجروری و اسقاط وجود و رضامندی ایں کلمات مفہوم میشود۔ آشنا داند کہ ایں بیگانہ نیست۔

تثنیہ یکم صفر سنہ اشع عشر و الف

سعادت حضور مشرف شد بر لفظ مبارک رانند کہ تا کجا رفتی و چوں بودی و چہ آوردی۔ جواب ایں کلمات اگر چہ بزبان قال چنین بود کہ تا بسر حد ضلالت رفتم و در تفرقہ بودم و ندامت آوردم اما از ہیبت آن مقام بزبان حال ندامت منوال اکتفا رفت و جز خاموشی جواب بے دیگر و پذیر روئے ندا و مع ذلک در حضور آن بنیای نہایا و دانائے ضمائر زبان حال را گویا تر از لسان قال دانستہ تحصیل حاصل نہ کردم۔ از نظارہ آن جمال و مطالعہ شکستہ رنگی و انمحلال و انعکاس اشعہ انوار ذات کہ بر آئینہ پیشانی آن منظر اسما و صفات می تافت دیدہ ہوشمندی را خیرگی دستور شد و گریہ شادمانی در جوشش آمد۔ خود را از حضور عالی بگوشت کشیدم و سیلاب دیدہ مفارقت دیدہ را سر و آدم۔ بحدے کہ اگر یاران بمنع و زجر باز نمی داشتند بساحل صبر اشنا شدن دور می نمود۔

گر کام دل بگریہ میسر شود نہ دوست صد سال می توان بہ تمنّا گریستن
للہ الحمد والمنة کہ آن گریہ قدری ارژنگ غفلت را کہ بر آئینہ استعداد ایں گرفتار مضیق تعلقات کہ در ایام مہاجرت نشسته بود یک نوع شست و شوی داد و تیرگی صحبت اضداد و غبار ہم نشینی ایں دیو خرو فریب کہ عبارت از نفس امارہ است۔ چوں قدرے فرو نشست خاطر نگران مجالست

صوری و استماع سخنان گرامیہ شد۔ اما اذان ہوا کہ حضرت ایشاں باشارات غیبہ دریافتہ بودند کہ در بر
 رخ خلق بستہ میباید بود چه جائے ایں فقیر کہ اکثرے از مخلصان خواہاں این معنی بودند کہ بدستور
 سابق در آن حضرت تنگ بار گنجائش میداشتہ باشند صورت منی بست لاجرم از کلمات حقائق آیات
 بیواسطہ کم استماع افتاد و بعضے ازاں اشارات غیبہ کہ باعث وضع و تجرد و مقتضی کم توجہی بامر ارشاد
 و عدم پیش احوال مترشدان شد این است کہ بنقل صحیح در روایات ثقات مسطورے گردود۔ حضرت
 ایشاں واقعہ نسبت بخود دیدند کہ آخر آن ایں عبارت بود **قَبِیَّتٌ وَحِیْدًا حَرِیْدًا فَرِیْدًا**
 ہم چنین از وقائع دیگر روشن شد کہ منتسبان خود را بہر جائے و بہر وضعی مقرر باید فرمود از روی شفقت
 بتاکید فرمودند کہ چون فرمان و مرضی در ترک مشیخت است یا راں مادہ مقصدی تربیت نمودند و ہر جا
 خواہند در طلب مقصود پونید مگر سہ چہار نفر کہ درین تکلیف داخل نبودند۔ ازین معنی چون دہائے امیداران
 بغایت شکستہ شد از آنجا کہ وسعت کرم و مہربانی حضرت ایشاں بود فرمودند کہ امر منی کنم کہ البتہ بود مقصود
 ازین گفتن ابراے ذمہ خود است چہ بعضے ترک تدریس و بعضے ترک تحصیل و بعضے ترک روزگار کردہ
 کردہ بہجنت و شدائد فقر قرار دادہ بودند و در ایام ترک تصرف بہ یکی از مخلصان توجہ فرمودہ بودند۔
 آخر ظاہر شد کہ مرضی اللہ نبودہ است متفکر شدند کہ مباد این معنی از راہ لطف الہی نباشد۔ بعد از دوسہ
 روز چون محقق شد کہ سر با و عنایات دران مندرج بود ازاں تفکر برآمد و در جمیع جزئیات از خوردن و
 پوشیدن قولاً و فعلاً ہموں برگ گلے کہ برگذر باشد از خلاف مرضی لزاں و بر جادہ رضا و تسلیم ہموں کہ مستقیم
 مے بودند و این معنی در قرب ایام رحلت قوی تر شدہ بود و پیش از ارتحال چند گاہ فرمودند کہ چنان دیدہ شد
 کہ کس کلائے از سلسلہ عالیہ نقشبندیہ فوت خواہد شد۔ بعد ازین واقعہ بخاطر شریف رسید کہ جائے در
 نواحی شہر دہلی باند اختیار کرد و ترک اختلاط خلق نمود و چون عمر رسید ہماںجا مدفون شد۔ دریں باب بعضے از
 مخلصان را استخارہ فرمودند۔ چون اجازت بر انصرام آں ارادہ فہم نشد ترک آں ارادہ فرمودند۔ و
 ازین صریح تر واقعہ دیدند کہ مضمونش ایں بود کہ برای غرضی کہ شمارا آوردہ بودند تمام شد الحال سفر
 باید کرد و نزدیک ایام ارتحال فرمودند کہ طرفہ خوابے دیدہ شد۔ می گویند کہ قطب زمان مرد دیں حین
 من قضیدہ غمرا بغایت خوبی در مرثیہ خود می خوانم و تعریفیات عالی دران مندرج است۔ ہم دیں
 عمل یا وقت دیگر بہ یکے از مہرمان بتقریب فرمودند کہ قطب زمان دیگر است انا بعضے از صفات کاملہ

ندارد و مابصفت ممد و نیم۔ الحق صفات حضرت ایشان باتفاق ہمہ آشنایان خصوصاً یارانے کہ اکثر در ملازمت عالی بودند و در ایام سابق مطالعہ آں نسخہ کمالات کرده بہ نہایتی رسیدہ بود کہ بالاتر ازان دریں وقت از کسی متصور نباشد۔

بود آئینہ کہ عکس نور شید وجود جاوید درو بصورت اصل نمود

عزیزے در ایام کم تو بھی ہائے حضرت ایشان بامراد شاد پر سیدہ کہ باعث بر اختیار این وضع تخر و چسپیت۔ فرمودند ما را مقامے می نمایند چند گاہی انتظار رسیدن بہ آں مقام است۔ بعد ازان فوائد بیاران بیشتر خواهد رسید و الحال ہم آنکہ بما متوجہ اند حضور و غیبت ما نسبت با ایشان یکسان است بکار خود باشند غیبت و عدم پسمثل ما منافی ترقیات ایشان نیست لیکن آنکہ ما شیخ و مرشد باشیم و باختیار ما شود از میان برخاستہ است۔ باز آں عزیز پرسید کہ لوازم و آثار آں چسپیت و وقت رسیدن آں چند فرمودند۔ وقت آں بعد از آنکہ عمر ما بہ چهل سال برسد و لوازم آنکہ ہر کہ بنید سجدہ کند۔ چون سن شریف حضرت ایشان بہ چهل رسید رخت اقامت ازین سرائے فانی بستند و بدار الملک باقی خرامش فرمودند۔

دریں حدیقہ بہار و خزاں ہم آغوش است زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش است
برغم بعضی از مخلصان تعبیر این واقعہ سخن حضرت ایشان است کہ قریب با ایام رحلت
می فرمودند کہ دریں ایام ما را از جمیع سلاسل رخصت باشد و ہر کس از مسلمانان ہر جا باشد بار شاد
کہیمہ اللہ یسجد من فی السموات والارض طوعاً و کرہاً از ما فائدہ بہ دے میرسد خواہ
داند یا نداند واللہ اعلم

بتاریخ پانزدہم شہر جمادی الآخرہ ۱۰۱۲ھ

باوجود بیماری ہائے مزمنہ ویرینہ کہ نظر بظاہر صحیح می نمودند۔ تپے نیز لاحق شد و این
مرض آخر بود ہم دریں مرض می فرمودند کہ حضرت خواجہ احمد اقدس سرہ بخواب آمدند و عنایت
بسیار فرمودند و در آخر امر کردند کہ پیراہن بپوشید۔ این واقعہ را فرمودہ تبسم کردند و فرمودند

اگر زندہ ماندیم بچیں بکنیم والا کفن ہم پیرامنی است و قبل ایں مرض روزے بیکے از انواع طاہر
 فرمودند کہ چوں عمر من پهل سال برسد مراد اقمه عظیم پیش آید و برائے تفہیم دے نزدیک بطریق طبیعت
 آندہ کف دست خود را نمود و فرمودند کہ ایں خطے کہ در دست من است علامت آنست اہل خانہ
 با سماع ایں خبر بنیاد وحشت وحشتی کردند۔

فرمودند کہ پهل سال اندک نیست کسی تا پهل سال زندگانی بکنم است۔ باز برائے تسلی خاطر ایں
 مردم فرمودند کہ آن خطر را وصل ہم کرده اند و عادت شریف حضرت ایشان آں بود کہ ہر گاہ سخن از عالم
 کشف یا خارق عادت می فرمودند بخود نسبت نمی کردند البتہ حوالہ بچیزے می فرمودند۔ چنانچہ در فصل
 آخر مثال ہا نمودہ آید۔ انشاء اللہ تعالیٰ و قبل ازیں مرض بیک ہفتہ صریح تر ازیں از انتقال خود خبر
 دادہ بودند و آنچنان بود کہ ولی نعمت ظاہر کہ در عالم اسباب حق سبحانہ مفاتیح ارزاق جمعے کثیر از
 بندہ ہائے خود را بدست دے دادہ و اورا بحسب و نسب از سیادت و سخاوت بہرہ مند گردانیدہ
 لَا ذَالَ فِي الْعِزِّ وَالْمَجْدِ كَأَنَّمَا فَرِيدًا اطلب حضور جماعتے کردہ بود و داعی نیز داخل آں جماعت
 است۔ عزیزے از قبل محرر عرضہ کرد کہ اورا بعلت مطالبہ بہ لشکر باید رفت فرمودند۔ چند روز جائے
 نرود کہ آخر ہائے بازار ماست و ظاہر کار ما باختر رسیدہ است و از ما امیدوار منافع باشد و ایں منع
 باوجود آں قدر بے توجہی در باب مستر شدان داشتند خالی از غرایتے نہ بود۔

تذیہ مقدم جمادی الاخرہ ۱۲۰۱ھ

بطیفیل صحبت حضرت مخدومی ملاذی حاجی شیخ عبدالحق سلمہ اللہ مجلس عالی باریافت۔ فرمودند
 کہ شب گذشتہ اوضاع بدن بغایت برہم زدہ شد و حالت نزع بظہور رسید و تا نیم شب ایں چنیں
 بود اما بغایت آخر آرامے حاصل شد۔ اگر مردن عبارت ازین است چہ نعمتی بودہ است کہ اذال
 حال برآمدن خوش نمی آمد و ہم دریں بیماری و صیئتے کہ کردند ایں بود کہ در ملکیت یک دو کتاب
 شبہ گونہ بود۔ فرمودند کہ آنہا را البصاحب شان بفرستند۔ ہر چند بہ ہیبت شرعی آنہا مقبوض و مملوک
 بودند و میرانی کہ از حضرت ایشان ماند از نقود یک روپیہ و از اجناس چند کتابے و اسبے و قرنی

و طریقہ کہ درستر شدان معمول است ۛ
گر جان من اندر سروکار تو شود
مهر تو بمراث و ہم خویشان را

شامِ پنجشنبه بست و سومِ ماہِ مذکور

خیلگی صحیح و خورم بُوند چنانچہ عصائے بدست گرفتہ بیانی فلک فرمائے خود از جائے
کہ بودند بجائی دیگر تشریف بُوند و بفرح و شادمانی در خانہ کہ مشرف بہ دریا بود و ہوائے مخالف
در وسرایت داشت نشستند و نماز شام را بہ ایما گزار وند و پوشش ہا کہ ہمیشہ در ایام
بیماری می بود کم کردند و مثنوی مولوی معنوی با و از بلند می خواندند و با خود زمزمہ داشتند مخلصانے
کہ بہ تہمد خدمت و تیمارداری مخصوص بودند از مشاہدہ ایں حال متحیر بودند۔ بعضے از حاضران از
خواص علوم تحقیق می نمودند شخصے از حاضران پُرسید کہ آنچه در قرآن مجید امر بایمان بہ غیب
آوردن شدہ ایں معنی نسبت بہ عامہ مسلمین خواہد بود نہ بہ اہل مشاہدہ یعنی اینہا ایمان بہ مشہود
دارند۔ فرمودند کہ نہ چنین است۔ بل امر بایمان غیب نسبت بعوام و خواص است۔ بیت
ہر چہ نزد تو بیش ازاں رہ نیست غایت فہم تست واللہ نیست

پاسے اخیر از شب جمعہ ماندہ بود کہ دل حضرت ایشان ضعف کرد بے خود شدند بعد
از اندک فرصت با فاقتی کہ متضمن بشاشت و جہ بود بہ کمال قرار و آرام باز آمدند و چشمان
مبارک واکر وند و کلم از ایں وقت تا قبیل وصال نفرمودند۔ وریں اوقات سکوت کہ ہلکی آں
دوازده پر بود۔ ہر چند ادویہ مخالف طبع شریفیت می مایند اصلاً بچہن ابروئے متعرض نشدند
ہمانا اثبات حال رضامری میداشتند۔ چہ قبیل ایں حالت سکوت مخلصے بطریق ولسوزی گفت
سبحان اللہ چندیں امراض سابق ولاحق پس نبود کہ سوزش درون ہم براں افزود و بزجر منخش
کردند۔ فرمودند حق سبحانہ مالک ملک خود است۔ در ملک خود ہرگونہ تصرفی کہ میخواہد میکند
و گیری را دم زدن نمی رسد و تا ہنگام رحلت از آرام و قرار سے کہ داشتند متغیر نشدند۔ الا از
آوردن طبیب ہندو کہ آزار روحانی راہ یافت و صورت کراہتے ظاہر کردند و چینیہ بر آبرو سے

مبارک پیدا آمد و دوائے از جانب طبیب گردانیدند خدمت خواجہ حسام الدین احمد عرض کردند کہ برضائے والدہ حضرت ایشان ایں گستاخی کردہ شد و الا مشرب عالی معلوم است کہ با ورون طبیب ہند و راضی نیستند۔ از استماع ایں سخن حسین ابو و فراہم آمد و برضی والدہ راضی شدند۔ دریں وقت یکی از مخلصان بتقریب نام اللہ العالمین گفت۔ بسعت جانب وے دیدند و سر مبارک را کہ بہ یک قرار گزاشتہ بودند گردانیدند۔ یکی از حاضران گفت دیدید کہ باستماع نام محبوب چہ بشوق تحرک فرمودند۔ اذیں سخن آب و چشم حقائق بین گردانیدند اما بیرون نہ آمد۔

تذکرہ سبب و تحمیم ماہ جمادی الثانیہ سنہ اشع عشر و الف

سعادت حضور حاصل شد و ایں وقت احتضار حضرت ایشان بود از مخلصان ہر کہ مے آمد لوطہ بجانب وے میدیدند بصرف نظریہ اغماض عین نصحتش می کردند۔ چوں جامع مسودہ بہ نظر مبارک در آمد خیلگی متوجہ شدند و صرف نظر مدتی بجانب دیگر نکردند۔ بخلاف عادت مکرر مکرر چشم شفقت و مرحمت نگر نیستند۔ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا مِنْ بَرَکَاتِ حُجَّةِ الْاِسْلَام حضرت مخدومی خواجہ حسام الدین احمد می گریستند۔ بنظر ہائے کہ متضمن وواع باشد بجانب ایشان نگر نیستند و نظرات شفقت و مرحمت بہ تفقد حال خیر مال ایشان کردند و بر دوائے حضرت ایشان تبسم و تعجب چنانچہ عادت شریف دریں امور بود ظاہری شد یعنی عجب از شما کہ خود را در دائرہ درویشان می گیرید و طفلان وار دریں معاملہ گریہ می کنید و بعنایت و مرحمت تمام انگشتان دست مبارک در انگشتان ایشان در ہم زدہ خیلے وقت منعقد داشتند و دست بہ سر و روے ایشان کشیدند و در وقت بیماری اخیر بیچ کرام از اصحاب کرام دوائے ایشان بحضور عالی نبود۔ اگرچہ خدمت میاں شیخ الہ داد نزدیک بودند لیکن از ضعف و بیماری کہ شیخ مذکور را از مشاہدہ ضعف ایشان طاری شدہ بود دریں مدت نتوانستند مجلس عالی حاضر شد۔ شب و روز در ملازمت حضرت ایشان خصوصاً در ایام بیماری بغیر از ایشان کسے نبود۔ القصہ چوں جانتگ بود و یاران بنوبت می آمدند۔ باشارات اعزہ کہ انجا حاضر بودند بیرون آدم حق سبحانہ بطیفیل آن نظرات و بحرمت صفائی آن اوقات ایں آوارہ وادی

ناکامی و بازی طبیعت و خامی را از سوئے خاتمہ نگاہ دارد و این زلات و جراثیم را کہ از غم شیمی این اثر دہائے
خانہ پرورد و غول شر و فریب کہ نفس و شیطان سر بر میزند سدر راہ وصول بگرداناد بماند زودہ۔ تمامی قصہ
انکہ پاسے از روز شنبہ باقی مانده بود کہ مذکر اسم ذات بطریق جہر شغول شدند بعد از دو و سہ گھڑی ہمیں
شیمہ کریمہ بخوار رحمت حق پیوستند و بعالم قدس ممکن فرمودند مثنوی

دین صندل سرائے آبنوسی گئے ماتم بود گاہے عروسی
جو بہر شادی و غم جائے رو بند بجائے سر بجائے پائے کو بند

نُبائی

کہ گفت کہ آن مایہ اُمید بُرد کہ گفت کہ آن دولت جاوید بُرد
آن دشمن خورشید بر آمد بر بام پوشید و چشم و گفت خورشید بُرد
انکوں اندکے از اطوار حضرت ایشاں نسبت بعجم خلّاق و تربیت بمستر شدان در و فصل
بوجہ اختصار تمام کنم۔

فصل اول در بیان بعضی از اطوار حضرت ایشاں

بقیہ حضرت ایشاں خلق اللہ ایں بود کہ ہر گاہ شخصی بملازمت گرامی می آمد خود را بطور او
می گزارشتند و بانذاذ عزت او بدل جاہ می فرمودند و تعظیم علماء و سادات بسیار می کردند و اکثر ساکت می
بودند و برائے استمالت خاطر زائر ناد برابری سخن سے ہماں قدر کہ در معرض جواب کافی می بود تکلم می فرمودند
مگر دقیقہ سخن و در تصوف و وحدت وجود و محل اختلاف می افتاد و خیلگی منتفی می گردید چہ آن محال مغلوطہ
افہام است تا کسی کج نہ فہم و مخالفت مذہب صحیح فراگیرد و اگر اہل عرف و تکلیف می بود و سہ
کلمہ عربی بہ تکلف بر لفظ آید و ند و بنوع تازہ روئے ہوئے می گردند کہ بیچ گو نہ تکلف یا کہ استہ
مشہوم نمی شد و در آن حضرت ہرگز سخن دنیا یا دنیایا اخبار عالم مذکور نمی شد مگر کہ حاجت مندی
بنکام عین حاجت خود چیز سے ازیں مقولہ می گفت یا امر سے از امور دینی بآن متعلق می بود و

حتی الامکان در انجام مهمات مسلمانان خود را معاف نمی داشتند و بفعل و قول حاجات حاجتمندان را رد نمی کردند و از حضرت ایشان هرگز سخنی که دلالت بر وجود قدرت کند از این جماعه کسی نشنیده مگر وقتی یکی از مخلصان که بطاهر و مشغولها مبالغه نداشت و جمعی از اصحاب طعن و سب می کردند بشکستگی و حسرت از کم توفیقی خود و وطن یاران بعرض رسانید فرمودند هر طور میخواهی باش و از کدورت هستی طاعنان و نورانیت مرحومی آن مخلص فرمودند بخاطر میرسد که متوجه شده به کمترین ساعتی این شخص را بمرتبه بلند رسانیده شود اما ضعف فرصت نمی دهد و هرگز این چنین سخنی از ابتدا تا انتها کسی از حضرت ایشان که تمام غرق در بایستی فنا نیستی بودند نشنیده در وقتی یکی از انحصار خواص بنا بر حکمتی از بحر وجود حضرت حق سبحانه قطره می یا بم و به بهماں تعین زندگانی می کنم و در خلا و ملا و دوام آگاهی و حضور و شهود حق می بودند و اگر مکرر می شد می دیدند بشدت امر معروف و نهی کردند و احیاناً چوں ضروری شد به کنایت یا به تمثیل بنوعی می فرمودند که دلنشین و سب می شد و سبب برنا کردن امر معروف آن بود که خود را از سائر ناس می دانستند و می فرمودند که امر معروف بر علماء اهل احتساب است روزی یکی از اذواج مطهره نسبت بحضرت ایشان بی ادبی کرده بود و بار باب علم فرمودند که مسئله تحقیق کنید اگر در ایمان و سب به تنگ حرمت مافتور سب رفته باشد تجدید نکل کنم شخصی عرض کرد که اگر بعلمای کسی این چنین بی ادبی کند حکمش چنین است فرمودند ما داخل علمای نیستیم در کتاب بنید که اگر مومن تنگ حرمت مومن بکنزچه لازم می شود و حکم آن چیست و سمر و از جاده مستقیم و طریق قویم شریعت تجاوز نمی کردند و عمل بر و آیات مفتی به می نمودند و از امور یک مظان شبیه و ران گنجایش می داشت بقول و فعل اجتناب می کردند و آن قدر نظر بایستی و وفق دیر باب داشتند که عقل حیران می شد مثلاً اگر کار می کردند و ران کار رعایت حقوق شرعیه کما ینبغی می نمودند گاهی اطلاع بر اسرار آن عمل نمی شد بعد از آنکه کشف حقیقت آن اتفاق می افتاد ظاهری شد که نهایت مرتبه رعایت تا همی قدر است و این چنین می بالیست مثلاً روزی نشسته بودند وقت نماز در رسید مصلای طلب داشتند شخصی از حاضران که بنده خود را پیش آورد فرمودند که برجامه شما نماز گزاردن از ادب و ور است بر زمین ادا کردند و جامه او را نه انداختند عاقبت ظاهر شد که این شخص بعد از اتمام وضو نشفت رطوبتی از اعضا می مغسله خود بآن جامه نموده بود و اگر کسی در

ملازمت حضرت ایشاں تخفیف مسلمانے می کرد چہ جائے غیبت بجزو آنکہ این معنی از وے می فہمیدند
تعریف و توصیف آن مسلمان بنیاد می کردند۔ چنانچہ آن کس نیز از ارادہ تخفیف برآمدہ و توصیف مقوی
حضرت ایشاں می شد از شخصے انواع افعال قبیحہ صادر شدہ بود۔ چنانچہ پدر و جدش محضے بر وجوب
قتل وے نوشتہ بودند لیکن قاضی حکم بقتل نکرده بود۔ عزیزے قبلخ وے را بہ تعجب و تعجب بخضور
حضرت ایشاں نقل کرد۔ انواع شفقت و مرحمت بے بیچ تعجب و بارہ وے فرمودند۔ ناقل را از مشاہدہ
این حال وجدے و گرفت کہ سبحان اللہ حضرت ایشاں مخلوق و متقید اند۔ ہر گاہ از حضرت ایشاں
این تہہ شفقت و مرحمت ظہور می کند۔ حق سبحانہ کہ ارحم الراحمین است وسعت رحمت او تا بچہ حد نخواہد
بود و از غلبہ این نظر خندہ و عرض نمود کہ ازیں جا معلوم شد کہ گناہے پیدا نخواہد شد کہ کسی مستحق دوزخ
گردد۔ بآن عزیز خطاب کردہ فرمودند شما مردم عزیزید۔ شمارا قبالخ وے در تعجب می آرد و ما کہ اورا در
تقابل نفس خود پنداریم جائے تعجب نیست شخصے نقل کرد کہ صوفیان حضرت ایشاں کا رکم می کنند۔ و
مشقت در مشغولی ندارند۔ فرمودند بیچارہا چہ کشند ما ہم ہمچہ مشقتے ویریں امر نکرده ایم۔ چنانچہ ما مفت
یافتہ ایم اینہا ہم منجوا ہند مفت یابند۔ اگر از مریدے امر قبیحے مشاہدہ می کردند یا می شنیدند تہمت بر خود
می بستند و می فرمودند کہ اثر بد صفتی ہائے ماست۔ ہر گاہ در مابدیہا باشد۔ این فقیراں چہ کنند۔ ہر تہہ در
ماست و در ایشاں پر تو می اندازد۔ وقتے میاں شیخ تاج کہ از خلفائے حضرت ایشاں اند و در سنبھل
توطن دارند و در باب یکے از سنبھلیان کہ خالی از جذبہ و جنوبی نبود شکایت گوہ نوشتند کہ اہل سنبھل
از مشاہدہ احوال و اوضاع وے زبان طعن و راز می کنند حضرت ایشاں در جواب عریفہ میاں شیخ
تاج چنین نوشتند کہ مانع خشکی شمارا کہ در باب شیخ ابا بکر نمودہ بودند خواندیم۔ این نوع چیز ہا منافی
مقام شفقت و کار شناسی نیست۔ اولیاً از کیا امر محفوظ نیستند۔ نامراد بیچارہ کہ روزے چند
سلوک طریق تصفیہ کردہ باشد از کجا محفوظ و معصوم شد تا خلاف چشم داشت از و ظاہر نشود خصوصاً
کہ در اصل دیوانہ و مخزن العقل باشد استقامت صفات از و نباید چشم داشت اگرچہ بولایت برسد
خداوند کہ در اں وقت پیرہن محلول محلول او شدہ باشد و صورت صواب را از نظرش پوشیدہ باشد
کارخانہ دیوانہا و گیر است نمی بینید کہ تکالیف شرعیہ مربوط بعقل است۔ بالجملہ تہہ را در مرتبہ اش
معذور می باید داشت و نظر بر فاعل حقیقی می باید گذاشت بل معیت وجود را باید دید۔ ادب شناخت

این است نفوس مختلف اند بعضی آماره یعنی مطمئن و بعضی در میان که گواہ میگویند آن هم اگر
ذوی العقول باشند مطمئن نفوس اولیا است۔ ارباب نفوس آماره را نیز معذور می باید داشت بل
بنظر لطیف وید و هر کار سے مطالعہ ہائے جمیل بکار باند بر دطن اہل سنبھل را نیز انکار نمی باید کرد بل
بہ نظر رحم در ایشان باید دید کہ از استقامت عقل بر آمدہ اند و شیوہ نفوس را فراموش کردہ۔ اگر
عاجز سے یک گناہ بکنہ حکم بر بطلان او چرا کنند و مجموع امور را بر تلبیس چرا حکم فرمایند۔ الحمد للہ و المنة
کہ ملامت اولیا است ما خود در ظهور این امور طریقہ دیگر داریم۔ ہر گاہ ملامتیہ سے در خود می نگریم۔ و
یک بد صفتیہ در خود می یابیم و این اشارت را موعظہ غیبی میدانیم۔ چنانچہ دریں مادہ نیز در خود نفاق ہا و
تلبیسات یا ختم و النجا بحضرت کرم او برویم انشاء اللہ مرتفع شود۔ بارے بگوئید کہ از ملامت سنبھلان
چہ ضرر لاحق خواهد شد عبادت را قبول نخواہد بود یا صفائی توجہ بر طرف خواهد شد یا رد و رگاہ الہی خواہد
شد چہ خواہد شد۔ معشوق ترا و بر سر عالم خاک : انتہی کلامہ قدس سرہ

دو سے عزیز سے از خالصان شکایت حال خود را در ملازمت حضرت ایشان برد کہ مرا حالی پیش
آمدہ ہر چند می دانم کہ دیگران بہ ازیں احوال دارند ولیکن نفس من بدان مغرور شدہ است با وجود آنکہ استغنا
می کنم۔ آن عجب و غرور از من میرود۔ یکے از صوفیان در ملازمت عالی شمسیتہ بود فرمودند۔ ایں مرد نیز
بطور شکار گرفتار ہیں حال است از علاجی بہر سید آں عزیز عرضہ کرد کہ ماہر و بیمار علاج کہ ایشان
من خواہند کہ چہ خواہد بود۔ فرمودند شما ہر دو مردم عزیزید حاصل ہا دارید لاجرم چہ ہا در خود سے بینیہ
ما کیہیچ نہ داریم ہیچ نمی بینیم۔ یکہ چیز ما را عجب شود آں عزیز گوید کہ از استماع ایں سخن نزدیک بود کہ تار
پودہستی من از ہم بگسلد تا بعجب و خود بینی چہ رسد۔ دیگر ہرگز گرفتار ازاں گونه عجب نشدم۔

ماقیان لہجہ او چوں شر اسب اندر دہند

ہوش گوید گوش را ہاں ساعندی کن ساغری

دو سے یکے از متفقہاں ہے خبر کہ خود بمشروعات ثقیہ نبود بر حضرت ایشان زبان اعتراض

دراز کرد یعنی دخل ہائے نا حسان و بیجا بر اوضاع و لباس مرتبیہ می کرد و حضرت ایشان تحسینش
می کردند ہی فرمودند کہ مثل شما در عالم کم کسے یافتہ می شود۔ می باید کسے شما را ہمیشہ با خود می داشتہ باشد
چہ خوب کسی بودہ آید۔ دریں مدت ما را بمثل شما سے ملاقات نشدہ۔ ہر چہ تو اضع می کردند۔ او در

اعتراضات قوی تر شد اصلاً بوسے اظہار گرائی نہ کردند و کج خلقی کا رنفر نمودند باوجود دوسے ریش تراشی
 بود و مردے نبود کہ درین صبح فرقہ اعتبار سے داشتہ باشند عزیزے از دانشوران ہمد بوسے گفت کہ آے از
 خدا بخبر تو چہ دانی کہ علم شراعیست بروی کتاب رجوع کن یعنی ہرگز از اولیاء خلافت کتاب نیاید خصوصاً از
 مثل حضرت ایشاں کہ از ادب اب صحواندہ اصحاب سکر۔ فرمودند ویریں جزو زمان وجود ایں چنین مردم غنیمت
 است ہم ویریں محل طعامے در میان آمد۔ اورا با خود شریک کردند و انواع شفقت و مہربانی فرمودند
 پچوں تمام خالی شدند اعتراضات ویرا از روئے کتاب ہائے مفتی بہ جواب فرمودند بعد از اں تا امر
 آن متفقہ پیدا نشد گویند از شہر برآمد و روش حضرت ایشاں شب ہا در ایام تخفیف امراض مزمنہ کہ
 خادمان اورا صحت می نامیدند ایں بود کہ بعد از نماز خفتن کہ از مسجد تشریف می بردند قدرے مراقب می
 نشستند۔ چوں ضعف اعضا بر بیشتر می شد پائے دراز می کردند و ہمیں کہ چشم بخواب گرم می شد و خادمان
 در خواب می شدند بر می ناستند و بموضع می رفتند و تجدید وضو می ساختند و شکر وضو می گزارند و نمی نشستند
 باز چوں اعضا ضعف کردے دراز می شدند ہم چنین پنج مرتبہ گاہے شش مرتبہ می شدند و تجدید وضو
 کردہ بخواب می رفتند و احتیاط طبع می کردند کہ از خادمان کسے بیدار نشود و شب ہا با وجود آنکہ دو خانہ
 داشت بیرون می بودند و اگر میل عنسی پیدا می شد در خانہ کہ نوبت آن می بود می درآمدند و ہاں غسل
 کردہ بیرون تشریف می آوردند و خواب می کردند و اہل خانہ ہائے حضرت ایشاں حقوق خود را بہ تمام
 حجتہ قسم نیز بخشیدہ بودند۔ باوجود آن قدر رعایت قسم می کردند کہ سر موئے فرو گذاشت نمی شد۔
 چنانچہ در ایام غلبہ ضعف و بیماری نیز از خانہ کہ بخانہ یکے از واج قرب مسافت داشت بخانہ دیگر
 آمدند کہ مسافت ہر دو خانہ از انجا برابر است و آن خانہ وسط حقیقی است و در جائیکہ شب می بودند
 سنت نماز فجر را در ہما نجا گزاردہ بمسجد جماعت تشریف می آوردند و در اوقات دیگر وائے نماز شام
 بعد از وضو شکر وضو گزاردہ بمسجد می آمدند و اکثرے از ادب اب حاجات ویریں را عرض مہمات خود
 می کردند۔ قدرے می ایستادند و حاجات ہر کدام را می شنیدند و ہر کس جوابے شافی مہربانی می گفتند۔
 آن گاہ بمسجد می درآمدند اگر در وقت اتساعی می بود تحیت مسجد نیز ادا می کردند و الا بفرانض و سنن
 مؤکدہ اکتفا می فرمودند۔ ہم چنین در وقت برآمدن از مسجد ہرگز از اہل حاجات اغماض نمی کردند۔
 بلکہ بشا شب و جبایہا سخن می فرمودند و در جائے خود تشریف می بردند۔ چوں ایں شمیمہ کریمہ فہمائے

عظیم یافتہ بودند خیلگی در باب ہم سازی خلق اللہ متوجہ بودند۔ آخر با ایں معنی بنا بر نیستی کم پذیرفته بود
 و از حضرت ایشان فوائد ظاہر و باطن بروم می رسید و تا ویس مریدان جز از راه باطن نمی کردند مثل
 سلب حال و در قلق انداختن نسبت بآن شخص ایں معنی باعث چندین تنبیه و فتوح می شد۔ یکے از
 مخلصان را بنا بر مصلحت و لے در قلق انداختند و ایں مرد لاہوری بود و از لاہور بصحبت یکے از شیخان وقت
 تا بدلی آمدہ بود۔ چوں ملازمت کرد فرمودند چرا ہمراہ آن شیخ پیشتر رفتی۔ طرفہ حالے بران نامراد گزشت
 کہ تمام شب در زنگ ماسی کہ بر تابه باشد بقیق را بود و نعرہ میزد و گریہ ہا در دناک می کرد۔ چنانچہ خواب
 بچشم اکثر یاران از نالہ او آشنا نتوانست شد و از غایت گریہ نماز خفتن و بامداد را آپخان کہ باند نتوانست
 گزارد۔ عشرہ اخیر ماہ رمضان بود و یاران بعد از نماز بامداد حلقہ کردہ متوجہ بحضرت حق سبحانہ نشسته بودند
 کہ آن نامراد دیریں جمع درآمد و گفت آئے مسلمانان برائے خدا در دے دارم بشنوید۔ اگر چه بیچ کس متوجہ
 بسخن وے نشد چه تمام شب گوش ہا را پر ساختہ بود۔ ہر کدام بذوق خود فرو رفتہ بودند۔ گریاں گریاں بنیاد
 کرد کہ من پیوستہ طالب درویشان و معتقد و خادم ایشان بودم۔ شبے بخواب دیدم کہ اہلق سوار می گزرد و مردم
 در دُنبال او می روند و می گویند کہ ایں قطب وقت است۔ من نیز بر سر راہ وے دویدہ ایستادم۔ آن سوار بمن
 گفت کہ نوکر من می شوی۔ قبول کردم و گاہے چند در حلبے او دویدم۔ عاقبت بر یک کوہی درآمد و از چشم
 من غائب شد و بعد ازیں واقعہ پنج شمش سال گزشتہ بود و انتظار من باخرا آمدہ کہ بہ تہریت حضرت ایشان
 از آن کوچہ کہ نزدیک بخافہ من بود بہاں نسق کہ در خواب دیدہ بودم گزشتہ بجز آنکہ چشم من بر جمال حضرت
 ایشان افتاد و شناختم و از دُنبال رفتم و ایں واقعہ خود را گفتہ مشغولی گرفتم۔ اکنون پنج شمش سال است کہ
 محبت ایشانم اہل حال می فرمایند کہ ہمراہ آن شیخ چوں نہ رفتی۔ آئے مسلمانان برائے خدا بگویند کہ من چه کار کنم
 چوں سخن باخرا آمد باہل قلعه و جدے در گرفت کہ سرانہ پاکم کردند و بے طاقتی ہا نمودند ایں جماعت کہ قریب
 بہ ہفتاد کس بودند یک کس ہوشیار نماند و از سنگ مسجد بعضے مجروح شدند و غریبہ در تمام قلعه فیروز آباد
 برخاست و تماشایاں هجوم آوردند۔ چوں ایں غوغا بسمع شریف رسید مسجد تشریف آوردند و فرمودند تا یکے
 را گرفتند و مستی اینہا فرو نشست۔ بعد از آن آن لاہوری آتش زن را طلبیدہ از قلق بر آورد و غرضکہ تمام منظر
 رحمت بودند و می فرمودند کہ از ما یکسے ضرر نمی رسد الا منافع۔ و الحق فوائدیکہ دیرین دوسہ سال از آن حضرت
 بہستفیدان رسیدہ و زمان پیش بسالمانی رسید و تفصیل آن از حد بیان بیرونست۔

یک دہان خواہم بہ پہنائے فلک تا گویم وصف آن رشک ملک
 تنائے او بدل ماتہ دنیا بد زانکہ عروس سخت شکر فست و جملہ نازیبا
 و ہر بانی بر مشرب حضرت ایشاں آل قدر غالب بود کہ اگر گریہ بردامن نہ بہت نشیمن خواب می رفت۔ ہر
 گوش بیدار نمی کردند و منتظر بیدار شدن و سے می بودند۔ تا زمانے کہ او بخواب بودے حرکتے نہ فرمودندے
 و خود را بطور او گذاشتندے۔ و اکثر اوقات بایں تقریب سر ہا می خوردند و لحاف از زیر گریہ نمی کشیدند
 و قسم آشنائے کہ سابقاً با شنایان داشتند تا آخر با نہا بہاں طریق سلوک می فرمودند۔ چنانچہ اکثرے از
 آشنایان سابق حضرت ایشاں را از خود بہ ہیج وجہ متمیز نمی دانستند۔ عزیزے در ملازمت حضرت ایشاں
 نقل کرد کہ بعضے کوتاہ بیان تیرہ منش می گویند کہ مدار مشخت حضرت ایشاں را بہ آشنائی یگانہ اللفاقی
 مرجع الامامی قدسی القاب شیخ فرید است سلمہ اللہ تعالیٰ و ہمیشہ در رقعات کہ بہ شیخ می نویسند عنوان
 آن قبلہ گاہی سلامت می باشد۔ از فقر این قسم خوش آمد چہ زیبا است۔ و جواب این سخن فرمودند کہ شیخ را
 بر ماسق ہا است و بوسیلہ وجود ایشاں دین راہ کشایش ہا دیدہ ایم و الحال ہم وجہی شرعی برائے قطع
 طریق آشنائی نمی یابیم۔ والا چناں می کردیم و این نوشتن را علت ہماں است کہ بہر نوعے کہ از ابتدائے
 سلوک یکسے کردہ بودند تغییر نمی دادند و مہند حقوق سیادت و بلند فشی شیخ سلمہ اللہ و وصلہ الی ما یتماہ
 رخصت بتخیر این عنوان نمی داد۔ روزے ضعف والدہ ماجدہ خود دیدہ امر طعام بختن را کہ تکفل ایشاں
 بود۔ بہ بعضے از صوفیاں فرمودند۔ والدہ حضرت ایشاں تا چند گاہ بہ گریہ و زاری گزرانیدند کہ از من
 کدام جرمیہ بوجہ آمد کہ حق سبحانہ ما را ازین سعادت بازداشت۔ عمل خیرے کہ از دست من می آمد ہمیں
 بود کہ برائے حضرت ایشاں طعامے می بختم۔ آنرا ہم از من باز گرفتند۔ مدتها بریں حال بودند و از نہایت دانائی
 و زیرکی و غلبہ نسبت اخلاص و مریدی کہ مرکوز جو بہر شریف ایشاں است نتوانستند اظہار این معنی کرد بعد
 ازاں کہ این سخن بحضرت ایشاں رسید و امر طعام بختنی بتصدی ایشاں گذاشتند۔ باطن سعادت موطن ایشاں
 ازاں قلق و اضطراب فراہم آمد و بہ بی بی بانو کہ زن محمد صادق کہ خسر پورہ حضرت ایشاں باشند و زن شیخ
 محمد صدیق کشمیری کہ بی بی آقا باشند برائے خیر نمودن و مدد در بعضے امور گذاشتند و نفی اختیار حضرت
 ایشاں آنقدر بود کہ با وجود ضعف و دوام بیماری مقید اختیار طعامے نبودند۔ و اگر ناظم طبع می بود
 اعمال این معنی نمی کردند و بدن شریف و منضر لطیف از عدم ترتیب و بے توہی بطعام و دوام مشغولی بضر

حق سبحانہ بغایت نجیعت بود لیکن رونق چہرہ و طراوت روئے با آن ہمہ نجافت کہ بالاتر از ان صورت
نہ بند و روز افزون ہے

نہط سبز و لب لعل و رخ زیباداری ہر چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
و ہنگام طغیان قلق گاہے با وجود چندین ظہور و مقتدا ئیت و رکوپہا و بازار ہا تنہا بطرفہ یسعی می گشتند
و در سایہ ہائے دیوار بر خاک می نشستند و مضمون حدیث کُنْ فِی الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ
كَعَابِرٌ سَبِيلٍ لِّلْآخِرَةِ می شد و حضور و شہود حق از مراپائے گرامی می یارید و محقق می شد کہ جمیع اعضا
جدید ابنت خاص متوجہ حضرت حق سبحانہ اند و استفاضہ خاص میکنند و پیوستہ با وجود چندین فتوح و کثرت
کہ اَنَا فَا نَا مَیْدِیدِند ہمیشہ در انتظار و تفکر و حزن می بودند

و یک دم اگر ہزار وریا بکشتی کم باید کرد و خشک لب باید بود
و قتی بیکے از مخلصان بقریے می فرمودند کہ اگر ماریاضات شاقہ چنانچہ از باب سلوک می کشند نکشیدہ
ایم لیکن انتظار ہا و قلق ہا کشیدہ ایم کہ چندین ریاضات و عن و ضمن آن می بود و از ابتدا تا انتہا از انتظار
نہ آسودند چوں اطوار حضرت ایشان و معموری اوقات پاک بتمام و کمال بیان کردن و رطقت بشریت
چہ حقیقت بگفت نیاید و لذتے کہ روح از دریافت معانی و بسط حال باید بیان از ادائے آن عاجز
است۔ لاجرم آنچه اندیشہ و ادراک نویسندہ از مشاہدہ اوقات استعراق سمات حضرت ایشان
در یافت۔ اگر ہزار کتب پروا دود و عمر ہم بالفرغ مساعدت کند تحریر آن صورت نہ بند و خوش گفت ہر
کہ گفت

نبود در کتاب ہا و دل و درد از دے صد کتاب نتوان کرد

لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمُنَّةُ کہ از دیدار گرامی حضرت ایشان کہ نسخہ اخلاق انبیاء و اولیاء بودند یقینی
و اعتقادے بریں طائفہ بطریق مشاہدہ پیدا شد قبل ازیں ہر گاہ کتب احوال مشائخ مطالعہ کردہ
می شد بخاطر نا تجربہ کاری رسید کہ مریدان سخن را بسط دادہ اند و الا ایں احوال از قیاس عقل بیرون
است۔ اکنون مفہوم شد کہ حق سبحانہ بعضے از بشر را بجائے میرساند کہ اگر افلاطون و بوعلی و دینق النظر
عالم آگاہ گردند بنا دانی مقرر آیند۔

فصل ثانی در بیان تربیت مسترشدان طریقہ

عادت شریفہ حضرت ایشان در تربیت طالبان این بود کہ ہر گاہ طالبی می آمد کہ اظہار طلب می نمود چند گاہ و در اندازہ ہاش می کردند۔ اگر اہل شہر می بود و اگر مسافر می بود و محتاج نان و رایہ می کہ بامر ارشاد متوجہ بودند چند گاہ نانش نمی دادند بہ نیت آنکہ مردم برائے نان جمع نشوند و کالے راست نہ سازند و ہر گاہ کہ از ارباب دنیا برائے فقرارندہ می فرستاد مخلصان خود نمی دادند و فقرائے بیگناہ را تقدیم می کردند۔ اگر چیزے باقی ماندے تحقیق می کردند۔ ہر کہ از مخلصان غرض حقانی داشتے آہنگاہ ادنی آنچه ضرورت وے بدان کفایت شدے عنایت می کردند و امداد مالی چنانچہ بعضے عوام گمان می بودند نسبت بمخلصان بغایت کم۔ و می فرمودند کہ ہر کس ما امداد مالی کنیم۔ یقین دانند کہ نسبت بہ او در محبت فقورے داریم و نظر حضرت ایشان در عدم امداد و تنقیح صوفیاں و تربیت طالبان بود نہ عدم مہربانی بلکہ نہایت مہربانی نسبت بگرفقداران آرزو بہین است و آخر ہا کہ امر شخصیت و ارشاد متروک شدہ بود۔ فرمودہ بودند کہ بآیندگان تا سہ روز نان بدہند کہ ضیافت تا سہ روز مسنون است درین میان بعضے مست طالبان نمی ایستادند و دوراندازی ہا تاب نمی آوردند الا آنہا کہ طلب قوی میداشتند و دریں کار بجد ترمی شدند بآنها طریقہ می فرمودند۔ بعد از مشغول ساختن اگر محتاج روزمرہ می بودند برائے آنہا قوت لایموت تعیین می شد و نہایت آن یک تنگہ دہی بود و الا یک نیم بہولی و یک بہولی از وجہ قرض حسنہ کہ برائے حلالت لقمہ حلیہ شرعی است و این مخصوص مسافران بود نہ اہل شہر۔ مگر کہے کہ در جوار حضرت ایشان دائم بودے و احتیاج او معلوم می شد داخل مسافران روزینہ و اریگشت و طریق مشغول ساختن این بود کہ اول استخارہ اش می فرمودند بعد ازاں در خلوتش مے طلبیدند۔ و شغلے از اشغال سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کہ در رسائل اکابر این سلسلہ مبین است می فرمودند و نسبت بہ بعضے بعضے کیفیات از پیش خود براں مشغولی باز آمد میکردند۔ چنانچہ در رسالہ خود کہ در بیان طرق نوشتہ اند این را فرمودہ اند۔ تو بجے در باب وے میکردند و ہمتے مصروف میداشتند۔ اکثر طالبان در صحبت اول بخود شدہ بر جائے خود مے افتادند و در آنہا اثرے از حرکت و شعور نمی بود۔ تا ہر گاہ کہ صلاح حال آن ہا

سے این رسالہ را جامع در رقعات شریفہ نوشتہ است۔ رقعہ ۶۲ را باید دید۔

می دیدند و این بے خودی میگزاشتند و این حالت بر بعضی بانو می میگزاشت که حاضران آنها اموات خیال می کردند۔ باز بر عکس آن تصرف می کردند بهوش می آمد و قول الشَّيْخُ يُحْيِي وَيُمِيتُ بوضوح می پیوست بعد از طریق این حالت بخودی و بے شعوری اکثری از اخلاق و مبدء او مذهب می شد و شکسته در کارخانه و سودا و پیدای آمد چنانچه مردم از چهره او پے بمعانی محصوله او می بردند و ابتدا بتغیر اوضاع و سوائی امر نمی فرمودند۔ بعد از چشیدن لذت بخودی او خود بواجبی موافقت با اوضاع مرضیه حضرت ایشان می آمدیم چنین بهر که مرحمت بیشتری داشتند یا غلطی در استعدادش میبود و بکرات تصرف برومی کردند و بحالت بخودیش می بردند و آن قدر قدرت بود که اگر کسی را میخواستند در یک روز بسر حد فنا و فنائے فنا که مقدار آن رتبه ولایت است میرسانید و نسبت بدو سه کس این معنی دریافته شده و هر کس را طریقے خاص پیش می آمد۔ بعضی را کشف و بعضی را ترقیات در مقام قرب و بعضی را تلون احوال و باز کشف هم انواع بود و کشف حقائق اشیاء و کشف توحید و کشف قبور چنانچه این خط حضرت ایشان که درین باب بفرزند و برادر میاں شیخ احمد سرمنندی مرقوم شده موند آنست۔

وقرۃ العین محمد صادق بزخوردار ظاہر و باطن گردد۔ احوال او چنانچه ظاہر است مستوجب حمد و ثناء است بر همان حضور خود باشد از غیبت و استغراق اندیشه نیست انشاء اللہ از شکر بصورت و فناء و شعور اندراج یابد مولانا محمد مسعود از کشف قبور اعتباری بر نگیند کشف صوریه محل خطا و لغزش است سعی کند که حضور مع اللہ ظهور یابد و دوام پذیرد و هر چند که عالم صاف شده باشد و معنی نورانیت نیز از نظر بصیرت استقفا یافته در کار و سعی باشد که جذبہ خواجها و حضور ایشان دیگر است در آن موطن از ماسوے نام و نشان نیست گاه بالکلیه و اکثر بالاصالة توجہی است از شش جهت معرا گاهی جهت فوق بہت خصوصیتے کہ عرش مجید راست دروہم می آید و گاہی ہمہ جہات را یا اکثر از فرومی گیرد و معنی وَاللّٰهُ مِنْ ذَرَائِهِمْ خَاطِبٌ بظہور می رسد۔ اگر صور معنویہ و اشکال صوریه موشده اند و همچون سراب و خیال بے اعتبار افتاده و در ہمیں وقت نزد دریافت خیالیہ صور حوالہ قُلْ وَالْآخِرُ نَزْرًا لِّمَنْ يَّشَاءُ می آید و اگر در وقت فرو گرفتن آن توجہ ہمہ جہات را یا اکثر از صور و اشکال بالکلیه محو شود و صفائی اتم بظہور رسد و معنی لَيْسَ فِي الدَّارِ غَيْرُ دِيَارٍ

در جلوہ آید بھوش باید بود کہ کسوتِ معنویہ در میان است لا اقل صفتِ حیات و ہستی اکنون یک قیقہ دیگر بشناسند کہ در وقتِ ظہورِ اللہ مین ذَا اَیْہِیْمُ تُحِیْطُ نیز می تواند بود کہ ہمچنین کسوتِ در میان باشد و می تواند بود کہ بالکلیہ نظرِ محبتش مجروح شدہ باشد۔ بارے حقیقتِ مقصود و دریافتِ ادراک نمی آید آنجا عشق و محبت است و تصنیفِ سرازِ ماسوے و آن تحقیقات کہ در سلسلہ الاحرار نوشتہ شدہ بغایت فاضل است۔ درین محبت آنرا بگذارد و مدارِ برادرانِ متعارف بہند حضرت خواجہ نقشبند

خواجہ پاک نقش پاک نفس قَدَّاسُ اللّٰہِ رُوْحَہُ الْقَدَّاسِ

می فرمودند کہ ہر چہ دیدہ شد و دانستہ شد آن ہمہ غیر است۔ بکلمہ لَا اَنْ رانفی باید کہ و۔ میاں شیخ احمد نیز حالِ خود را درین صحیفہ مطالعہ نمایند و بدانند کہ تا استغراقِ در حضورِ ذاتی و وحدتِ صرفِ بظہورِ نمی رسد۔ اہلِ این سلسلہ اسمِ فنا براں نمی نہند و آنکہ ما گفتہ بودیم کہ یک درجہ دیگر در میان است۔ این است حقیقتِ این سخنانِ مشافہتہ معلوم میشود با وجودِ برائے خاطرِ شما نوشتم والسلام و لا اکرام القصہ ہر کدام از طالبانِ وارداتِ خود در خلوت رفتہ عرضہ می کرد و حضرت ایشاں بحکمتِ بالغہ الہی و وقتِ نظری کہ من عند اللہ یافتہ بودند بمصلحِ احوال و اوقات وے امر می فرمودند و اگر کسی خوابِ یا واقعہ نقل می کرد می شنیدند و در بابِ خوابِ گاہی می فرمودند کہ احتیاجِ گفتنِ نیست ہر چہ شدنی است خواب شد و ہر گز تحسینِ صاحبِ حال و واقعہ یا تعبیرِ خوابِ بحضورش نمی کردند۔ مگر کہ حالے عالی وارد شدے۔ دران وقتِ این قدمی فرمودند کہ بکوش تا از دستِ نرود و قدمِ برتر نہی۔ بہ یکے از طالبانِ ہنگامِ عرضِ احوال فرمودندے

مرغ غم او بجیلہ شد با مارام ہشدار کہ مرغِ رام را رم نہ ہی

یکے از طالبانِ را بنا بر معلومت وے دور می انداختند و می فرمودند کہ استعداد وے بسلاسلِ دیگر مناسب است وے سرگرم ترمی شد۔ بعد از چار پنج ماہ بہ وے فرمودند یکے طالبانِ خود خواہیم فرمود کہ طریقہ بشما بگوید وے باین ہم راضی شدہ از سر و انشد و امید و از می بود و وے میاں شیخ تاج الدین کہ از خلفائے حضرت ایشاں از وہلی متوجہ سنبھل کہ وطنِ اقامتِ ایشاں است می شدند و بخانہ آن مرد یک شب نزولے اتفاق افتادہ بود اہلیہ وے طلبے قوی داشت باجازاتِ شوئے از شیخ مشغولی گرفت و بمقتضائے استعداد و مجلسِ اولے او را بخودی روئے داد و کیفیتِ ہائے عظیمش حاصل شد و دران

کیفیت اخبار ہفت آسمان گفت گرفت سرگرمی آل مرد بحد افراط انجامید و از شیخ حرفے از مطلب نشیند بر اسمیہ متوجہ ملازمت حضرت ایشاں شد و در راہ از کثرت شوق افغان و خیزاں در رنگ مست طالع مے آمد چنانچہ بندہ ہائے زانو و مرافتش خوبی شدہ بود چوں نظرش بر جمال حضرت ایشاں افتاد مانند خرمن گل تنگ در کنار گرفت و در صحن نماز غلطیدہ میگشت حضرت ایشاں لختے خود را بطور او گذاشتند گاہے بر بالائے دے می شدند و گاہے در تے دے و آزار ہابیدن شریف و عنصر لطیف راہ یافت چہ او مردے زبردستی بود و در کنار گرفتہ بر خاک مے غلطید و از دور و یوار مضمون این بیت مے تراویدہ

ہزاراں دشمنے شد با سیم کان تن نازک شود آزدہ گراندر برش بند قبا جند
عاقبت فرمودند بیا ہیج کارے ہم داری گفت کالے کہ دارم تو دارم و مقصد و مقصود من
توئی فرمودند پس ما را خود میکشی فائدہ نہ کرد۔ آن گاہ فرمودند بجانب روئے من بے ہیں۔ بحر ویدن
از بجائے برجست و بر خاک ادب نشست و ازین جزات ندامت ہا کشید و سنے گوید کہ آن روز
کہ در چشمان حضرت ایشاں چہ بے دیدم کہ ہنوز لذت آل فراموش نشد و عبارت و اشارت از شرح
آن قاصد است۔ اگر می خواستند تصرفی کنند یا خارق عادتے بنمایند بخود نسبت نمی کردند بکتابے
یا بقصہ حوالہ می فرمودند مثلاً اگر در بیمارے میخواستند تصرف کنند و اورا ازان بیماری بر آورند۔
کتاب طب می طلبیدند۔ و از روئے آن داروئے می فرمودند و بہت بجانب وے می گماشتند۔
بہر و استعمال آن دارو و گاہے پیش از استعمال صحتش می شد چنانچہ طفلے از قلعہ فیروز آباد بجانب
دریا کہ ارتفاع آن زیادہ از نہ قد آدم باشد افتادہ بود و از راہ گوش و بینی وے خون می آمد و
نفسش تنگی میگيرد۔ مادرش اورا در نظر مبارک در آورد۔ بریں حال شفقت فرمودہ قدرے متوجہ
باطن حق موطن خود شدند و کتابے بدست گرفتند و فرمودند کہ دریں کتاب چنین نوشتہ اند کہ او زندہ
نواہد ماند آن طفل تا امروز زندہ است و از مشاہدہ احوال دے ہیج عاقل بزندہ ماندن او نمی کرد۔

شب پانزدہم ماہ شعبان

روزے و رادائل ہا کہ نو مائشانی

این کارخانہ بلند قدر بودم و در ملازمت گرامی ہوسناکانہ آمد و رفت میکردم بخاطر آوردم کہ اگر امروز اثرافے کنند و مرا بخود کشند داخل خادمان عالی گردم لا اقل سخن از مرغبات راہ بفرمایند۔ شب پانزدہم ماہ شعبان فرمودند امشب شب برائست و سلسلہ شمایینے چشتیہ نمازے کہ درین شب میگزاردند چند رکعت است عرضہ کردہ شد صد رکعت و بروایتی دو رکعت ہم آمدہ۔ فرمودند اگر شق آخر است شاید ما ہم تو انیم گزار دہم دریں محل فرمودند مثل ما بریش گا و میماند و آبخنان است کہ شخصے از پسر خود پرسید کہ ہرگز ریش گاؤ بودہ پسر گفت معنی آن چیست گفت کسی از خانہ بر آید و بگوید بے آنکہ رنجے بکشم گنجے بیایم گفت بابا نا بودہ ام ریش گاؤ بودہ ام ما ہم تا بودہ ایم ریش گاؤ بودہ ایم۔ یکے از صوفیاں نقل کرد کہ روزے بخاطر آوردم کہ مرا خدمتے فرمایند و از بازار چیزے ماکول طلب دارند ناگاہ کسے بطلب من آمد فرمودند برائے ما از بازار تہ بزبیا عرضہ کردم کہ معرفت تہ بز چندانی ندارم۔ فرمودند ہر کدام کہ بزعم تو خوب باشد بیا و عادت تشریف این نہ بود کہ درائے خادمانے کہ متعین این چنین خدمتہا بودند بدگیرے بفرمایند خصوصاً بنودرآمدگان این طریق و این مردوران وقت از جملہ نو در آمدہ ہا بود ہم دے نقل کرد کہ فصل زمستانی بود و پوششے نداشتم الا پختہ بے لحاف کہ با اہلیہ خود شب ہا می پوشیدم و از تنگی معیشت قدرت لحاف ساختن معدوم بود شبے از اہل خانہ خود بخالتے کشیدم کہ بخاطر این ہامی رسیدہ باشد کہ بطرف بے حمیتی کار افتادہ صباحش کہ در ملازمت حضرت ایشان نماز

بجماعت می گزاردم۔ در آشنائی نماز نیز مخاطب شبینہ آمد اور انفی کروم بعد از قراغ نماز چون نظر حضرت
ایشان بر من افتاد و بیکے از مخلصان کہ معاملہ اخراجات متعلق بالیشان بود فرمودند کہ از یاران ما
پرسید ہر کہ لحافی یا جامہ نہ داشتہ باشد یا اہل خانہ وی نہ داشتہ باشد ہر طور کہ بگوید ساختہ بدہید و وسہ
کس دیگر نیز ہم احتیاج من ظاہر شدند و بایحتاج رسیدند۔ گوید از ان باز ہمیشہ نرسان بودم کہ مبادا
خاطرے بیاید کہ موجب گرائی خاطر اقدس بودہ بر ہم زن مقاصد سعادت مندی کہ و دو قوت علمی قدرت
بر اقسام سخن خصوصاً در علم تصوف آن قدر بود کہ فضائلے وقت کہ سالہا درس علوم گفتہ اند استفادہ
عظیم می کردند۔ روزے عزیزے التماس کرد کہ برائے شرح رباعیات کہ مسمی بسلسلہ الاحرار مست
دوران ولایت ازگی تسوید فرمودہ بودند تاریخ اتمام گفتہ شود۔ در ہماں مجلس دوات و قلم طلبیدہ نوزدہ
تاریخ برائے آن رسالہ اطار فرمودند۔ و تاریخ بیا و محرد بود برائے تمثیل ایراد یافت باقی در آخر
سلسلہ الاحرار مسطور است یکے تجرّع فصوص حکم دوم نظم و جوہر و مع ذلک بہت رعایت ظاہر
تشریعت ازین تصنیف خود کہ سخن وحدت وجود در انجا خوب ترین ندقیقات مبین است ناراضی بودند
ومی فرمودند از ما این تصنیف خوب واقع نشدہ و می فرمودند کہ محقق شد کہ و رائے طریق توحید را ہے
است۔ وسیع و راہ توحید نسبت بان شاہراہ کوچہ تنگی بیش نیست و این نوزدہ تاریخ و یک مجلس
نوشتن از قدرت اکثر عقول بیرون است خصوصاً با عدم ممارست و کمی ورزش بلکہ خارق عادت است
و چہ احتیاج بہ اثبات خارق کہ وجود حضرت ایشان تمام خارق عادت بود ازین جانبست سخن
شیخ الاسلام پیر مرآت قدس اللہ تعالی سرہ بہ یاد آمد کہ در نغمات و رباب یکے از اکابرین این طائفہ
زیبا گفتہ کہ دے رائے بتائید بہ کرامات و نہ بیارائید بہ احوال و مقامات۔ کرامت و حال و مقام
و وقت در دست او شجرہ بود۔ بلے ۵

در دل ہر بندہ کہ حق مزہ است وی داد اربابیمبر معجزہ است

۱۔ مصنف این رسالہ آن نوزدہ تاریخ را بعد از اتمام رسالہ بطور ضمیمہ در آخر نوشتہ۔ آن را بر صفحہ
۶۵ باید دید۔

۲۔ عدم رضا غالباً یہ آن است کہ متمسک اہل بدع و ضلال است نشود چہ اینہا مسئلہ وحدت وجود را
پیشوائے بدی و بد کرداری خودی سازند ۱۲

انتقال پر ملا حضرت ایشاں

حضرت ایشاں رحمۃ اللہ تعالیٰ بتاریخ بیست و پنجم ماہ جمادی الآخرہ ۱۱۲۰ھ یک ہزار و دو دوازده او آخر روز شنبہ رخت اقامت بدارالقرار کشیدند و روز یک شنبہ بیست و ششم در شمال رویہ قدم گاہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بیرون قلعہ سلطان فیروز کہ برائے مجاوران قدمگاہ ساختہ والاں آباد است مدفون شدند۔ مقرر سطور در مرثیہ حضرت ایشاں این ابیات مرقوم قلم خوین رقم گردانیدہ۔

نظم

دل بر گرفت ازین چمن آں تازہ نو بہار
کو غم کہ داد خود بستاند ز عیش من
ایں یک دوروزہ عسمرمداری بریں منہ
بر حال خویش گریہ کُند مرغِ این چمن
از ہر ہست قافلہ در نیمہ رہ منہ اند
خوشخوان سرود ہاست دریں ہ کہ چوں جرس
بر خون خلق چسرخ دہن باز کردہ است
زین غم بخون دیدہ شستم چو لالہ زار
تا پیش ازین پھر بہ بندم بخون نگار
وین بر غلط فریب جہاں دل بریں مدار
بر عمر خویش خندہ زند کبک کو ہمار
ہشدار دہاں دہاں نظرے بر قضا گمار
ہر صبح و شام مرثیہ خوان ست روزگار
عبرت بگیر ازین سبوح آدمی شکار

کان قطب نہ فلک بہ دل عرش جا گرفت

خلوت گزید با حق و جام بخت گرفت

امشب کہ نالہ بیدل خاموش تازہ کرد
ہر نالہ ماتے دگر اندوہ بر دلم
جوش دروں کہ از دم مردم فسرودہ بود
شوریدہ حکایت آں رخ نفثہ گفت
آہنگ گویہ بر من مدہوش تازہ کرد
داغے کہ نفثہ بود در آغوش تازہ کرد
آتش بسینہ در زو و آں جوش تازہ کرد
آشفگی بہ سینہ بلا نوش تازہ کرد

آں خواجہ کہ از دل غمراے ہوش مند
آئین شرع و قاعدہ ہوش تازہ کرد
وز بہر حلقہائے غلامیش مہر و ماہ
ہر روز سبقتہائے بہ ناگوش تازہ کرد
از پیک روزگار برآمد پیام چرخ
بر ما ہزار درد فرا موش تازہ کرد

یک رہ خبر و ہمد کہ آں نو سفر چہ دید
بر آوج نہ سپہر بویں آں قمر چہ دید

آں ہادی زمانہ دُرخ اندر نقاب کرد
زین شیوہ خان و مان جہاں را خراب کرد
در عمر روزگار ندیدست کس بخواب
زین صعب تر غمے کہ دل و دیدہ آب کرد
در کام عیش زہر شکست از فراق او
عشرت بجام و شیشہ خود خون ناب کرد
خود و صل بر گزید و بہ یاران فراق داد
خود بادہ بخورد و جگر ما کباب کرد
ہر کس کہ ناہما جگر ریش ما شنید
شب را تمام روز قیامت حساب کرد
بیدار باد ویدہ عبرت گزین ہوش
کال بخت از جہند جہاں عزم خواب کرد

خون شد دل سپہر ز بسیار خفتنش
در زیر خاک بادل بیدار خفتنش

واما کشیدہ سرو ازیں بوستان چراست
کہ گلبن شگفتہ رعنا نہاں چراست
پیمیانہ مراد حریفان نہ کردہ پُر
آں ساقی شراب بقاسر گراں چراست
پژمردہ گشت غنچہ اُمید بے رخس
افسردہ خاطر از چین آں باغبان چراست
آں مایہ جمال جہاں گر سمن نہ کرد
افسردہ رنگ رونق رونق جہاں چراست
آں نو بہار تازہ اگر دُرخ نہفتہ است
گلہا جگر نگار زدست خزاں چراست
از ہفت بام چرخ اگر سنگ غم نہ ریخت
بر پشت جانم ایں ہمہ کوہ گراں چراست
آں آفتاب ادج ہدایت اگر نہ خفت
ایں تیرگی رودے زمین زماں چراست

آں گنج شایگان کہ خفت است زیر خاک

از مخلصان نیاز بدار آستان پاک

گویند خضر وقت و مسیح زمانہ مُرد
خورشید نور گستر ایں ہفت خانہ مُرد

معتشوق دهر بُود و لے عاشقانه مُرد
چوں آں مه دو هفته و فرد یگانہ مُرد
بیہات کاں طراوتِ زیبِ فسانہ مُرد
خوں درِ گِ ترانہ چنگ و چغانہ مُرد
سازِ طرب شکست و نوائے ترانہ مُرد
کاں رُوح بخش زندگی جادوانہ مُرد

چوں نو عروس وصل در آغوش بر گرفت
از بس حلاوتش لب خاموش بر گرفت

گلستہ کہ بود بہ دست چمن مانند
چوں در زمانہ یوسف گل پیرہن مانند
کز جوش گریہ، سیج و مرغ سخن مانند
آں گل چو رُخ نہفت زباں و رہن مانند
در گلشن نشاط لبِ نغمہ زن مانند
کاں شمع بزمِ قدس دیں انجمن مانند
خورشید گوہماں چو شہنشاہ من مانند

دل خوں کن زمانہ غم خواہہ باقی است

جاں گاہ عاقبت الم خواہہ باقی است

شد ختم ہر اندازی دُنیا و دیں برو
زانست گریہای زمین و زمان برو
دل بستہ بود چوں فلک چارین برو
کز بام ریخت زہرہ گل یا سمیں برو
گل چاک کرد پیہرہن نازنین برو
صد حسرت است در جگر انگبین برو

پوشید چشم بکرہ و شد زندہ اید
آلا مُجتش ہو سم جسدِ مُردہ باد
نالند ببلان چمن از فراق او
زنگ رنم شکستہ تر آمد ز جامِ دل
رشدی از اں نفس کہ رخ خود نہفت دست
بحکم و ہم و دیدہ کوتاہ ہیں مگوے

آوخ کہ شہسوارِ زمین و زمين مانند
یعقوب داد دیدہ بہ کوری سپردہ بہ
آشفته گشت خاطر مجروحِ آں چناں
دل شاد بلب کہ بخود صد ترانہ داشت
شد برگ ریز لالہ و گل از خندان دہر
دہر از فراق چوں شبِ دیو تیرہ شد
آں نورِ قدس روشنی از دید بر گرفت

از حق ہزار مکرمت و آفریں برو
چوں مادرِ زمانہ ندارد چو او پسر
بر بام خود کشید پیے فخر چوں مسیح
دانستم آنکہ بود چو من عاشقِ بخشش
بلبل نہفت در غزلش خنجر و سنان
دلہا بخاک او چو مگس بر شکر گرو

برفت در دوا و نتوانیم گریه کرد
گرفتند تا به حشر شهور و سنین برو
آه این چه ماتم است که خون جگر بسوخت
هر لحظه ام بدرد و غم تازه تر بسوخت

مکتوبات

ہمشاد و ہفت رُقعات شریفہ

از خواجہ خواجگان قطب جہاں حضرت خواجہ مویّد الملتہ والدين الرضی ابو الوقت
محمد الباقی المعروف بہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اکثر اصحاب اذین ترتیب مشائخ خود خبر نہ داشتند۔ از غلبہ ظہور احوال و علو مجلس عالی
اگرچہ در خاطر ہامی گزشت اما نمی توانستند کہ اذین قسم مقاصد را بعرض رسانید۔ بہ ناگاہ بعد
از مدتی درویشی از درویشان عہد التماس بیان مشائخ این سلسلہ شریفہ نمود و قاصدے
برائے ہمیں غرض بخدمت فرستاد و حضرت ایشان بقلم خاص نوشتند و سبب خوش حالی ہائے
تمام شد۔

۱۔ بہ التماس درویشی

ارتباط این بیجاصل از حیثیت مصافحہ و تعلم ذکر و مراقبہ سلسلہ نقشبندیہ قدس اللہ
تعالی ارواحہم بخیر متعالیہ ذوالبصیرت و البصارت بمنع الحضور و مرجع الصدور المنتہی باصطلاح
المستقیم و المتنزل فی الخلق اعظم مولانا خواجگی علیہ الرحمۃ و ارتباط ایشان بوالد بزرگوار خود مولانا
درویش محمد است و ارتباط مولانا بخال خود مولانا محمد زاید است و ایشان را انتساب بنجم الکبار
النور الاتم والدری الاعظم اطلق الکامل للشجرۃ الزیتونیہ ۛ

آن سرافیل عز و ناز از علم ملک الموت شخص آزاد از حلم

خواجہ عبید اللہ احرار است و نسبت بیعت و تعلم ذکر حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخ است

ۛ آن سرافیل سرسبز از علم ملک الموت شخص آزاد از حلم

و بصحت و تعلم ذکر و استغاضه مولانا خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند است و تعلم ذکر و تربیت صورتیہ من خواجہ بزرگ
از سید امیر کلال است لیکن پیر معنوی و بستان حقیقی ایشان خواجہ عبد الخالق مجدوانی از میان حضرت امیر
و خواجہ جہاں خواجہ محمد بابا ساسی و خواجہ علی رامیتنی و خواجہ محمود الجبیر فغنوی و خواجہ عارف رلیو گری
علی الترتیب المذكورة من الموقوف الی المقدم واسطہ طریقہ و فیض اند تعلم ذکر خواجہ جہاں ابتداء از خواجہ
زنده دلال خواجہ خضر است و تربیت ذکر و افاضہ تلجج الی ذرۃ الکمال و الاکمال از امام ربانی خواجہ
یوسف ہمدانی است و نسبت ارادت و خدمت امام بہ شیخ ابو علی فارمدی است و نسبت ذکر و استغاضہ
معنویہ ایشان بہ شیخ ابو الحسن خرقانی است لیکن شیخ ابو علی را بعد از این نسبت نسبت خدمت و صحبت
و استغاضہ بہ شیخ ابو القاسم کرکائی نیز بوده و چون نزد محققین پیر سہ است پیر خرقہ و پیر ذکر و پیر صحبت و پیر
صحبت اتم و اکمل است و ارتباط پیر حقیقی ہماں است لاجرم نسبت شیخ ابو القاسم نیز آوردیم
چہ ایشان نیز پیر صحبت شیخ ابو علی فارمدی اند و خدمت و ریاضت بسیار و رجحان تربیت ایشان کشیدہ
اند و کار را بہ نہایت رسانیدہ نسبت شیخ ابو القاسم تا امام علی موسی الرضا سلام اللہ تعالیٰ علیہ و علی جمیع
عباد اللہ الصالحین شمس واسطہ دارد ابو عثمان مغربی ابو علی کاتب ابو علی رودباری سید الطائفہ
جنید بغدادی شری سقطی معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہمچنین شیخ معروف کرخی را بعد نسبت
امام ہمام نسبت بہ داؤد طائی و جلیب عجی و حسن بصری نیز بہ نسبت نسبت معتبر معروف نسبت امام
ہمام تا بہ باب مدینہ علم حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب آیا عن جلی معروف مشہور است ایں
زمان بر سر سخن بیائیم شیخ ابو الحسن خرقانی را نسبت استغاضہ و اخذ طریقہ از روحانیت سلطان العارفين
بایزید بسطامی است کتنبۃ اویس من مشبع الانوار علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات
و ہمچنین نسبت سلطان العارفين بروحانیت حضرت امام جعفر صادق است و آنچه معروف است از
خدمت و صحبت غیر صحیح است و نسبت امام صادق با وجود انوار و راشت آبار کرام خود بجدادری خود قاسم
بن محمد بن ابی بکر است ایشان در تابعین از فقہائے سبعہ و اکمل علمائے ظاہر و باطن بوده اند طریقہ
مخصوصہ سلسلہ نقشبندیہ ازین راہ تنزل نمودہ و حضرت قاسم منسوب و مرئوس بہ سلمان فارسی اند و
سلمان فارسی درین نسبت و طریق منسوب بہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و رحم علی

لہ استاد پیہ مراد امام ہمام حضرت موسی الرضا اند

قلب اور
عورت

جَمِيعٍ مَّنْ تَوَلَّى بِهِمَا وَالصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِمَامًا الْأَيْسَرُ وَهُوَ عَبْدُ الْمَلِكِ سَيِّدُ الزَّمَانِ بَعْدَ
الْقُطَيْبِ وَصَارَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُطْبًا وَهُوَ الَّذِي يَكُونُ فِي كُلِّ
وَقْتٍ مُّتَوَحِّدًا أَوْ يُسَمَّى بِالْعَوْتِ سَيِّدُ الزَّمَانِ - وَإِمَامُ الْعَهْدِ وَالْقُطْبُ بَعْدَهُ
عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَبَعْدَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ وَبَعْدَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ وَرَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِأَبِ
مَدِينَةِ الْعِلْمِ وَخَتَمُ جِهَةِ الْخِلَافَةِ وَبَعْدَهُ حَسَنٌ وَبَعْدَهُ حُسَيْنٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُمَا الْكَمَلَيْنِ فِي هَذَا الْمَقَامِ سَيِّدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَيِّدُهُ هَكَذَا
قَرَّرَ عِنْدَ أَصَاطِينِ الْكُتُبِ وَعُظَمَاءِ الْمُشَاهِدَةِ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى -

این کتاب بجناب خلافت پناہ منظر الطاف الہی امید گاہ مریدان و مخلصان این خاندان
میاں شیخ الہ واد ثبوت اللہ علی مسند الارشاد نوشته شد -
۲۔ برادر ارشد میاں شیخ الہاد۔ اس وعاگوئے معتقد خود را بتوجہ فاتحہ امدادی نمودہ باشند،
بایں ہمہ پریشانی اوضاع و بے استقامتی کمال بے حیائی است کہ سخن تصوف و رمیاں آریم و از
دقائق طریق انجذاب حقائق منتهی کشف تحریر نمایم -

ع از خود بطلب ہر آنچه خواہی ہستی

بہر حال یک وصیت می کنم بر شما باد کہ آنرا از دست نہ ہند۔ آنست کہ چوں ماہر زہ گدیریا بان سہا
نباشید و خود را بر نسبت خود بوزید و آنرا عزیز بدارید کہ اعز من الکبریت الاحمر است فافہم انشا اللہ العزیز

۱۔ مراد از امام بہام حضرت موسی الرضا اند ۲۔ قولہ امام الایہ الخ الاما صان ہما الشَّخْصَانِ اللَّذَانِ أَحَدُهُمَا
عَنْ يَمِينِ الْعَوْتِ أَيْ الْقُطْبِ وَنَظِيرُهُ فِي الْمَذْكُوتِ وَالْأَخَرُ عَنْ يَسَارِهِ وَنَظِيرُهُ فِي الْمَذْكُوتِ
وَهُوَ عَلَى مَنْ صَاحِبِهِ وَهُوَ الَّذِي يَخْلُقُ الْقُطْبَ - ۱۲ اصطلاحہ التصوفیہ تصنیف کمال الدین ابی النعمان

عبدالرزاق بن جمال الدین الکاشی السمرقندی رحمۃ اللہ

جمعہ اول زید نوشتہ و حاشیہ دوم برہانش کتاب نوشتہ است -

ہر گاہ انبساطے دست و ہد تقصیدے خواہم نوشت تا عزت آن نسبت کما ینعی معلوم شود

پیش از آن کہ جناب عالی مقام ارشاد پناہ میاں شیخ تاج الدین بحضرت خواجہ مامر لوط گردند۔
یا تھماس مخلصے ایں کتابت را برائے ایشان نوشتند و در ال زماں مشائرا الیہ در سلسلہ شریفہ عشقیہ سلوک
تمام کردہ با جازت پیر کامل مکمل مرخص و مجاز شدہ بودند لیکن از روائے سعادت و بلندی استعداد بعد
از رسیدن ایں کتاب بخدمت حضرت ایشان رسیدہ بمالات و یگرمشرف شدند و بال قدر ترقیات و
تصرفات مشرف گشتند کہ از دائرہ نوشتن بیرون است و ہر گاہ کہ از وطن اقامت بخدمت پیر و شکیں میر رسیدند
اکثر بلکہ دائم ہم خانگی و شرف حضور مشرف می بودند و ایں دوام پیچیکے از اصحاب کبارہ را غیر ایشان متیر نشد
و ازیں وجہ و وجوہ بسیار مغبوط خلفا و خدام آل آستانہ می بودند۔

۳۰۔ عریفیہ سرگردان مملکت محمد باقی اشتیاق قد مبوسی سائران طریق انبیاہ و متوجہان حضرت الہ بسیا
است بر آئندہ حاجات با سہل وجوہ میسر کناد۔

شنودیم کہ روزے چند خلوت خانہ خواجہ حسام الدین احمد را معمور و آشتہ انداز باز ماندگی خود دور
یافت۔ لیکن از اجابہ صورت قبض و بسط در ہم آبیخت۔ آشت غفر اللہ من جمیع ماکدہ اللہ۔ قلم بر
سبیل عادت بر ہر طب و یابس اندام می نماید مقصود اظہار تحیر و خرابی باطن دست تا بود کہ ولے را بہ
نیاز روائے اند و ما شفقتے پیدا شود و ہمتے برگار و توجہی نماید۔ بیت ۵

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

عنایات بزرگان و التفات خاطر ایشان سر ہمہ سعادت ہا است دوران را در راہ و مستعدان را
آگاہ می ساز و خصوصاً کہ ایں توجہ بصورت و نشست و برخاست جمع شود۔ آہستہ بیار می سپارد مقناطیس
اسرار و اطوار است۔ ۵

نار خندان باغ را خندان کند

صحبت مردانت از مردان کند

مخدوم با حاصل ایں وطن سلوک و جذبہ است۔ ہر گاہ بہ برکت اختلاط خالص باطن طالب کسب صفت
جذبہ میل و محبت ذاتی است بکند و قوت گیر و سلوک کہ نفی صفات بشریت است بکم جذبہ من جذبہ

الرَّحْمَنِ تَوَازِي عَمَلِ الثَّقَلَيْنِ۔ دست و ہد بلکہ اس روش خوشتر از ان ست کہ بخود نفی لوازم بشریت کند۔ حد معتدل و صفات نگہداشتن کار سے است نہ بقوت بازوئے سالک۔ الغرض اشتیاق و آرزو مندی بحکم اس ایمان نسبت بہمہ و وستاں حق و اہم حق تعالیٰ روز می کنا و عزیزے می گفت کہ زہے سعادت کہ طالب ملاقات اس طائفہ راست کہ اگر یافت خدا را یافت و اگر نیافت شفیع یافت الحمد للہ علی ذلک التماس آنکہ نیاز مندے اس سیاہ دل عمر ضائع کردہ را در مواجہ مزاح حضرت میاں ظاہر سازند و استمداد سے بکنند۔ والسلام والا کرام

چوں جناب عالی مقام ارشاد پناہ میاں شیخ تاج الدین بنا برد و بعضے واردات و مستی ہا و بے نیازی ہا بلا خطہ وید مصلحت مستر شد اں بے اجازت عالی صلاح وراں ویدہ بودند کہ از سلاسل و گیر کہ بغیوض آن آشنائی ہا داشتند۔ بعضے رازداران طریق تربیت کنند و نیز خود را بے حاجت و اویسی مشرب میدیدند تا این معنی را یکسے ظاہر نمی کردند برائے ایشان اس کتابت نوشتہ شدہ بود۔

۴۔ بہ شیخ تاج الدین۔ وفقك الله تعالى في ما يحبه ويرضاه۔ بعد از ادائے ما واجب علی الاحباء مشہود و منیر منیر می گرداند۔ فقیر را و بعضے از خواب ہا چنان می نماید کہ باطن شمارا بہ فقیر یک نوع عدم انقیاد سے و طغیانے ہست ظہور ایں و قانع بعد از بیماری فقیر است۔ ورا ایں دفعہ کہ آمدید شرم آمد کہ بایں نوع چیز ہا توجہ نمودہ اظہار آں نمایم مقصود حق است اگر حجاب ما و در میاں نباشد نُورُ عَلٰی قُورِ۔ لیکن چوں سنت اللہ بر اعتبار واسطہ و برزخیت اورفتہ از چشم پوشیدن و اورا در میاں ندیدن مورد عدم ترقی است۔ اگر بنا گاہ بحکم یقین انحرافے در باطن واسطہ پیدا شود برکت از میاں برتیزد۔ ہر چند اَلْفَايَ لَا يُرَدُّ اِلٰی اَذْصَافِہ مقرر است و بی شبہ ایں طریق پیش بردار رسول نامرضی و نا مقبول است۔ ادب معلم اطفال تا چہ حد گاہ باید داشت۔ استاد طریقت کہ ناودان فیض و بُستان کشف و شہود باشد ہر آئینہ برزخ الوہیت خود نخواہد بود

ع پیر من و خدائے من از تو بحق رسیدہ ام

من لہم بشکر الناس لہم بشکر الله۔ یاری دو درجہ است۔ درجہ اول آنکہ ہمیشہ مستمداً مستفیض باشند تا باب ترقیات بے نہایت مفتوح باشد و ادب ایں معنی را کمای طبعی رعایت نمایند

تا بخورداری و برکت کامل گردد۔ درجه دوم آنکه بر تقدیر آنکه ما را در میان نه بنمید و گمان برید که از ادراج
 طیبه خواجها بے واسطه مستفیضیم یا نیز ازین ابانداریم۔ هر چند که خلاف واقعہ است و موثر بے برکتی
 و اتباع مسترشدان لیکن حفظ طریقہ خواجها و استغاضہ در توجہ بالیشان و عدم خلط بطریق دیگر ناگزیر
 است و ازالہ بایچ وجہ چارہ نیست۔ این طبقہ در غایت غیرت و نازکی اند۔ شما کتب محققین مطالعہ
 نموده اید۔ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بایچ تفاوتی طریقہ ایشان است اخفا و عدم اتیان
 از خلق شکستگی و متواضع بودن و خورد و آرد و آنرا عوام انداختن اکتفا بسنن محتا و نمودن و با سباب
 ظاہر توکل نمودن طریقہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم است۔ چنانچہ شیخ کبیر محی الملہ و الدین محمد بن العربی
 در کتاب فتوحات مکیہ می گویند کہ ہذا مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر الصدیق و من المشیخۃ
 ابوبکر البسطامی و صمدون القصار و ابوسعید الخدری و من سادات ہذا المقام ابوالسعود و ہذا حالنا۔
 با قطع نظر ازین شما بر رسیدہ این باغ وید و نائب این گنجران شمارا ملازم آستانہ ایشان بودن و بر
 مرضیات ایشان قدم استوار داشتن لازم و واجب است والسلام علی من اتبع الهدی

این عنایت نامہ ہم در ایامیکہ جناب مستطاب عالی مقدار میاں شیخ تاج از مستی ہائے دید
 کمالات خود ترقی نہ فرمودہ بودند۔ بولے تربیت ایشان صادر شدہ بود۔ بعد ازاں آنچہ باعث
 بر این کتابت ہا بود۔ این بود کہ از برکات توجہ شریف از وساوس و لغزش ہائے خود نائب
 گشتند و آخر بخیر انجامید۔

۵۔ بہ شیخ تاج الدین۔ حق سبحانہ و تعالیٰ برکات تامیہ ابدیہ روزی کناد۔ محبت نامہ کہ مصحوب نظام
 مرسل بود مطالعہ نمودہ شد۔ از شورش ہا عجب آمد۔ سخننہ نوشتہ بودیم اگر خلاف واقعہ باشد فہو المراد
 باری و صیبت آن است کہ اگر صفتہ از صفات ما را مخالف یا بند۔ آنچہ در خیال شما کمال قرار گرفتہ یکجہ
 بآن نکنند کہ اطوار مختلف است۔ بعضی از معانی الٰہیات ہوا الرجوع الی البدایث مزج
 طور بے تکلفاں و عوام زویشان است و ہم چنین اگر در خاطر آید کہ اہل ارشاد را کشف و الہام می
 باید آن نیز اصلے ندارد۔ اہل ارشاد بعد از فنا و بقا مظهر اسم العظیم و الحکیم و المتکلم می باید کہ
 باشند چنانچہ در کتب آئمہ طریقت مقرر است و ہم چنین ہمیشہ خود را نیازمند و مستفید بدانند و احتیاج

مستمر شد بر شد همیشه است و آنکه می گویند اکنون حاجت فلاں از مرشد برخواست - این معنی دارد که قائم بنور اصل شد. اگر مرشد از میان برود فتورے باوراه نمے یابد۔

در یک دم اگر هزار و ریا بکشی گم باید کرد و خشک لب باید بود

و ہم چنین در آداب طریقه عالیہ احرار یہ نقشبندیہ پوچ کوه راسخ باشند۔ نہ ہمار کہ بطریق دیگر خلط نکلند و آنکہ از سلاسل مختلف مرید می گیرید۔ چیزے نیست ہر کہ مرید شما شود۔ شود۔ واللہ فلاں تعلیم و تلقین منحصر در طریق نقشبندیہ سازید۔ نان و دیگرے خوردن و دوائے دیگرے کردن بسیار بے فائدہ است شخصے نور نقشبندیہ از شما گیر و متوجہ شطاریہ باشد چہ مرزہ دارد۔ دیگر مرید کالمیت بین یدای الغسالی مے باید کہ آنکہ خودش گوید کہ مرا تعلیم فلاں شغل بدہید۔ بغایت قبیح است بالون این چنین خورد و ی خوشترے

مجلہ سر خواص و سر عوام گفتہ شد والسلام والا کرام

ایضاً بہ میاں شیخ تاج الدین نوشتہ اند۔

۴۔ دوام و ضو و دوام شکر و ضو و احتیاط لقمہ و اجتناب از معاصی بالکلیۃ از غیبت و سخن چینی و تحقیر بندہ مومن از آزاد و بندہ و بغض و کینہ مومنے و غضب و سختی بر زبردستان از لوازم است و اساس این کار است۔ بے این ہا کار نکلم نمی شود و اما اگر دیں امور احیاناً فتورے برود ترک این کار نکنند بلکہ بتوبہ و استغفار متوسل شدہ دراز و یاد این کار بکوشد تا بحکم اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ صفائی تمام روئے نماید انشاء اللہ تعالیٰ والسلام والا کرام علی من اتبع الهدی۔

(در نیاز مندی و شکستگی خود بجانب پیرزادہ جناب خواجہ ابوالقاسم سلمہ اللہ تعالیٰ نوشتہ بودند)

۵۔ بہ پیرزادہ ابوالقاسم۔ دور افتادہ گرفتار محمد الباقی بحرض ملازمان آستانہ و لایت

می رساند کہ ہوائے خاک بوسی آن منبع سعادت و اقبال بسیار است لیکن کثرت علائق و ضعف

قوائے جسمانیہ سبب عظیم شدہ بحال آنکہ بہ بیچ طرفے رفتہ شود و مانده۔ آری۔ کرم الہی بجنابیت۔ بگوئی

او باقی است۔ اللہ علی کل شئی قدید۔ بہر حال امید آن است کہ در سلاک ملازمان خود داشته بتوہمی

امداد می فرموده باشند۔ در پیچ سعادت و ارادت خود همان درگاه را امید انتم حضرت ایشاں قدس اللہ تعالیٰ سرہ این گدائے بے حاصل را خود بخود قبول فرمودہ بودند چنانچہ در اقل وسیلہ طلب و التماس قسم در میان نبود۔ اکنون ازین آستانہ ہم ہمیں چشم داشت است۔

ترا هست دست تصرف دراز بگیر از سر غائبان دست باز
مرا دست ہمت بفتراک تست سرم گر بگردون رسد خاک تست
زیادہ چہ زبان درازی کند۔ الحمد للہ اولاً و آخراً۔

(این کتابت در جواب عریضہ مخدومی ملاذی استاذی میاں شیخ احمد ادام اللہ برکاتہ صادر شدہ بود)

۸۔ بہ شیخ احمد سرمندی۔ در مکتوب سیوم مرقوم بود کہ توجہ بہمت دفع بعضی از امراض و شدائد آیام شرط است بسبق علم مرضی بودن او یا نہ۔

مخفی نماند کہ توجہ فعلی است انہ افعال اختیار یہ و فعل اختیار یہ یا مرضی است یا نامرضی یا مباح بر توجہی۔ کہ متوجہ الیہ اش از امور نامرضیہ است۔ بے شک آن توجہ نامرضی است و ہر توجہی کہ متوجہ الیہ اش از امور مباحہ است۔ آن توجہ از مباحت است لیکن نسبت بعرفا سور ادب است۔ چہ حق سبحانہ را تابع خود ساختن است و از امر فاختن وہ وکیلا۔ برآمدن لہذا جمع از عرفا ترک تصرف نمودہ اند و خود را در مقام عجز فرو گذاشتہ کابی المسعود الشبلی۔

این طبقہ گاہے بہ نیابت نبی یا رسولی بہمت اثبات معجزہ آل نبی یا رسول تصرف می نمایند و مثل ہماں معجزہ را بطہوری آرند۔ و ہر گاہ معرفت علویافت عاجز محض می شوند۔ اسم ترک از ایشان بر می رفتہ و اگر تصرفی از ایشان بطہوری رسد امر واجباً است۔ چنانچہ از اطوار حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ مفہوم می شود چہ باطن مبارک ایشان کہ از مظهر خاص ارادۃ الہیہ بود و بخو است متوجہ امر می شد و بقوت قاہرہ دفع آن می کرد و خود نیز می فرمودند کہ واسے بر آن روزے کہ دل من دپیش یکے راست بالیستادہ و سخنان دیگر ہم ازین صریح تر است۔ چنانچہ اہل تتبع کلمات ایشان را ظاہر است و شیخ بزرگ در کتاب فصوص خود را در وجہ

ثانیہ میگویند و مقام ابوالمسعود را فی الجمله نفی می نهد۔ بر سر سخن رویم و ہر توجہی کہ متوجہ الیہ
 اش از امور مرضیہ است سواءً اظهرت مرضہ فی الشریعۃ أو فی الکشف الصریح
 الصریح فالتوجہ الذی عن فی بیانہ و هو جمع الہم الذی یعبر بالہمۃ امر
 آخر یحتاج بعد اخراقتہ مرضی ام لا از سخنان حضرت ایشاں چنان معلوم می شود کہ مرضی
 است و ہم چنین تصرف یا ترک التصرف بہمت اثبات مجزہ فی الجملہ تأیید این می کنید۔ فتال
 مرسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امرتک بما مرفا فاعلوا منه ما استطعتم۔ اگر گفتہ
 شود کہ انبیا صلوات الرحمن علیہم با وجود ہذہ الاستطاعت و امر بہاد و اعلائے کلمۃ الحق چون در
 مقام تصرف نمی آمدند گویم و ما علی الرسول الا البلاغ عذر آن می خواہد ایشاں مامور بودند
 بنفس جہاد و اعلائے کلمۃ الحق از طریقہ مشروعہ نہ بطریق تصرف۔ ایشاں از اہل عجز اند نہ از اہل تصرف
 نمی بینی کہ لوط علیہ السلام طلب بہمت کردہ در آنجا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ می گوید لوان لی بکھ قوۃ۔ کما
 قال صاحب الفصوص رضی اللہ عنہ۔ ہر گاہ امر الہی می شود بہمت امر قوت و بہمت ظہور می کند در آن
 وقت معنی فاعلوا منه ما استطعتم جاری می شود پس اہل بہمت را بحکم اتباع انبیاء نہ بہمت
 در مرضیات مرضی است و ترک آن نامرضی۔ باز بر سر سخن رویم و ہر توجہی کہ متوجہ اش از امور مشتبہ
 است اعنی علوم نیست کہ مرضی است یا نامرضی است۔ چنانچہ سوال شما در مثل آن مادہ است
 آنجا بہمت و توجہ دلیری نباید کرد بل دعا باید کرد۔ آن ہم باسم ذات مثل یا اللہ یا مہمّن یا مہمّم
 اگر مرضی است مستجاب خواہد شد و الارفع درجہ یا کفارت سیئہ خواہد شد۔ عالم بخواص اسما را مناسب
 نیست کہ در این چنین مادہ دعوت باسم بکند۔ اما سوال آنکہ بعد از تحقق حضور مرطالباں را از ذکر باز
 داشتن و امر بہ نگہداشت حضور کردن لازم است یا نہ۔ مخفی نخواہد بود کہ جمع حضور با ذکر احکام
 ادنی است ذکر از جمعی کہ سبب فتور حضور ایشاں شود ممنوع است و ہم چنین در وقت کسالت
 و نمانت نفس ممنوع است حضور ذکر روح است و تصحیح حدوث ذکر کہ درجہ اخفا است علی القول
 الاصح فی المنفرد عند ائمۃ الحنفیہ نصیب خیال و نفس و زبان است چہ زبان نیز در وقت
 نگہداشت بے حرکت نیست۔ کما صہر علی اہل المشور و حقیقت ذکر آن است کہ آدمی بہ جمیع
 اجزائش ذکر باشد تا اسم ذکر بران حقیقت جامعہ توان نمود۔ و در حدیث الانبیکم یجید اعمالکم

ذکر

حقیقت

(الحديث) اشارت باین ذکر است کما فی کتاب الفصوص اما سوال آنکه در فقرات خواجہ ماذکور است
 کہ اہل صحبت را آخر بذکر امر می کنند کہ بعضی مقاصد هست کہ بے آن میسر نیست۔ آن مقاصد چیست و
 بچہ وقت امر بذکر می باید کرد و محقق نماید کہ وقت امر بذکر وقت ظهور حضور است و وقت ظهور حضور وقت
 تکلف آمدن رابطہ است و نتیجہ ذکر فنائے حقیقی و ظهور اذکر کہ۔ و آنچه بعد ایں است از حقائق و معارف
 و مراد از ذکر لا اله الا الله کما هو الظاهر من طریقہم تواند بود کہ در اثنائے رابطہ یا توجہ
 ذکر سے از اذکار بطریق انعکاس از باطن مرشد بباطن سالک بتابدخواہ ذکر قلبی و خواہ ذکر روحی۔
 و هو المعارف و هو عین النتيجة کما شاہد تم خیر صرة و اگر صحبت و رابطہ منتهی باین قسم حیرے
 شود۔ باز نفی و اثبات و رکاز است رفیع الدرجات۔ گاہ باشد کہ کشف نیز منجر باین سیر شود
 از بہت ظهور مرتبہ فوق اذا اراد الله شیئاً هیأ له اسبابہ بالجملہ طلب می باید من قرع
 باب الکرم و لاج و لاج مقرر است کہ ہمت را اثر ہاست و آنچه در فقرات است کہ بے ذکر
 نمی شود تواند کہ سیر مجبی باشد چہ سیر محبوباں و بیکر است۔

عشق محبوباں نہان است و ستیر عشق عاشق با دو صد طفل و نفیر
 لیک عشق عاشقتاں تن زہ کند عشق معشوقاں خوش و فربہ کند
 اگر چہ با حقیقت ذکر کہ اعراض و اقبال است و راں سیر ہم درج کردیم لیکن ذکر خفی پوشیدہ
 است کہ ملک را نیز براں اطلاع نیست۔ ان ذکر فی فی نفسہ ذکر تہ فی نفسہ و هو الحافظ
 لهذا الذکر و هو الذی یرقبہ بلا واسطہ و سبب بالتجلی فی الخلوة التي ليس فيها الا
 هو ان ذکر فی فی ملاء الملئکة او غیرہم من الانس ذکر تہ فی ملاء خیر منہ
 فان فی هذه الملاء نفسہ داخل و فی ملاء الحساب تفتی النفوس بظہور الکبریا
 عدم خیرية الملاء بالنسبة الى ملاء آخر لا ینا فی خیرية بعض اجزاء الملاء النازل
 بالنسبة الى اجزاء الخیر۔ بر سر سخن رویم ترقی در ذکر نفسی است و بس علی ما بیننا۔ و ہر ذکر
 ملائکے کہ خالی از ذکر نفسی است در جہ پیش ندارد۔

ۛ صاحب دروے و سوختہ جاں می باید

آتش زودہ بحث نماں ۛ باید

اما سوال آنکہ بعض از طالبان اظہار طلب طریقہ می کنند لیکن در لقمہ احتیاط نمی کنند الی آخرہ۔ مخفی
ماند کہ پیش ازین در خاطر فقیر این معنی خطوری کرد کہ دریں باب وسعتی کرده شود۔ اکنون نیک افتاد
وہر کہ می تواند رعایت احتیاط کرد و تقصیر نکند و نسبت با دشمنان نیز مبالغہ نماید مباد کہ از اہمال و مسامحہ
و دیگران مسامحہ در ہمہ راہ یابد البتہ دریں باب مسامحہ نکنید کہ رعایت طریق جذبہ بے این روش تمام
نمی شود و جمعے کہ رعایت نمی تواند کرد و در باب ایشان مسامحہ نکنید لیکن در حدود و شرعیہ باشند
آن نکنند کہ ہر چہ از حلال و حرام یا بند بخورند و بیچ پاک ندارند نعوذ باللہ منها۔ اگر کسی ہم چنین
باشد ملاحظہ معنی اللہ حاضر می فرماید تا بآورد شد و ملازمت شما نخل شود۔ و از ان معنی باز ایستد و راثمائے
آورد شد و رذمت لقمہ حرام و بے خاصیتے آن سخن کنید و اگر این چنین بے پاک است لیکن مستعد تیز رو
است می توان با وجود آن خرابی طریقہ گفت امید کہ خود متنبہ شود۔ و اگر نشود بعد از ان کہ او را یقینی
باین طریق پیدا شد و فی الجملہ نسبتے بدست آورد و سلب نسبتش کنید تا شامت لقمہ را بدر یا بد العرض
تا تو انید مظهر رحمت باشید و فائدہ بخلق خدا برسانید اگر جمعے میخواہند کہ مجرد استناد باین طریق پیدا کنند
مصافحہ و معاہدہ کنید۔ او عہد کند بر متابعت شریعت و حفظ عقیدت از کدورت ہوا و بدعت و شما
عہد کنید بر ثواب و نجات آخرت۔ فمن نكث فانما ينجسك علی نفسہ و من اوفی بما
عاهد علیہ اللہ فسیؤنیہ اجرًا عظیمًا۔ اگر شجرہ طلب کنند تا ہمائے مشائخ را تا حضرت
مولانا نوشتہ بدید تا یاد گیرند ما را از خرابی خود شرم می آید کہ نام ما در سلك خواہاد آید گا ہے
برائے توفیق ما فاتحہ خوانید این جماعہ کہ مصافحہ خواہند کرد و اگر تو انند و از وہ رکعت تہی و چار رکعت
بدو سلام اشراق و دو از وہ رکعت چاشت و چار رکعت سنت عصر و بعد از سنت مغرب چار
رکعت نفل بدو سلام بکنند و دو رکعت تہیہ مسجد ہر گاہ کہ در مسجد در آئند و بنشینند مگر آنکہ بعد از طلوع
آفتاب و بعد عصر در آئند و دو رکعت شکر و صلو ہر گاہ وضو کنند الا ہاں دو وقت۔ و دوام وضو رعایت
کنند ازین جملہ آن قدر کہ تواند بکنند و اگر ہمہ را کنند بہتر و کامل تر و اگر حق سبحانہ توفیق زیادہ بدہد
ہمیں نماز ہا را خصوصاً نماز شب را بہ تطویل قرأت دراز بکنند۔ اگر سورۃ طویلہ یاد نداشته باشند سورۃ
اخلاص را چند ان کہ تواند تکرار کنند۔ اگر فراغ و خفت باشد ایستادہ و الا نشسته نماز را بملالت
کسل جمع بکنند و دو رکعت آخر اشراق را بہ نیت استجارہ جمع بکنند و دعائے استجارہ تا اللہ ہا ان

كنت تعلم بخوانند بجائے آخر دعا اللهم اني لا املك لنفسى ضرا ولا نفعا ولا موقتا ولا
حيوة ولا نشورا ولا استطيع ان اخذ الا ما اعطيتني ولا ان اتقى الا ما اوقيتني
اللهم وفقني لما تحب وترضى من القول والعمل في يسر وعافية اللهم خذ لي
واخذ لي ولا تكلني الى اختيارى طرفه عين ولا اقل من ذلك اللهم اجعل الخيرة
في كل قول وعمل اريده في هذا اليوم والليلة الى تلك الوقت بخوانند وعيد ما ثوره صحيحه
كه بعد از فراغ وركتب صحاح مقرر شده آنچه خوانند و هر و ما يكه در وقت كتب صحاح مقرر شده
بخوانند و از نوافل صيام آنچه پيش علما مستحب است از صوم دو شنبه و پنجشنبه و جمعه و ليكن جمعه را
تنها از صوم ايام بيض و از صوم سه روز از اول هر ماهه الاشوال آن قدر كه خوانند بر آرند
والسلام والاكرام

حديث فان ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي وان ذكرني في ملأ ذكركه
في ملأ خير منه رابعض از علماء دليل جواز جهر و دليل خيريت ملائكه بر آدمي داشته اند كما هو الظاهر
ليكن اگر مراد از ذكر نماز باشد و از ذكر ملائكه قرأت جهر باشد كما اشار الشيخ رحمه الله عنه
في صلاة الاستسقاء في الفتوحات المكية لا يلزم شئ منهما اما الاول فظاهر
قوله الثاني فان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن ماموما أصلا ليكن مذموب شيخ
فضل ملاء اعلى است بر خواص بشر و هو راجع الى فضل ولاية الخاصة اى الوقت الذى
لا يسع فيه ملك مقرب ولا نبي مرسل الى الولاية مع النبوة مع ان الفضل
الجامعية مسلم فالولى المستهلك في زمرة المهمين من الملاء الاعلى والبشر اسف
الجامع المتران المراد من الخواص الرسل وعامة العلماء يفضلون خواص البشر
على الخواص من الملك وهم رسلهم هذا متفق عليه بين الشيخ والجمهور فافهم
مقام نوشته بودند كه رسيدم و مخصوص بحضرت ختم الخلافة يا فتم ما را در ان دو شبه است يكه آنكه
در اول خود را نامناسب مى يافتند بعد از ان بتدريج مى رفتند و متصل شدند و راين ميان ترقى در
كدام جهت شد كه سبب وصول شد اگر جهت جذب رامي گويند ظن اين است كه جهت پيش از اين
مقام تمام شده بود و صفاء قلبه مشهود سبب رسيدن آن مقام نبوت چنانچه خود اشارت كرده اند

کہ آن مقام مجذوب سلوک تمام کردہ است و اگر چہت سلوک راجی گوئند می بایست دریافت کہ چه صفت بدست آمد کہ آن مقام پیدا شد۔ شبہ دیگر آنکہ چون تواند کہ آن مقام دیگرے را نباشد اقطاب وقت را کہ در هر وقت سند زمان اند در چہت جذبہ یا سلوک چون نقص باشد بارے رجال آن مقام را و اہل قوام اور او فرو و او را و نامناسب اور بہ تمام بنویسند شاید امرے مشخص شود۔ می دانم کہ بار مناسب نیست بآن مقام بارے بہ نویسند کہ عدم مناسبت چہ نوع است دیگر مکرر توجہ نمائند بہ بنید کہ ترک مشغول ساختن مردم نسبت بامر ضعیف است یا نہ؟

ایضا این جماعت کہ مصاحب مانند ایشان را نیز در صحبت دیگران فرستیم و خود مجرد باشیم مرضی ہست یا نہ اندیشہ باد شاہ را و در خاطر نیارند۔ غرض دیگر داریم البتہ مکرر و رادقات نیک توجہ نمائند بدست معتمدے نوشتہ فرستند۔ اگر شیخ نور بہ نقطہ فوق رسیدہ باشد۔ شیخ نور بہ یاد دیگر اسرار محفوظ دارند چنانچہ خصوصیت آن مقام را نسبت بحضرت ختم الخلافت اظہار نکنند مردم در غلطی افتند سبب فساد عقیدہ می شود والسلام

این رقعہ بہ یکے از خادماں کہ اورا بملازمت مہور کردہ بخدمت و دیدن مشائخ عہد فرستادہ بودند و امر فرمودہ بودند کہ اختیار خدمت ہر یک از مشائخ دیگر کہ خواہد بکند و این در ماندہ بحض ضرورت امر اختیار این سفر کردہ بود و بجای اجازت بوطن اقامت مراجعت نمی توانست نمود با و نوشتہ بودند۔

۹۔ بہ یکے از خادماں مہور باین دیسبطامی قدس اللہ سرہ العزیز السامی و رہایت حال بملازمت عزیزی بہ طلب مقصود حقیقی رقعہ بود آن عزیز فرمودہ کہ آنچه تو عے طلبی در قدم اول گذاشتہ آمدہ ہماناں کہ حضرت سلطان را بخدمت والدہ امر کردہ بودند بارے بہر حال العود احمد شمار اینز متابعت آن قافلہ سالار شطار طریق مراجعت می باید نمود شاید مشابہت صورت منتج مناسبت معنوی شود حقیقت معیت حق و مشمول وجود مطلق آشکارا گردد۔

پچو نابینا میر ہر سوئے ویت

با تو در زیر کلم است آنچه ہست

بیکے اذطالبان کہ بواسطہ شغل کسب باسباب معیشت شغل باطنی بفرمودند و او مستدعی می بود
ایں رقعہ باو نوشته بودند۔

۱۔ بیکے اذطالبان محبت نامہ کہ وریں و لامرسل بود مطالعہ نموده شد موفق باشند حق تعالیٰ
در خود کرامت فرماید آنچه در باب طلب مشغولے مرقوم بود بالفعل برہماں چہ مقرر شدہ باشند ہفتاد
ہزار بار ذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ در مدت یک ماہ یا کم یا بیش نیک است مدار بر
رابطہ و صدق اعتقاد است انشاء اللہ تعالیٰ آثار گسستگی و بے تعلقی روئے نموده مقصود
بحصول پیوند و اکابر فرمودہ اند کہ روئے دل از دشمن برگیر و دست طلبیدن چہ حاجت والسلام

۱۱۔ در میاں شب خواہ در ثلث آخر خواہ در نصف آخر خواہ در ثلثین آخر خواہ در ربیعین میاں
از خواب برخاستہ ہر دو دست خود را برد و چشم خود مالیدہ بر ذکرے از اذکار مشغول شوند خواہ تسبیح
خواہ تہلیل خواہ تکبیر خواہ آیتے از آیات قرآنی اگر آیت ان فی خلق السموات والارض
و اختلاف الليل والنهار تا آخر بخوانند بہتر چہ سنت است بعد از اذان دو رکعت شکر و ضو گزار و
دعائے جامع مثل ربنا آتانا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب الناس یا
دعائے دیگر از ادعیہ ماثورہ لیکن دعا را مسبوق بجمہ و ثنائے الہی و صلوة و درود حضرت سالت
علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات بکند بعد از اذان دو اذوہ رکعت تہجد ششم سلام بگزارد نہایتش
این است اقلش دو رکعت یا چہار رکعت اگر کبر سن یا ضعیف باشند بکند بعد از فراغ نماز کلمہ لا الہ
الا اللہ محمد رسول اللہ را آہستہ چنانچہ خود نیز نشنود بگوید لیکن در آشنائے گفتن حق را جل جلالہ
حاضر و اند چنانچہ گویا می بیند چہ حق از رکب گردن ہر کس یاں کس نزدیک است و معنی کلمہ لا
متصرف الا اللہ باندیشد چندان کہ تواند تکرار این سبق نماید و چنان اعتقاد کند کہ در ہر نفس
از سرایاں آورد قال اللہ تعالیٰ و تبارک یا ایہا الذین آمنوا آمِنُوا اَقَالَ رَسُولُ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو ایمانکوب قول لا الہ الا اللہ چوں نماز فجر
بکند باز بہماں تکرار خود مشغول شود تا آفتاب مقدار یک نیزہ بر آید چہار رکعت اشراق بدو
سلام ادا کند اگر حق تعالیٰ توفیق بدہد کہ تمام اوقات خود را مصروف این طریق بداد و واسطہ

۸۵
 در خط اول
 که ترجمه می باشد
 هر کوی این ملا - ۱۲

فیوض عظیمه خواهد بود و من قرع باب الکریم دلچ لچ
 اگر تو پاس داری پاس انفاس

بسلطانی رسانندت ازیں پاس

و السلام علی من اتبع الهدی

۱۲- به شیخ تاج الدین - دماغ تشکے شمارا که در باب شیخ ابابکر نموده بودند - خواندیم - این نوع
 چیزها مناسب مقام شفقت و کارشناسی نیست - اولیاء از کلمات محفوظ نیستند - نامراد بیچاره که
 روزی چند سلوک طریق تصفیه کرده باشد از کلمات محفوظ و معصوم شد - تا غلاف چشم داشت از وظایف نشود
 خصوصاً که اصل دیوانه و منحرف العقل باشد - استقامت صفات از وی باید چشم داشت ، اگر چه
 بولایت برسد - خداوند در آن وقت چه نامعقول معقول او شده باشد و صورت صواب را از
 نظرش پوشیده باشد - کارخانه دیوانها دیگرست نمی بیند که تکالیف شرعی مربوط بعقل است
 باجمله همه را در مرتبه اش معذور می باید داشت و نظر بر فاعل حقیقی باید کرد و دل معیت وجود را
 باید دید ادب شناخت این است نفوس مختلف اند بعضی آماده و بعضی مطمئن و بعضی در میان
 که آن را الوامه می گویند - آن هم اگر از ذوی العقول باشد مطمئن نفوس اولیاء است - از باب نفوس
 آماده رانیز معذوری باید داشت بل بنظر لطیف باید دید در هر کاه از مطالعه های جمیل بکار باید
 طعن اهل سنبھل رانیز انکار نمی باید کرد - بل بنظر ترحم در ایشان باید دید که از استقامت عقل برآمده اند
 و شیوه نفوس را فراموش کرده اگر عاجز سے یک گناه بکنند حکم بر بطلان او چو اکنند و مجموع امور او را
 بتبیین چرا حکم فرمایند الحمد للہ و المنة که ملامت نصیب اولیاء است ما خود در ظهور این امور طریق دیگر
 داریم هرگاه ملامت می رسد در خود می گیریم و یک بد صفتی در خود می یابیم و این اشارت را مواضع غیبی
 میدانیم چنانچه درین ماده نیز در خود نفاق با و تبلیغات یا فتنه و التجا بحضرت کرم او برویم انشاء اللہ
 مرتفع شود بارے بگوئید که از شنیدن ملامت سنبھلیاں چه ضرر لاحق خواهد شد عبادت را قبول
 نخواهد بود یا صفائے توجه بر طرف خواهد شد یا در گاه خداوندی خواهد شد چه خواهد شد -

ع معشوقه ترا و بر سر عالم خاک

و السلام

۱۳۔ حق سبحانہ و تعالیٰ دیرپہ کرم و راہ سعادت مفتوح دارد سعادت و انقیاد احکام شرعیہ است و قوی ترین سبب در تحصیل انقیاد محبت خدا و رسول است۔ وسیلہ در رسیدن سعادت محبت خدا و رسول محبت و خدمت دوستان حق است۔

بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیاه ہستش ورق

۱۴۔ و تفک اللہ تعالیٰ آنکہ صور موجودات یک موجودی نماید۔ سہل است لیکن مبشر است بظہور اللہ من وراءہم محیط۔ انشاء اللہ تعالیٰ ظہور کند و آنکہ جز محبت حق تعالیٰ باقی نمی ماند۔ یک است، مبشر است بظہور استہلاک و انوار ذات رزق اللہ۔ لیکن دریافت این کہ جز محنت باقی نماند و دشوار است و ہر گاہ محقق شد کہ جز محبت حق سبحانہ ہیچ باقی نماند و این معنی غلبہ کرد و بے شعور مطلق ساخت نوع از فنا است۔ مبارک است مبشر است بظہور سعادت وصول۔ لیکن ہم این و تحقیقش بغایت دشوار است صور شبیہ بسیار دارد بالفعل فائت اہتمام مرعی باید داشت و بکار باید کوشید۔ بعد از ملاقات تحقیق خواہم کرد۔ دیگر بر تقدیر و بر تقدیر وصول نیز سعی بلیغ باید نمود کہ انوار الہیہ بے شمار است ہمت را پست نباید داشت۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

این رقعہ بجناب میاں شیخ احمد سرہندی نوشتند۔

۱۵۔ کتابت کہ ارسال داشتہ بودند رسید و آنچه از کثوف مذکور بود طریق آن بغایت مرضی و صحیح و مستقیم و مستحسن است۔ چوں این طریقہ شمار نہجہ واقع شد کہ بے قول و زبان چیز ہا کثوف می شود چہ حاجت است کہ بیان ہمہ وجہ نموده شود۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد از ملاقات آنچه باید گفت بحضور گفتہ خواہد شد۔ ہر گاہ استخارہ کنند و ظاہر شود کہ البتہ باید آید بیاوند والا فلا۔ الحمد للہ علی الاحسان۔ و بیکر ضعف با بغایت قوی است و ہذا جواب مکتوب اول نوشتہ شد یا راں این جائے یک نوع بکار طور می باشند صحت نیست کہ واسطہ سرگرمی شود۔

ایں رُقبہ بجناب میاں شیخ احمد سرہندی نوشتند۔

۱۶۔ یہ شیخ احمد سرہندی۔ ابواب کرم یوماً فیوماً مفتوح باد کتابتے کہ مشتمل بر وقائع و احوال بود رسید فرصت مطالعہ و تحقیق نہ شد انشاء اللہ العزیز بعد از تحقیق چیزے نوشتہ خواهد شد۔ آنچه در نظر اجمالی در آمدہ خود نیک است تعبیر جامہ پارہ و شخص و پوست اگر بعین ثابتہ و تعین در مرتبہ و جوب باشد بسیار نیک است مرتبہ و جوب ہماں وجہ خاص است تعین حادث اذ انعکاس عین ثابتہ بظاہر وجود برزخی است بین الوجود والعدم و ہما الظاہر والباطن کا النبیۃ بین الطرفين فالملکون هو التعین الخارج الذی هو من المعقولات الثانویۃ والمعقول الثانوی ایضا برزخ بین الوجود والعدم فان له من وجہ تعلقاً بالوجود ومن وجہ تعلقاً بالعدم۔

اما آنچه خود نوشتہ کہ آل جامہ پارہ را عین ثابتہ خود تعبیر کردہ و آل پوست را کہ آخر خود را ہماں یافتہ اید و آل جامہ را از خود بیگانہ اشارت برزخیہ داشتہ اید۔ خالی از تکلف نیست آری شما خود برزخ مذکور کہ غیر آل است کہ ما نوشتہ ایم شدہ اید و اتصال بآن یافتہ لیکن بیگانگی آل جامہ پارہ ازاں جملہ بعید است۔ بارے بہر حال نیک است و آنچه در رسالہ سلسلۃ الاحرار در برزخ بین الوجود والعدم نوشتہ ایم غیر اینہا است ان شاء اللہ العزیز بتفصیل کتابت اول و آخر احوالے خواہم نوشت۔ سفر و وطن را رعایت بسیار بکنید کہ تحصیل مقامات سلوک پر ضروری است۔ مولانا عبد الہادی راویں چند روز بجانب خانہ اش بفرسید تا والدہ خود را بہ بلند کہ می گویند بسیار دیکر است بعد از تسلی والدہ خود باز پیش برود و محمد صادق باہمہ دوستان بدعا مخصوص اند

ایضا بجناب شیخ احمد سرہندی بقلم مشکین رقم صادر شد۔

۱۷۔ ابقاکم اللہ تعالیٰ۔ خدمت میاں صدر بہماں استدعائے تعلیم ذکر و مراقبہ کردند تعلیم ذکر کردہ شد۔ چون مراقبہ خاصہ ایں طبقہ از مقولہ درس و بیان نیست و ایشان ارادہ ہماں داشتند مصلحت چنان دید کہ در خدمت شما تصحیح آل نمائند حصول آل بے ظہور تصرف متعذر است انشاء اللہ تعالیٰ وجہ اتم ظاہر شود۔ دریں اوقات صنعت کاتب قوی است فرصت صحبت و

سرور بگ توجہ نمائندہ شانیز بعد از استخاره بیائید چنانچہ پیش ازین مرقوم بود کہ اگر البتہ باید آمد۔
بیائید والا فلا۔ شاہ حسین نیز یہاں نور کند والدعا

۱۸۔ بہ شیخ احمد سرمندی۔ میاں شیخ محمد در خدمت شما خواهند بود و ملتفت باشند و بر آنچه
لائیق بحال ایشان است امر نمایند جناب حاجی عبدالعزیز دعا گفتند بجز اجابت مقرون باد
محمد صادق و محمد سعید و سائر اعزہ دعا قبول نمایند۔ والدعا

مکتوب مرغوب بجناب شیخ الہدای رقم فرمودند۔

۱۹۔ بہ شیخ الہدای۔ جناب مخدومی میاں شیخ الہدای سالم و قائم و در سیر و سلوک باشند سیر فی اللہ
را بحقیقت آنها دارند کہ بعد از تحصیل جذبہ و استہلاک در معنی کہ مستغنا و است از عن اقرب
بمد فیض الہی تزکیہ نفس می یابند و از جانب دیگر محل ظهور اعتبارات حقیقت می شوند از حال
اینان جز ہم سبقاں نیز ہوش و استادان حاو ق با خبر نیستند اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم
غیری علی ردایہ من قرء بیاء النسبة بارے ایں قدر می دانیم کہ سلطان اہل طریقت
و گنج حقیقت قطب ارشاد و پیر آگاہ خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ سرہ العزیز در فقرات
فرمودہ اند کہ اتباع حضرت رسالت علیہ من الصلوٰت ائہا و اعتقاد اہل سنت و الجماعت
و نسبت باطنی خواجگان بہتر از نعیم عالم است چہ دنیا و چہ آخرت دیدار نشاء آخر صورت ایں نسبت
است چنانچہ بہشت صوری صورت اعمال صوری است والسلام

بیکے از مخدوم زادہ ایں سلسلہ شریفیہ کہ بجانب ولایت بود بقلم مشکین رقم قلمی فرمودہ
بودند نام او معلوم نیست۔

۲۰۔ بیکے از مخدوم زادہ ہائے ایں سلسلہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ از جمیع تائبان استغنی با محفوظ و
مصرفون دارد و خاطر مبارک متفرق نباشد۔ بعد از ادوارح طیبہ اکابر کلفتے رؤسے نخواہد داد۔ آنچه
می باید آن است کہ قصد او اختیار را در اکنہ ہمیشہ نمی باید در آمد باقی مجموع امور از آفات محفوظ

خواهد بود۔ ظاہر است کہ اعتماد کلی بہمت حضرات خواجگان خواهد بود۔ این کمترین مریدان نیز درین معنی موافقت خواهد نمود و از ان برگزیدگان التماس لطف خواهد نمود و طیفہ خدمت آن بود کہ در ملازمت مولانا ترسول بشریت ملازمت می رسید لیکن خدا علیم است کہ ضعف جسمانی سدِ راه است۔ اگرچہ بعضی از موانع دیگر نیز هست۔ باری اگر خواست الہی باشد و رفع موانع شود بجان و دل متوجہ خدمت خواهد شد مخدوم زادہ برخوردار بندگی قبول نمایند جناب شیخ ابوالحسن نیز والد مامع الاخلاص۔

۲۱۔

ہماں شکستہ دل و درد مند و مسکینم

ہماں جفاکش و سرور کمند و یرینم

این بیت محلاً ما را از اظہار محزونہ و نات خاطر فارغ ساخت چہ عرض محرومی از وصول بہ مقصد المقاصد و چہ بیان خار خار چہرہ دل کہ تفصیل مرتبہ روح است و چہ از مجوری از مقام انفس بہ صفات جمیلہ خواہ جمال صوری خواہ جمال معنوی شاہد دل را وجوہ بسیار است بہر وجہ مائل مشاہدی است۔ آل لطیفہ روحی است کہ راہ خاص او جز احدیت صرف نیست زندگی و مردگی آدمیان منوط و مربوط بہیں رفتار است از محبوبان تفصیلی بندگان درویشی منظر بکرم جوئی و آراستگی و بے عرفی ما را مشتاق خود دارند۔ دُعائے نیاز مندانہ قبول نمایند و بتوجہ و فاتحہ مددی نموده باشند۔ مخدومی مولانا محمد صوفی بحقیقت اسم خود بر سند والسلام والا کرام۔

۲۲۔ غریق وقت مانع تمہید مقدمات مخلصانہ شد۔ لاجرم بکوتاہی املا و کمی کاغذ و بے ربطی عبارت راضی گشت چہ سخن ہر گاہ از مرکز خود بر آید۔ بر مجموع اسباب آن فتور می رود و مدعائیکہ از مدد کہ سرمی زند قطب دائرہ ملاحظت است خیالی و تکلفی کہ لائق حال اہل آن است آنها سرانجام آن می توانند داد حال بہ تمام معلوم شما است کہ خلوت خانہ اندیشہ ما را چہ می رود۔ با وجود تفصیل آنرا خود خواہم کرد انشاء اللہ تعالیٰ دریں چند روز بشریت ملاقات خواہم رسید والسلام

۲۲۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمات الی النور۔ برحمت سابقہ وریاد
وہیو ساطت نگاپوئے صوری و معنوی حجاب نابود مارا از ماہر باید بمنہ و کمال کرمہ و عنایت نامہ نامی
مملو از جواہر لطافت رسید دل و راہت از و روح در پرواز آمد۔ بیت ۷

زہر نکتہ حس و کامی و گم یافت

زہر خط خاطر آرامی و گم یافت

الحق با ہمہ اجمال و کم سخن بنسخہ تفصیل آدمیت بود و مقصود آفرینش را کہ طلب مقراضی و تنفر
از اختلاط بہ و حوش صحرائی باز ماندگی باشد با خود داشت حق سبحانہ و تعالیٰ این شکستہ پائے زاد و یہ
سیاہ ولی و کاملی طبعیہ را نیز بایں برساند

ایں کتابت بجناب ملا ذی امید گاہی خدمت شیخ تاج نوشتہ شد۔

۲۳۔ بہ شیخ تاج الدین۔ نیازمند مخلص و محب مختص دولت خواہ و آرزو مند می باشد۔ کرم فرمود
در باب رفتن با گره مشورت کردہ بود و ند استفت قبلک و لو افتاک المفتون۔ ہرچہ
خاطر الہام پذیر بر آں قرار می گیر و صراط مستقیم است۔ با وجود استخارہ طریقہ مسنونہ است و
آنکہ از خواب ہائے مختلف غریب مرقوم بود بحسب تجربہ معلوم شدہ کہ گاہے منشاء آں ضعف
قوائے جسمانیہ می باشد خصوصاً کہ مردن شخصے دیدہ شود گویا کہ طبیعت خود را دیدہ این قدرت
کہ آں شخص را بحسب طبیعت و ضعف مناسبے بایں راہ دریں وقت پیدا شدہ خدا تعالیٰ
در حفظ خود نگہدار و واکے نخواہد بود و ایضاً بعضے از مقامات را مناسبے بموت است ہماناکہ
در اں مقام صفت افادہ از اں سالک منعدم می شود من ز الٰہ حیات و لم یرزق منہ شیئاً
فکانما زار میتا شاید بعضے از مناسبت ہا دیگر ہم باشد۔ بارے موت را بآں مقام مناسبے بہت
دیگر ظاہر ایں است کہ بعد از رفتن جماع واقع شدہ باشد و دریں میاں بعضے از ادویہ حارہ نیز خوردہ
باشند بشک نیست کہ نسبت بمزاج شریف ایں معاملہ واسطہ پریشانی خواب و فراموش کردن
آں می شود و ہم چنین واسطہ یک قسم فرو آمدن از استغراق نیز می شدہ باشد و ایں ہم سبب خواب
پریشانی می باشد انشاء اللہ العزیز بخیر باشد ایں مخلص نیز بغایت ضعیف و بے قوت و فسورہ

می باشد۔ طاقت یک ذرہ نیروئے نمانده حکیم مطلق کریم و رحیم و وہاب است کارها بر مراد
خواهد شد۔ بر مرضیات خود بدارد و بر همان بیراند و در سلک اہل رضا محشور گردانند عنایت نموده
بودند کہ خبر بسیار است کہ نوشتن آن خالی از غلطی نیست۔ التماس آن است کہ بر ہر تقدیر بقدری
کہ توان نوشت بنویسند و بگرہ بخاری کہ او در ترقی دارد۔ چوں در خدمت شما است چہ حاجت کہ
ایں جا بیاید اگر از غیب اشارتے برسد و ناچار باید آمد آن چیز دیگر است۔

ع من کیم یلے و یلے کیست من

مولانا یعقوب را کہ فرستادہ ایم نیز بآن نیت البتہ خبرے بیارد و اگر مرضی است و
خبر است بیارد و الا فلا۔ و کان ایں معاملہ چنداں گرم نیست نزدیک است کہ سر دی تمام
رو نماید اما خدا نگہ دارد۔ والد عامع الاخلاص اگر چہ تصدیح است لیکن ہر چہ باشد نوشتہ
ارسال دارند۔

ایں رقعہ بیکی از طالبان وقت بہ قلم مشکیں رقم اصدار نمودند۔ مراد از یکے طالبان وقت
نواب مرتضوی انتساب نواب مرتضیٰ خان است

۲۵۔ حق سبحانہ و تعالیٰ بمنہائے مطالب برساند۔ اہل تحقیق می گویند۔ آئینہ مدرک را دورو
است۔ یک رویش بخلق و دیگر بخالق۔ ہر گاہ کہ رُوئے بخالق است در میاں آید مقصود حاصل
است و ایں سعادت در ہر یک آن می تواند بود۔ مجذوبان سالک بایں طور اند الغرض رشتہ امید را
بیچ وقتے از دست نمی باید داد۔ بیت ۷

یک چشم زدن غافل از اں ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کسند آگاہ نباشی

ایں رقعہ بجناب شیخ تاج الدین قلمی فرمودند۔

۲۶۔ بہ شیخ تاج الدین۔ السلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔ جمیع اہل بیت از خورد و
بزرگ و سایر اعزہ و در فاقہیت و عافیت باشند علیکم السلام ینفد و ما عند اللہ باقی

استقام باید نمود که زندگانی جز در مرضیات الهی صرف نشود و بالقی زاید و بے اعتبار بل مکرر و
مردار است۔ حیاتِ صوریہ معلوم است تا چند و ناخواہد کرد۔ اہل عقل را فکرِ آن منزل از ضرورت
است زیادہ چہ گوید والدعا۔

۲۷۔ حق سبحانہ و تعالیٰ استقامت در کار نصیب کند۔ احتیاط و رقتہ پر اگندہ و اجتناب از
ظہور صفاتِ نفس مقوی شوق است سعی و کوشش نماید کہ لقمہ حرام و مشتبہ خوردہ نشود
و صفاتِ ذمیمہ نفسانیہ از غضب و بد خلقی و شہواتِ غیر ضروریہ بظہور نیاید۔ خلاصہ از مہلکات
جز بحسن اختصار و التجا بجناب حق سبحانہ بیست نیست و انما متضرع و نیاز مندی باید بود و پیش ہر
ذرہ از ذرات تواضع و فروتنی باید نمود۔

بے عنایات حق و خاصان حق

مگر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

حرکت قلبی ہر گاہ بروفق حرکت ذکرے شود یا بسمع خیال کلمہ اللہ مسموع شود۔ عبارت از
ذکر آن گوشت پارہ صنوبرے است آن را نیز ذکر قلبی می گویند و از خیر اعتبار بیرون است و
ذکر قلبی عبارت از حضور و شہود است۔ بجناب حق سبحانہ ہر گاہ این معنی دست و ہر دل شمار از خطور
انوار برہاند و ذکر را گزاشہ محافظت او نمایند و ہر گاہ فرو نشینند باز بر سر ذکر او بروید تا زمانیکہ آن
دولت ثباتی پیدا کند آن زماں ذکر را با او جمع کردہ منتظر الطاف بے نہایت باشید بعد از آن
رسیدنی است نہ گفتنی و ہر چہ بظہور رسد بہ تفصیل مابا بنویسند۔

۲۸۔ ع۔ نیاز مند تو ایم ای نیب از پروردہ
این رقتہ قبل مرض موت کہ امراض مزمنہ غلبہ یانمودہ بود بجناب ارشاد پناہ مقرب آنحضرت
شیخ تاج الدین جویو نوشته بود ند بجناب مشائرا الیہ بعد از وصال آنحضرت قدس سرہ رسید۔

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں اوقات در عارضہ سردی یک قسم تخفیفی بہست لیکن گاہ گاہ
از حرارت و یوہست دماغی صورت عجب روعے میدہد کہ بتقریر راست منی آید انشاء اللہ

تعالیٰ واسطہ خیر باشد و در اوقاتیکہ خوش آید عبادت و شکستگی و نیازمندی ہرچہ میسر شود
از حمد و ثنا و استغفار و تسبیح و تہلیل و صلوة و تلاوت نیک است مگر در غیر تلاوت و صلوة
رعایت اخفا از طریقہ این خانوادہ است والسلام والا کرام

خارے یکے از امرائے مخلص مستعد کتابتے نوشتہ بود و این امیر مکرراً عرض و نیاز ہا بدگاہ
عالی عرضداشت می نموده بود و فرصت جواب نوشتن نشدہ - در پست کتابت ہمیں خادم
چند کلمہ حسب التماس جمعے از ارباب حاجت قلمی شدہ بود و باین تقریب در جواب عرض
مشار الیہ این چند سطر شرف درو یافت - بعد از رسیدن این دوسہ سطر مسموع شد کہ در اطور
این مستعد کور تغیر بسیار راہ یافت و اثر کرد امید کہ سر رشته آنرا باعمال خیر استحکام دادہ باشد
تا برکات این تصرف سرمدی کردہ با وجود مقتضائے رب حاصل فقہ الی من هو افق و
بہ توفیق اللہ تعالیٰ درویشے را مصحوب نیاز نامہ خواہد فرستاد و اشارت بروشے خواہد کرد و انشاء اللہ
تعالیٰ موافق افتد و درے مفتوح گردد -

۲۹ - یہ یکے از امرائے مخلص حضرت و اہلب العظیات از خزائنہ غیب اضعاف آنچہ دلخواہ
دولت خواہان است برساند بمنہ و کمال کرمہ امیدی دارد کہ رقیقہ مناسبتے کہ جوہر روحانیت
عالی قطرتاں را در حرکت دارد - در عرصہ شعور بظہور آمدہ دست تطاول طبیعت و ہوار ابریکار و
کوتاہ دارد - این با ہمہ عبارت آرائی است - اللہ عز و جل تکلیفی الی نفسی طرفہ عین - تمام
است - بیت ۵
کے بود ما ز ما جسد ماندہ
من و تو رفتہ و حسد ماندہ

وانکہ در التفات نامہ قلمے بود کہ این بے حاصل متصدی شرح طریقے شدہ کہ موصل
بمقصود باشد ہر چند کہ نہ در خود حال و مقام من است - بیت ۵
در عشق تو معروfum از وصل تو محروم
گرگ و ہن آلودہ یوسف ندیدہ

۱۳۱۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ہر ادا دارد کہ رضائے او باشد۔ دنیائے دوزخ بھی است قدیم میچ کس را
 دور و زبر یک حال نگذاشته۔ عاقبت از دوستان و خویشان بریدہ قطع دنیائے بے مدار
 میباید کرد۔ عاقل آن است کہ عمر چند روزہ خود را صرف طاعت حق کردہ تمام متوجہ دار
 مخلو باشد۔ والسلام والا کرام

۱۳۲۔ توفنی مسلما و الحقنی بالصالحین مسلمانی گردن نهادن است احکام الہی را۔

کہ با عی

خواہی کہ بصوفی گری از خود بری

باید کہ ہوا و ہوس از سر بہ نہی

آل چیز کہ داری بکف از کف بدہی

ہر سنگ بلا کہ بر تو آید نہ بھی

سخن سلطان ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ است کہ تصوف آن است کہ آنچه در برداری
 نہی و آنچه در کف داری بدہی و از آنچه بر تو آید نہی۔ مسلمان آن است کہ او را در ہر دوسرا
 جز حق سبحانہ مرادی نباشد۔ والسلام والا کرام

ایں رقبہ بجناب عالی مرتبت شیخ تاج الدین در اول حال حضرت خواجہ بقلم مشکیں رقم

شرف صدور یافت۔

۱۳۳۔ یہ شیخ تاج الدین۔ بدانکہ سالک طریق حق را قدیم اول تو بہ نصوح است و اعتقاد

صحیح و درست بر مذہب اہل سنت و جماعت۔ چون مدار این صفت بر علم است پس بر توباد

کہ ملازمت علماء تمام عمل پاکیزہ اعتقاد را بقدر حاجت از دست نہ دہی و حتی الامکان تحقیق

دین و ملت خود می کردہ باشی مدار ظهور حقیقت بر جذب و کشش الہی است و جذب و کشش

موقوف است بر آنکہ ترا بوصف محبوبی برگزیند و این موہبت علیا مشروط است بر متابعت

سید الاولین و الآخرین ظاہراً و باطناً قال تبارک و تعالیٰ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ

فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ
 بناگاہ غفلتے رو و آنرا گناہ عظیم شہرہ سخت متالم و محزون شوی و دران حزن بدرگاہ حق بدرمنبالی
 کہ لوازم بشریت از تو برگیرد می باید کہ ہمیشہ بصفت عجز و اضطراب بر آئی تا بحسب مضطرب کار تو
 سازد۔ دیگر بر تو باد کہ بر کسے اعتراض نکنی و آزاد خاطر بخوئی و محبت دوستان حق سعادت عظمی
 شماری۔ اما از اختلاط بصوفیاں جاہل احتراز نمائی۔ دیگر از غیر خدا طلب نکنی کہ حجاب بزرگ
 و سرفوی طلب از غیر اوست۔ ہر گاہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ را بگوئی و در دل بندیشی کہ نیست معبود
 غیر او۔ بدانکہ ہر چہ محبوب و مقصود است ہماں معبود است و ہر چہ ہوائے تست خداست تست
 اخرایت من اتخذ اللہ ہواہ پس می باید کہ در گفتن آن کلمہ صادق باشی و محبت غیر او
 را بہ تمام از دل بر آری و قبلہ توجہ خود را در ذات الہی حصر کنی۔

یارب از تو آنچه من گدای خواہم

افزوں ز ہزار پادشاہ می خواہم

ہر کس زور تو طلبجتے می خواہد

من آمدہ ام از تو ترانی خواہم

سخن خواجہ احرار است کہ ہر چہ دیدہ شد و دانستہ شد ہمہ غیر است بکلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ می باید کرد
 بدانکہ با این تنزہ و تقدس ہر کجا موجود است چہ در عالم معانی و آدواح و چہ در غیر آن مثال و
 اشباح اوست کہ از اطلاق تنزل نمودہ۔ پس بر تو باد کہ سعی کنی کہ اولاً حضرت خود را در توبہ تو
 ظاہر سازد تا چوں در ان مقام استقامت بیابی۔ ہم تفصیل او در ہمہ ہمہ اورایابی و حق را از
 باطل امتیاز دہی نہ آنکہ چوں نابینایان بے تفرقہ و تمیز ہمہ را خدا دانی و خدا گوئی

رباعی

سوفسطائی کہ از خود بے خبر است

گوید عالم خیالے اندر نظر است

آری عالم ہمیں خیال است ولے

پیوستہ در حقیقتے جلوہ گراست

لیس كمثلہ شیءٌ وهو السميع البصير والسلام علی من
اتبع الهدی۔

یہ یکے از مریدان کہ خیمے از عمر صرف خدمتِ مالک کرده بود و انواع گرفتاریها و مستیها
بود صلاح او دریں دیدہ بودند کہ بجلالت و صفتِ قہر تربیت و پرورش فرمایند۔ مدتها در ذلت و
بے اعتباری از ہر حیۃ تمام ترمی داشتندش و بظاہر نادار بود کہ باو التفات فرمایند بآنکہ در تربیت
اکثر مریدان بلکہ ہمہ صفت جمال و عنایت غالب بود و ہمیں مخلص بدیں قسم تربیت اختصاص یافت
اما بعد سہ چار سال کما بیش بحمد اللہ کہ از رعونت ہا و ہستی ہا کہ غایت الغایت قوی بود و این مخلص
از سعی خود دست شستہ بود و ببرکت الطاف حضرت پیر و تنگی علیہ الرحمۃ حق سبحانہ خلاصی بخشید
و آن مہر ہا با انواع الطاف تبدیل یافت چنانکہ در چیز بیاں نیاید این رقعہ بآن مخلص نوشتہ شد۔
۳۳۔ یہ یکے از مریدان۔ حق تعالی از قید ہستی و حجاب خود پرستی برہاند۔ قوی ترین اسباب
وصول احترام و اجتناب از آزاد خاطر اربابِ قلوب است۔ بزرگان فرمودہ اند کہ اگر کسے از عرش
بفیتہ آن قدر نیست کہ از ولے بنیت القصدہ خوں می باید خورد و تمام ادب باید شد تا طفل نیاز و عجز
نظور آید۔ از پستان مکرمت شیر تربیت درخوش شود۔ بخود سپری و خود مرادی و قلندر می کارے
پیش نمی رود۔ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ چون خاطر ولی نعمت شما بسیار متوجہ مراجعت شماست
البتہ عنان عزیمت بگردانید تا نخواہید آمد ما را نخواہند گذاشت ہمیشہ در تکلیف طلب شما خواہم بود
ع بیا و از دل من کوہ ہائے غم بردار
زیادہ مبالغہ نرفت۔ والدعا۔

این رقعہ در فقر و نیستی و ترغیب بعلو بہت و بندگی نمودن بر وفق شرع شریف و از حال و سکر
کہ مانع رعایت شرع باشد حبستن مناسب حال طلبہ قہمی فرمودہ اند۔
۳۴۔ بہ مناسب حال طلبہ۔ چنداں کہ می خواہم کہ خود را در خلوت خانہ فقر و نیستی انگندہ با بود
نا بود خود بسازم و شکایت گرفتاری و خرابی خود در میان نیارم مینہ نمی شود۔

ع۔ دل ہی گوید کہ من تنگ آدم فراید کن

شیریں تو آنکہ مطلبے کہ گریباں گیر طلب و قلق گشتہ از جائے در آرد بدست نمی آید۔ پیرجام
علیہ الرحمۃ می گوید کہ آسودہ تریں خلق در ہر دوسرا غافل چندند کہ در نفس آخر تائب و موفق میزند
خوش گفته است۔ اگر طلب حقیقی و راں وقت و امنگیر شان نشو و من کان فی ہذا اعلمی

فہو فی الخیرۃ اعلمی۔ بارے پیر حال الحمد للہ علی ما انعم

ع۔ بلاد محنت شیریں کہ جز با او نیا سائی

حضرت حق سبحانہ باور و خود بداد و بہماں در و بیرو بہماں در و مشور کند ہر چند کہ در نظر
باریک بیناں و عالی ہمتاں حقیقت شناس بود و نابود امور یکسان است حقیقت سر با فقر آرمی
است۔ ہر چند کہ نفس و دل را بحکم بعد و غفلت گاہ گاہ حرکتے بہت مقاصد خود می شود و آن
حرکت بسطوت تجلی ذاتی و ظہور غیب ہویت فرورفتہ ناچیز می شوند۔

ع۔ صفت مغلوب را ہموئے بسند است

غائۃ الامر بہمت امتثال بعضی از عبادات مامورہ و اخلاص در آن بلکہ بہمت تحصیل فقر و
حقیقت بندگی آدمی محتاج است بانکہ یک دفعہ او و با بالیت او در سطوت تجلی ذاتی تمام بسوزند
چوں اثر سے از آثار شعور مانند و فنا و غیبت بکمال خود برسند و راں مقام ایستادن نقص و تعطیل است
کار بندگی و عجز و مظلومیون لامتناہی شان دار و البتہ ہر حلیہ خود را در مقام شعور می باید داشت بشرط
آنکہ شعور و آگاہی محفوظ باشند سیر فی الدربے تہایت است بپیش و جب نقصان راضی نباید شد کہ
خلاف مرضی حق است حق تعالیٰ عالی ہمتاں را دوست می دارد۔ والقصد عید الوہاب می باید شد
عبادت بے غرض و بے عوض می باید کرد۔ قل ان کذتم تحبون اللہ فاتبعونی
یحیبکم اللہ۔

امر واجب الامتنال است ہر جائے و کما یکہ ہست و البتہ بتا بعت سید الاولین و آخرین
است صلی اللہ علیہ وسلم۔ سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ می گفت کہ پیش من شراب خوردن
بہ از حالے کہ مانع رکعت از ارکان شریعت باشد رضوان اللہ تعالیٰ علیہ این است حق صریح و
علم صحیح زیادہ چہ گستاخی کند۔ والسلام والاکرام۔

در اجتناب از آنچه نباید و ترحم بر خلق بر وجهی که مرضی شرع است بیکے از سپاهیاں کہ
انہما را اخلاص می نمود صادر شدہ بود۔

۳۵۔ بیکے از سپاهیاں۔ حق جل جلالہ و عم نوالہ متبعنی فضل و کرم معاملہ نماید و محتاجاں را در پرتو
چراغ افروخته خود راہ مقصود کشاید اِزْحَمُّ تَرْحَمُّ کلمہ محقق است فمن یعمل مثقال
ذرة خیرا یرک۔ ہر چه بکاری بدروی شدہ مشہور است ہ

آسائش و گیتی تفسیر ایں دو حرف است

با دوستان تملطف با دشمنان مدارا

سیاستے کہ بحکم شریعت غرا و ملت بہینائے محمدیہ علی مصدر با الصلوٰۃ والتحیہ مقرر شدہ
خارج ایں حرف است امریست با دوست و دشمن و نفس و غیرہ دنی آں سیاست بحقیقت
مروت است۔ بیکے از حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پرسید کہ خلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کہ حق سبحانہ در قرآن مجید ستائش آں نمودہ کہ اِنَّكَ لَعَلٰی خَلَقْتَ عَظِيْمٌ مِّمَّنْ يُّوَدُّ اَنْ يَّكُوْنَ
عَارِضًا لِّمَنْ يَّعْلَمُ خُلُقَهُ الْقُرْاٰنَ یعنی ہر کجا کہ بحسب قرآن لطف بائےستے نمود لطف می نمود و
ہر کجا کہ قہر، او بتام اخلاق الہیہ بود ہ

بود آئینہ کہ عکس نور شید وجود

جاوید در و بصورت اصل نمود

بالجملہ مسلمان می باید شد و تمام منقاد فرمان الہی

ع۔ ایں مشو آں مشو مسلمان شو

والدعای الاخلاص

طالب علمے مسافر الناس نصیحت نمودہ بود از برائے او ایں چند کلمہ را نوشتند و ایں طالب علم
متوجہ زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ تشرفا و کرامتہ بود۔ در ہماں سفر در راہ حضرت مدینہ
رہلت نمود۔ وقت مصحوب بر قفائے خود نیاز مندی کہ نسبت بخادمان ایں در گاہ نمودہ بود ازاں
عبادات چنان مفہوم بود کہ برکت نورانیت ایں سفر مبارک و تذکار محمد علیا حضرت ارشاد پناہی

دُباعی

افضل دیدی کہ ہرچہ دیدی ہیچ است

۳۷-۵

و آلِ حُبلہ کہ گفتی و شنیدی ہیچ است

سر اسرافاق و دیدی ہیچ است

و آلِ نیز کہ در کنج خریدی ہیچ است

ایں دُباعی از فطرتِ عالیہ و استعدادِ لطیفِ بظہور رسیدہ۔ نشأ تفریدی از باطنش
 مشعلہ می زند شاعر و دین معنی اصیل بودہ یا مرتبط با صیلے چون ظہور کلامِ الہی در باطن کاتب
 وحی بہر حال طوبیٰ لہ۔ تفریدی و دید جمالِ اقدس از نعمتِ جمال است و الا از نسبت دید
 عینِ نسبت۔ برہنہ گویم بے تجلی کند ذاتِ صورت نمی بندد۔ ہاں تا ہر زہ بر خود نہ بندی علامت
 ایں سعادت تیریدول است از مجموعِ نعم و نیوی و اخروی و گزشتگی و بے نیازی از مجموعِ احوال و
 مشاہدات و انجذاب و قلق و امنی بجنابِ احدیت۔ آری وجودِ تعطش بمشاہدات با وجودِ نسبت
 تفرید از سادہ لوحی بہمت و ظلم و جہل انسانیہ بظہور می رسد کہ مورتِ بوک و مکر است یعنی شائد
 مراد من از یں در بر آید و در بستہ من از ان جانب کشاید یا از نظرِ لطفِ محبوب و اصطفاۃ او یا از
 عدم اطلاع بحقائقِ رسد۔ بالجملہ مفور از آنچه در ان است از ان تنزیہ و انقطاع شرط است
 اکنون آمدیم بطریقِ تحصیلِ ایں سعادتِ عظمیٰ اقرب طرقِ نیازمندی و دوامِ ملازمت و رعایتِ ارب
 باقصی الغایت نسبت کسی کہ باطنش توجہ راست بجنابِ الہی پیدا کردہ باشد و خود را در ان
 توجہ پر یاد دادہ و از توجہ نیز مفلس گشتہ باشد و بعد از ان تعلم ذکر یا مراقبہ از ان متمکن عزیز الوجود
 والسلام والا کرام

ایں رقعہ بیکے از مریدانِ مخلص کہ در کسوتِ تائبانِ خود را می گرفت از دوائے لطف
 نوشتہ بودند۔

۳۸- بیکے از مریدانِ مخلص۔ از کار رفتہ محمد الباقی عرض داشت می کند کہ خاطر پریشاں را ہموار
 نگراں بجنابِ دانستہ از حق سبحانہ و تعالیٰ عافیت حقیقی آن حضرت مسألت می نماید با حاجت

مقرون کرو و امید کہ فضل و کرم از ان طرف نیز ایں معنی بہ ظہور رسد و تا ہنگام شرف دریافت آگاہان گوشہ خاطر دیر بخ نباشد مخلص پناہ نفعی وجود و بدل روندگان را و وبال است کہ بامداد آن در فضائے نیستی طیران کردہ بسوا و اعظم فقری رسد خوش وقت آنکہ توفیق قبول ایں دو مسافر غیبی پیدا کند والسلام علی من اتبع الهدی

ایں رقعہ در مصیبت پرسی یکے از آشنایان قدیم نوشتہ بودند۔
 ۳۹۔ حق سبحانہ و تعالیٰ با خود وارد و از اندیشہ غیر خود رہائی کرامت فرماید الا کل شیء
 ما خلا اللہ باطل ۛ خدا است آنکہ نہ مرد است و جادواں جامی
 و ما سوا و خیال مر حرف باطل
 حقیقت ایمان کردن و پیوستن است ۛ

یعنی از غیر کنی دل بحد پیوندی
 درویشی ہمانا ایں معنی را از پیہ خود سوال کردہ و جواب بقطع ماسوی شنیدہ سکر حال سبائل
 را بر آں آوردہ کہ در برابر گفتہ کہ پیش از ایں اگر ایں حقیقت را می شنیدم بتو نیز نمی پیوستم العرض
 ۛ تعلق حجاب است و بے حاصل
 چو پیوند ہا بگسی واصلی
 زیادہ چہ گستاخی کردہ شود عذر تفسیر ہر چند کہ در حیز قبول نیفتہ ناچار اشارتے بآن میباید کرد
 خدمت طلغائی کہ از بے قوتے وضعف ما با خبر اند و از شیوہ تکلیف مبرا اند بیان عذر ما خواهند
 کرد حق علیم است کہ کبر و ہستی و کاہلی و خویششن داری و عدم اخلاص و حقیقت نا اندیشی
 مانع نیست۔ والدعا

یکے از علما مخلص کہ بنا بر ضرورت معیشت بلشکریان ہماہمی اختیار نمودہ بودند و در
 عسوریں ملک ہند تحصیل معیشت بے ایں چنین صورتے مشکل بود و ترک ایں علاقہ در نظر
 عقول زمانیاں مستبعد بل محال می نمود و عالم مذکور خواست کہ ترک اسباب معیشت نماید و بایں

آستان راستان رجوع کند و آل سپاہی کہ ہمراہ بودند نزد ایشان سبق می خواندند۔ بیکے از مخلصان
 در گاہ کہ در آن شهر بود رجوع نمود کہ سعی باید نمود کہ حضرت ارشاد پناہی منع مشائرا الیہ اذین خیال
 کنند و تجویز فرمائند کہ ماہم باشیم و درس ہم برپا باشد آل مخلص عرض داشتے نوشت متضمن آنکہ این
 ولولہ ترک این عالم مسطور خوب معلوم نیست کہ مستحکم باشد یا نہ مبادا تفرقہ بار عیال سبب عدم حصول
 جمعیت مطلوبہ گردد و بلکہ این مخلص گمان غالب داشت کہ این عالم طاقت محنت منے آرد و در سے
 کہ منعقد است بر ہم می خورد۔ اگر این عزیز مدرس را از ترک معیشت و آمدن منع فرمائید صورتے
 وارو۔ در جواب آل مخلص این رقمہ نوشتہ شد۔

۴۰۔ بیکے از علماء مخلص۔ ان بعض الظن انہ حسن ظن بدائیان آخرت ہیں آنست کہ مطالعہ
 فنائے دنیا و بے حاصلی اہل آل و جمال توجہ بطلب علیا ارباب ہمت از خود و مراد خود و گزشتن و از
 تنگ مطلب قاصر و بے حاصل بودن و از دائرہ وجود رستن خبر کردہ باشند اکنون صاحب این دید
 اگر در ہمراہی لشکر کہ بے نیت صحیحہ شرعیہ مجوزہ نیست فتورے در اسباب تحصیل مقصد مذکورہ بیند
 چوں تواند خود را بودن لشکر قرار داد و غم رزق فرزندان لائق بحال توکل نیست اگر در خود این حال
 را بیاند فہو المراد والا بضرورت بامور مجوزہ شریعت چنگ می باید زد و بالجملہ ہر کجا کہ عبادت حق
 سبحانہ بر وجہ اتم بظہور می رسد و بیم تفرقہ نیست آنجا را از دست نمی باید داد و شک نیست کہ
 تعلیم علوم دین از عبادت است خصوصاً وقتے کہ متعلم منقاد احکام دین شود و بصواب دید عالم
 در امور شرعیہ عمل نماید باقی علم خدمت مولوی نسبت بفقر اتم است

در جواب مخدومی ملاذی استاد میاں شیخ احمد سلمہ اللہ کہ متضمن احوال میاں محمد صادق و
 میاں مسعود ہم بود صادر شدہ و چنان بخاطر است کہ اول کتابتے کہ حضرت ارشاد پناہی باستادی
 مشائرا الیہ نوشتہ اند این است و محمد صادق مذکور کہ ولد استادی مشائرا الیہ است از طفولیت
 بعض آثار و احوال عظیم او ظاہر است و در زمان نوشتن این عنایت نامہ بنجایت خود سال بود
 بنا بر حکمتے و مصلحتے ابتداء و کتابت بنام این ولد شریف ایشان نوشتہ شد۔
 ۴۱۔ بہ محمد صادق و شیخ احمد سرنہدی۔ قرۃ العین محمد صادق بر خود و از ظاہر و باطن کرد و احوال

چنانچہ ظاہر است مستوجب حمد است برہماں حضور خود باشد از غیبت و استغراق اندیشہ نیست
 انشاء اللہ العزیز از سکر بصر آید و فناء و شعور اندراج یابد مولینا محمد مسعود از کشف قبور اعتبار سے
 نگیر و کشف صورتی محل خطا و لغزش است سعی کند کہ حضور مع اللہ بظہور یابد و دوام پذیر و۔
 ہر چند کہ عالم صاف شدہ باشد و معنی نورانیت نیز از نظر بصیرت استقاط یافتہ و رکاوٹ سعی باشد
 کہ جذبہ خواہا و حضور ایشان دیگر است۔ وراں موطن از ماسوی نام و نشانی نیست و گاہے بالکلیہ
 و اکثر بالاصالہ توجہی است۔ از شش بہت معرا گاہے بہت فوق بہت خصوصیت کہ عرش مجید است
 و در ہم می آید و گاہے ہمہ جہات را فرو می گیر و معنی واللہ من در انہم محیط بظہور می رسد۔
 اگر صور معنویہ و اشکال صوریہ محو شدہ اند و همچون خیال و سراب بے اعتبار افتادہ و در ہمیں وقت
 نزد دریافت خیالیہ صور ہوا الاول والاخر نیز در میان می آید و اگر در وقت فرو گرفتن آن توجہ
 ہمہ جہات را یا اکثر اصور و اشکال بالکلیہ محو شود و صفائے اتم بظہور رسد و معنی لیس فی الدیار
 غیبہ دیار و جلوہ آید ہوش باید بود کہ کسوت معنویہ در میان است لا اقل صفت حیوۃ
 و ہستی اکنون یک واقعہ دیگر بشناسند کہ در وقت ظہور واللہ من در انہم محیط نیز می تواند بود
 کہ ہمہ بین کسوت در میان باشد بارے حقیقت مقصود در دریافت و ادراک نمی آید آنجا عشق و
 محبت است و تصفیہ مر از ماسوی و آن تحقیقات کہ در رسالہ سلسلہ الاحرار نوشتہ شد۔ بغایت
 غامض است وین محبت آن را بگزارد و مدار برادر اک متعارف بہ نہن حضرت خواجہ نقشبندؒ
 خواجہ پاک نقش و پاک نفس

قدس اللہ سرہ الاقدس

می فرمودہ اند کہ ہر چہ دیدہ شد و دانستہ شد آن ہمہ غیر است بکلمہ لا آنرا نفی باید کرد میان
 شیخ احمد نیز حال خود را دریں صحیفہ مطالعہ نمایند و بدانند کہ تا استغراق و استہلاک در حضور ذاتی و
 وحدت صرف بظہور نمی رسد۔ اصل این سلسلہ اسم فنا براں نمی نهند و آنکہ ما بودیم کہ یک درجہ
 دیگر در میان است این است حقیقت این سخنان مشافہہ معلوم می شود با وجود برائے
 خاطر شما نوشتم والسلام والاکرام

این رقعہ یکے از مخلصان در ابتدا پا نوشته بودند۔

۴۲۔ یہ یکے از مخلصان در ابتدا پا عبارتیکہ ترجمان حال این بے حاصل تواند بود۔ مہم تکلف است بنار علیہ اذان مقولہ انما ضعیف من مودہ بدعائے سلامت قلب و استقامت عمل می کوشد حق سبحانہ و تعالیٰ ظاہر را بمقتضائے شریعت و باطن را در استیلائے حقیقت وارد۔ فوق ہمہ سعادت این است قبول دعا و ظہور تصرف لازم کمال نیست۔ ع۔

تو میباش اصل کمال این است و بس

چون در عمل تمام انقیاد و متابعت شدی و در علم بے تعین و بے نہایت وجود تو از میان برفت
بعد ازاں اگر تعین نمودیم تواند ع۔

رو در و گم شود وصال این است و بس

بعد از ظہور حقیقت وصال صحبت و اصل کبریت احمر است و مفید کامل گو مظهر تصرف نباش۔ بارے آنچه از سخنان اکابر دین ہمیدہ ایم و مطلب باطن ما آن است حصول این چنین سعادت است رزقنا اللہ تعالیٰ و ایا کہ چون از عنایت نامہ اشرف بوائے آن می آید کہ قبول دعا و افادہ تصرفی را داخل مطالب داشته باشند بفتح آن قلم جریان یافت۔ امید گاہ ہمت بران گمارید کہ خاطر اہل حقوق خصوصاً والدہ از شمار بار تبار شد و اللہ العظیم کہ بشرط اعظم در و در و موہبت الہی این خلق است باقی حاکم اند و انا۔ جذبہ الہی و قوت حال کہ فیتے کہ اختیار از دست رو و دیگر است ما بران اطلاع نداریم اگر پیدا شدہ عذر را می خواہد القصہ مدار این راہ بر تیز ہوشی و نیز گوشی است اقلق و اضطراب و دید بعد و نقصان و مضطر بود و ان در احکام الہی توسط خاطر جوئی و سلیم دلی مقصود آفرینش است مشاہدہ خود در عالم ارواح ہم بود و خواہ ابو المنظر کہ معاصر شیخ ابوسعید ابوالخیر بود می گفت کہ مثل ما با شیخ ابوسعید چون کاسہ اذان است کہ یک دانہ شیخ است و باقی من و چون شیخ شنیدند تو اضع نمودند و فرمودند کہ آن یک دانہ نیز ایشانند ما ہیچ نہ ایم می گفتہ اند کہ آنچه مردم در قطع بوادی و مفاد زیافتہ اند ما در چار بالش صدقات یافتہ ایم۔ فی الواقع این معنی را ہیچ چیز حالی نیست۔ نیاز مندی و شکستہ دلی می باید آن نیز در اغلب بارے از برائے خدا خاطر ضعیفان را بے ضرورت شرعی شکستہ نسازند۔ و بر جمع سخنان مولانا زین الدین

محمود کا نگہ نوشتہ اند کہ مولانا علاؤ الدین مکتب دار می فرمودند کہ یک بار خاطر پدر فقیر از فقیر دربار
 بود بحسب شریعت حق در جانب من بود و مع ذلک فوطہ در گردن انداختہ ہر بر زمین نہاد و
 عذر خواستم با وجود سی سال است کہ زیان آنرا در خود بینم و رنجات در ذکر بعضی از اکابر مذکور است
 کہ در نصیحت بعضی از طالبان کہ خدمت والدہ را گزاشتہ نہ می رفتند۔ فرمودہ اند کہ من سی حج
 پیادہ بے زاد و راحلہ کردہ ام بتومی و ہم تو اصلے خاطر والدہ من وہ۔ زیادہ چہ گویم۔ والسلام۔

ایں رقعہ بیکے از مریداں شرف صدور یافتہ

۴۳۔ بیکے از مریداں۔ عرضداشت دور ترین مخلصان محمد الباقی منی و اند کہ چہ نویسندہ و لے کہ
 مرآت شیون و احوال خود شدہ محض بدست آرد و نہ بالی کہ بقوت فصاحت تمثالی از شکست و
 ریخت باطن بر عرصہ ظہور بنگار و۔ القصہ ہماں طفلم کہ نہ از مرض آگاہم و نہ از بیان این کہ بر سر آئم
 و با ظہار و جو و سید طریق ترقی می کنم نیز از قوی ترین مرصھا است۔
 ہر چہ گیر و علتی علت شود

ایں ہا ہمہ یک طرف خود را بر شاہراہ فضل و کرم انداختہ ام۔

تو بسلام ازل مرا دیدی

ویدی آنکہ بعیب بخزیدی

تو بعلم آن و من بعیب ہماں

رو مکن آنچه خود پسندیدی

عروہ و ثقی ہمیں قبول است حق سبحانہ و تعالی آثار و برماست آن بظہور رساند۔

مخلصی بعنایت الہی و برکت صحبت عالی حضرت ایشاں از کسب و معیشتگی کہ داشت
 قطع نظر نمودہ بود و ویریں وقت بحسب ضرورت و حکم سلطان وقت از شرف صحبت دور افتاد
 بود۔ این رقعہ برائے او نوشتہ بودند۔

۴۴۔ بہ مخلص۔ الحدیث۔ انہا الاعمال بالنیات و لعل امریہ ما نوی من کانت

ہجرت الی اللہ والی رسولہ فہجرتہ الی اللہ والی رسولہ (الحديث) مبارک باشد
 ہر کہ تہی کلیسہ تر آسودہ تر خصوصاً دریں وقت کہ دنیا طلبی و عزت جوئی عین بے دینی و چشم از آخرت
 پوشیدن است آنچه سابقاً مرقوم بود نہ باختیار ما بود و شکستہ دلی ہائے خلق بیک بار خاطر ما را
 در بود و در تحت سلطان شفقت علم التعظیم لامر اللہ جمال خود را اذما پوشیدہ قلب المؤمن
 بین الاصبغین من اصابع الرحمن یقلبہا کیف یشاء با این ہمہ پیمچیاں بر سر آنیم کہ
 تعظیم امر والدہ در اموریکہ علماء دین پرور قرار دادہ اند اہم امور است تحقیق و تفتیش بلیغ نمودہ
 ساختہ و مہیا خدمت باشند مرضی ولی نعمت آنست کہ خود را بجانب کابل بکشند و بہت شہاد و
 معاشی بامداد آشنایان در ان جانب بگیرند چنانچہ ہمزاکو کہ والدہ ایشان و بعضے از عورات
 دیگر این معنی را ظاہر ساختہ اند انشاء اللہ العزیز آنچه مرضی حق باشد بر آن قرار یابد سخن خواجہ عبداللہ
 انصاری است کہ اگر خواستی دادہ و ادومی خواست غایتش دریں میاں ناز ہا و محبوبی ہا می رود۔
 این نیز یاستنی است۔ مثنوی ے

چہ خوش نازی است ناز خود برویاں

زودیدہ راندہ و زودیدہ جویاں

بچشمے ناز بے اندازہ کردن

بدگر چشم عذرے نازہ کردن

اگر نیک در نگری از تو ہمیں طلب و نیاز مندی و بے آراچی مقصود است نہایت محبت

آن است کہ مجز محبت طلبی نماند مثنوی ے

عشق عاشق چو سرکشد بکمال

باشد از غیر عشق تار غبال

عشق را تہد گاہ خود سازد

دل ز معشوق ہم بہ پروازد

ازیں جا است کہ در عین مراد از مراد نامراد شوی ے

دریں مشہد کہ انوار تہلی است سخن دادم و لے نا گفتن اودے

دریں روز با داعیہ سیر ولایت قوی گشته امید است کہ بعد از چند روز دیگر متوجہ شویم
خدمت میان شیخ الہمداد خویشین داری کردہ خود را بودن و ماندن قرار داده از طوبی ملن
یکون معہ فیغونہ فیذا عظمہا۔

بیت ۷

داغ بے یاری و درد بے دلی

ایں ہمہ بر خود پسندیدیم و رفت

پادے ہر کراہ از ممت ایشان میسر شود غنیمت است حقا و بعزت اللہ کہ نہ بتکلف میگویم
و ادیم نشان رنج مقصود تو

گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

۴۵۔ حق سبحانہ و تعالیٰ لطیفہ انسانیت را بر صراط مستقیم داد۔ توجہ راست کہ گرفتار غیب
ذات بودن و از حقائق توحیدینہ و فروغ آن پرہیز نمودن است بالاترین ہمہ سعادتہا است
انشاء اللہ العزیز صفائے آن و استقامت و راں روزے گردد۔

ایں رقعہ بجانب یکے از امراء کہ اظہار اخلاص می نمود بانتماس و مبالغہ مخلصی کہ خود را در
لباس صلاحی گرفت قلم فرمودہ بودند و آن مخلص را دریں التماس میآخرت بود۔
۴۶۔ بدیکے از امراء۔ حق سبحانہ بمنہائے مقاصد کہ ہمگی امر و فرمان شدن است رساند اعتماد
جز براں نیست کہ ما و بایست ما بر خیزد و شرع و بایست آن بجائے ما بہ نشیند۔ حقیقت آدمی
کہ بہ نزد اہل تحقیق روح مجرد است مجال مخالفت لمحبوب و خود ندارد۔ چہ از عالم امر است۔ و
عالم امر علم را گویند کہ بہت عدم قدرت بر نافرمانی تنہی از فعل تا مرضی و راں عالم واقع
نشده۔ اما چون تعلق جستی باین سیکرہ بیولانی پیدا کرد خود را در و گم ساخت و با حکام او متعلق شد۔
تا بعدیکہ بسیارے منکر و خود نمودند و ہمکل محسوس را بخودی برداشتند۔ فانی از خود و باقی بھوانی
زیستند و بعضے پیشتر فرود رفتند و ظلمت وافر کسب کردند۔ ہوائے نفس را خدائے خود دانستند

بتمام منقاد فرماں او شدند القصہ مقصود آدم شدن است کہ از لوازم آن است انقیاد و تسلیم تام
و این جز بہ فنائے نفس و روح بدست نیاید و این فنا اگرچہ موہبت محض است شرائط دارد و آن
سبق کہ در خانوادہ عالیہ بعضی از بزرگان است مجملًا شامل شرائط است و بے آنها حصول مقصود
بطریق سلوک متعذر و محال است و آنچه گفتیم کہ ہمگی مقصود آدمی شدن است بہت آن است کہ
و گویہ ہرچہ از احوال و مقامات است از نتائج است۔ اگر ویریں نشاء بظہور نرسد و رنشا آخر کہ محل
ظہور نتائج است بروجہ اتم و اکمل بظہور خواہد رسید۔ سبحان اللہ چہ جائے احوال و مقامات است
و صاحب دوائے کہ بغنائے نفس و روح مشرف شدہ لابد استیلائے شہود و وجہ مطلق و صف
لازم باطنش گشتہ حقیقت آن۔ رباعی بزرگوار این است ہ رباعی

امروز ویریں خانہ یکے رقصاں است

کہ کل دو کول پیش او کیسان است

گرد تو ز انصاف رگے جنبان است

آن ماہ درال کار تو ہم تابان است

غذائے روحش شدہ من حیث الباطن نہ خبر از خود دارد و نہ از ماسوی۔ اگرچہ من حیث الظاہ
حاضر است بر آنچه می رود و کما تقریب عند الذاہیین الی اللہ والسلام علی من اتبع الهدی
از جملہ فنائے روح آنست کہ دنیا و آخرت در نظر بہت حقیر و آید و در کشف عظمت و کبریائی
حق کرامات و مقامات از خاطر محو گردد۔ طالبان و سالکان راہ حق را قدم اول در طریق توبہ بوضوح
است چہ جو ہر اول را کہ آئینہ جمال نمائی مقصود است بقدر معصیت و نافرمانی و غفلت و پریشانی
ظلمت و زنگار فرومی گیرد و بقدر ظلمت نابینائی و تیر و دظہور می کند۔ ہمہ خرابی با ازیں جا است۔
مقاصد را بچراغ دُ و دناک آلودہ بمعاصی می جوئند۔ لاجرم بدالالت مظاہر اسم المصلی در باد یہ
حیرت و ہادیہ بطلالت می افتند سخن آن عارف ربانی ابوالحسن خرقانی است کہ راہ دوست یکے از
بندہ بحق و دیگرے از حق بہ بندہ۔ اول ہمہ ضلالت بر ضلالت است۔ دوم ہمہ ہدایت بر ہدایت است
آدمی چوں آئینہ دل بکمال صفاء رسید و نور ظہور ہستی حق تاباں شد معنی یکدی اللہ لنورہ من یشا
روشن می شود و حقیقت ایمان روئے می نماید۔ اکنون در ہرچہ رجوع بدل می کند بحق می کند

قلب المؤمن عرش الرحمن ازیں جاست۔ ایں دل خزینه اسرار و صدف چندیں ہزار دُر
شاہوار است۔ خطاب حضرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کہ استعذت قلبک بایں
چنین صاحب دولت است الغرض چوں بتاثر اسم الہادی ارادۃ وصول بمقصود حقیقی و
مشرف شدن بایمان تحقیقی در صاحب دولت پیداشد۔ قدم اول آن است کہ در پرتو نور
معرفت و ایمان بہ بنید کہ گناہ زہر قاتل است و دے ایں زہر بسیار خورده و بہلاک نزدیک
رسیده بضرورت پشیمان شود و ہر اسے در دلش پدید آید و در مقام تدارک آید۔ چوں کہ
زہر قاتل خورده و پشیمان شدہ و ازاں ہر اس انگشت بگوفرومی برو و تدبیر وارومی کند تا آن
اثرے کہ از زہر حاصل آمدہ از خویش بیرون کند ہم چنین چوں بہ بنید تا تب کہ ہر شہوت کہ راندہ
است چوں انگبیس بودہ کہ در زہر تعبیه بودہ است در حالے اگرچہ شیریں بودہ باختر اثر پیدا کند
و دے پشیمانی پدید آید برگزشتہ و آتش خوف و پشیمانی شرہ شہوت گناہ را بسوزد و آن شرہ بخت
بدل شود و عزم کند کہ گزشتہ را تدارک کند و در مستقبل بر سر آن نشود۔ ہمہ حرکات و سکنات بدل کند
پیش ازیں اگر باہل شادی و رنج بود اکنوں باہل معرفت باشد پس نفس تو بہ پشیمانی آمد و اصل
آن نور معرفت و ایمان و فروغ آن بدل کردن احوال و نقل کردن مجملہ اندام ہا از معصیت و
مخالفت و دے آوردن بطاعت و موافقت۔ پس صاحب ہر نفسے را کہ ایں معنی بطہور زہر
ہر رنجیکہ کشد ضائع است و بیہودہ باید کہ آگاہ باشد کہ ہنوز از ظالمباں نشدہ طلب حق حقیقی منبعث
از معرفت و ایمان است و نور ایں ناچار آن معنی را ظاہری سازد و اگر صورت طلبی در نظرش
می آید منشائے آن طبعی است کہ بخطوط نفسانی خو گرفتہ چہ در شنیدن مقامات و احوال ایں طائفہ
و بزرگی شاں ایشان خود را و احوال خود را ناقص و ناچیزی یا بد حجت جاہ عند الناس و یا عند الحق
و حرکت می آید و خلقے در و پیدامی شود اما اثر ندارد آرسے شرہ آن دم و بد کہ بیقین بدانند کہ ایں احوال
مقامات بوزرش شریعت حقہ ہم رسیده باشد و در مقام و رزش افتد ناچار از مخالفت روگرداند
و موافقات بیاراد صورت توبہ بدست آرد بے صورت طلب جز صورت توبہ بر نہد تا آنکہ ایں
نیز جز بنور ایمان بشریعت بدست نیاید ازیں مقدمات روشن شدہ کہ توبہ نیز ازاں جانب
است چہ بطہور نور معرفت و ایمان ازاں جانب است ایں جاسخن قطب وقت خود شیخ ابوالحسن

نور قانی رحمۃ اللہ علیہ را معنی دیگر بدست آمد مخفی ماند کہ توبہ را درجات است۔ درجہ اول توبہ از
کفر است بعد از ان از ایمان تقلیدی بعد از ان از صفاتی کہ تخم این معاصی است چون شرہ
طعام و شرہ سخن و دوستی مال و جہ و حذر کردن دریا و امثال این مہلکات بعد از ان از وسواس و
حدیث نفس و اندیشہائے ناکردنی بعد از ان از غفلت از ذکر حق و اگرچہ ساعتی باشد چون
درجات ذکر را کہ عبارت از حضور و آگاہی است نہایت نیست توبہ را نیز نہایتی نخواہد بود
چہ توبہ از ہر چہ ناقص است واجب و لازم است پس در قدم اول پشیمان شدن از ہر چہ
گزشت و عزم بر آنکہ در آئندہ آنچه قدرت داشتہ باشد بر سر آن نیاید از لوازم طلب است
این چنین توبہ اگرچہ در قدم اول ظاہری شود و بیچ وقت از سالک منفاک نیست سخن بہل تہتری
رضی اللہ عنہ کہ توبہ آن است کہ گناہ فراموش کنی۔ نظرے بر این معنی ہم دارد چہ توبہ ہر گاہ پشیمانی
از جمیع حجابات و منازل باشد ہر گز باختر نمی رسد المرید ہوا لرامی بادل قصد الی اللہ
چون انجذاب از مہد و حقیقی شدہ نظر باطنش بر انجا افتادہ ہر چہ در میان است گناہ دانستہ بہیں
نظر جمعی مشاہدہ را بر مجاہدہ مقدم داشتہ اند و آن نصوص کہ صفت توبہ افتادہ فعلی است بمعنی
فاعل یعنی کثیر النصح و کثرۃ النصح بہیں اعتبار می تواند بود اگرچہ معانی دیگر نیز وارد و بعضی از انہا
این است کہ حسرت و پشیمانی توبہ چنان لازم تائب گردد کہ قدرت بر ارادہ اقدام بر گناہ نماید
و آنچه آن بزرگ گفتہ کہ توبہ آن است کہ گناہ فراموش نکند مطابق این است و آنچه از سید الطائفہ
جنید مروی است کہ توبہ آن است کہ گناہ را فراموش کنی ہم از روئے این است انجا یادداشت
حسرت و این جا فراموشی حلاوت فالنصوص مبالغۃ الناصح بمعنی قوی النصح غایۃ
قوة او کثرۃ النصح بمعنی انها ینصح التائب لحظۃ بعد لحظۃ ینحفظ عن
استماع حدیث النفس و تلبیس الخناس فی اظہار المعاصی المہلکۃ فی صورۃ
المحسنۃ۔

این رقعہ بیکے از خلفاء و در جواب عرضیہ کہ رسیدہ بود تعلیمی فرمودہ اند۔

۴۷۔ بیکے از خلفاء حق سبحانہ و تعالیٰ یوماً فیوماً آثار عنایت و انوار ہدایت را در تہ اند

دارد و مثنیٰ و رباب در ویشتی که بطریق رابطہ مشغول بود و در سطوت آن مغلوب و غائب می گشته نوشته بودند۔ این نوع چیزها چه لازم است که از ما پرسند۔ در اوقات صاف از اکابر با هم از روحانیت فقیر تحقیق نمایند و اگر بناگاه تحقیق نشود پس بطریق خفیه بے وقوف طالبان بنویسند بارے مثنیٰ یا مثنیٰ اکنون علاج آن نوع مشغول آن است که روزی چند کارهای دنیوی را بگوشه بگذارد و بجد و اہتمام تمام اوقات خود را مصروف آن شغل سازد تا از مراتب صورت و اشکال عبور نموده بشراف حسن و برسد و در آن ممکن یابد و در اوقات شخصی را متعین کند تا او را حاضر سازد و اگر در اثنائے شغل او توجہات متعدد بر او برسد امید است که زودتر عبور نماید اما بشرطیکہ حقوق عیال و امن گیر او نباشد و الا ہماں توجہ اول کافی است لیکن در اثنائے شغل اگر دروازه کشف را بروی کشانند و سیرش بعالم مثال افتد اصلح و اولیٰ آن است کہ او را بگویند کہ نفی آن وقائع بکنند و نظر خود را از دائرہ وجود خود بیرون نیندازد و ہمیشہ سعی در صفا و فنائے خود می کرده باشد مگر آنکہ غیبیے دست دهد۔ آن زمان خود را با آن بے شعورے و بد و اگر در اثنائے بے شعوری باز صور مثالیہ ظهور کنند ہماں نفی را از دست نہ بد کلمہ بازگشت را کہ خداوند مقصود من توفی و رضائے تو در نفی و قانع دخل تمام است اگر پیش از فنا ارواح انبیاء و خواص اولیاء ظهور کند محل اعتبار نسازد کہ اکثر لطائف ایشان است نہ ایشان و محقق شدہ کہ در انسان کامل ہفت لطیفہ است لطیفہ قلبی و لطیفہ نفسی و لطیفہ قلبی و لطیفہ دوجی و لطیفہ سرری و لطیفہ خفی و لطیفہ اخفی و محبت روح مظهر انسان است کہ جمع لطائف است و آثار ہر لطیفہ علیحدہ چندان معتبر نیست اگرچہ ظهور ایشان بیشتر سعادت است۔ والدعا

یکے از مخلصان مستعد بود کہ سر رشته و قائل ارادت و حقوق خدمت رانی دانست و ازین سبب متضرر می گشت این کتابت برائے او نوشته بودند ہنوز قاصد نبودہ بود کہ بقریبی غیب پیش آمد و این وعدہ توجہ قریبہ عظیمہ کہ درین کتابت است بدیگرے از اصحاب کہا کہ حاضر بود و بظہور رسید و ہمیں کتابت را بایں عزیز داند و انواع ابواب ہدایت و ارشاد پروردگار کشادہ شد۔

۴۸۔ بہ یکے از مخلصان مستعد

کاری یکن که وحشت اشکم فروں شود
صیدی چوں من ز وایم وفایت بروں شود
مرغ دست آموز شما مزاج نازکے دارد و اللہ کہ بدست این مسکین نیز نیست کم پڑی
است گرم و سرد این بیابان ندیده با بجمہ بنارش می باید داشت بسنت اللہ تعالیٰ بریں جاری
است کہ اعزاز واسطہ و تعظیم او مورت فیض لایتناہی است
چوں ز مای بغیر ماست

الحذر الحذر ز غیرت ما

زیادہ گستاخی است انشاء اللہ تعالیٰ و بریں پنج شمش روز متوجہ شما خواہیم شد پیش
ازیں بیک روز یک نوع اشارت شد با آنکہ اہمال در توجہ بجانب شما نکنیم و از ہمیں جا غائبانہ
نیز ہمت بر ترقی شما بر بندیم بتوفیق اللہ تعالیٰ تفصیر خواہیم کرد۔ دیگر ظاہر شد کہ شمارانی بجمہ
جنگ و نزاع در میان است اینہا در چین وقتہ چہ مناسب اہتمامے نمایند کہ از چین ایستیں
بحق الیقین رسیدہ و راجع بقاباشند نزول فرمایند تا آثار میر عشوق در عاشق مشاہدہ افتد و معنی
مارمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی ذوق شود و سہ کل منشی ہالک اکاد جہہ
بتحقیق رسد خلافت الہیہ جزو بریں موطن صورت منی بند و سلطان مملکت تحقیق خواہد احرار
می فرمودہ اند کہ تا پر تو مازمیت اذ رمیت در باطن نیفتد و اصل منی تو اں گفت کہے راگماں
نشود کہ این معنی در ظہور انوار توحید بدست می آید۔ ہمہ را بہ نعت ہمگی دیدن دیگر است و ہمہ را بہ نعت
یگانگی دیدن فہم من فہم این معنی ظہور کان اللہ و لہ یکن معہ شئی است چنانچہ در ازل
بود باز مرآۃ کما کان و غیر است و یقین است گنجائش تحریر و تقریر ندارد۔
والسلام والاکرام

این رقعہ یکے از خلفا صادر شدہ

۴۹۔ بہ یکے از خلفا محبت نامہ آل خلاصہ مختصرات مشیر از احوال و آثار رسید حق سبحانہ و تعالیٰ

باعلائے درجات و منتہائے مقاصد برساند کثرت ضمیر فیض پذیر خواهد بود که وقت بغایت نازک است همه مهمات را نسیاً منسیاً می باید کرد و بتمام قوی و مشاعر آن را بطه مقصود را بقلب صنوبر می باید رسانید تا کمال حق الیقین بظهور رسد و نیز دریں پنج شش روز متوجه شما خواهم شد۔
اشارت خواجہ بزرگ بر این است کہ شمارا دریں وقت تنہا نگذاریم۔ ہر چند کہ ازیں جانب غافل نیستیم چہ توان کرد و ما را خادم شما ساخته اند یاد او د اذ اسرأیت لی طالباً فکن لہ خادمًا
الحمد للہ والمنة

۵۰۔ زادکم اللہ تعالیٰ شہوداً و معرفۃ صورت واقعہ جمیل است انشاء اللہ تعالیٰ آن را کہ فنا سوخته شدن تعینات و ظهور آتش تجلی است بروجہ اتم ظاہر گردانند می باید کہ متفرس و متجسس باشید کہ توحید و جو نسبت سابق چہ رنگ پیدا کردہ و چہ تفاوت یافته اگر رنگ دیگر است و ترقی در درجات ہست پس صورت معنی جدید است والا صورت حال سابق مطالع افتادہ بارے بعد از ملاقات متحقق خواهد شد ایضاً
ع ادباً از ما بسے نزدیک تر

این اشارت بکمال قرب است کہ از صفات سلبیہ است و عبارت از عدم بعد است یا تفرقہ باعتبار صورت و حقیقت است یا تانی عبارت از صورت است و یا اول عبارت از حقیقت و قرب مطلق است نسبت بمقید از صفات سلبیہ است و قرب مقید بمقدار صفات ثبوتیہ بلکہ قرب مخصوص قسماً بیش نیست العالم غیب لا یتھرقط۔ اصلی است محقق والسلام

۵۱۔ ان اللہ یحول بین المرء و قلبہ۔ کلامیست جامع مرظور امور بر خلاف ارادت را و ظهور حق و فنائے مطلق را کہ شعور بشعور نیز مانند خواہ مرء را عبارت از اندیشہ بگیرد خواہ قلب را یعنی رفع شعور بالکلیہ جز بشعور ذات الہی میسر نیست و اگر چہ ضعیف الحال و ابتداء باین معنی مطلع نباشد ہم چنین خواہ مرء را عبارت از تعین اول گیری خواہ متعین و اگر قلب را عبارت از ان حقیقت جامعہ کہ عرش الرحمن است گیری نیز تمام است چہ مانع از ظهور آن

حقیقت مرادات و خواطر پراگنده است و مجموع این با صورت تجلیات حق از من لہ یہ ملک عینہ
 فلا قلب لہ صاحب دل کہے است کہ بہ مرتبہ عین رسیدہ است و مقرر است کہ ارادہ وجہ باقی
 مستحضر است چہ ارادہ بے شعور بمراد تصور نیست و ہمیں شعور عبارت از عین است پوشیدہ نمازد
 کہ توجہ کہ نزد فقدان شعور بعد از ظهورش سالک را می باشد با وجود کہ مطلقاً بے شعور نیست
 و اکل نیز حالے است مندرج در علم بے ادبا و دست فی الحقیقت ارادہ وجہ باقی نیست بلکہ
 ارادہ حصول اوست پس آنرا کہ متصرفات الہیہ باطلہ نظر منصرف باشد ہلاک اوست چہ آدمی
 بوجہ دل نسبتہ با آدم دارد

ہر کس کہ بصورت آدمی شد خاصیت آدش ندادند
 این ہر نہ زہر سری توان یافت تا نور یقین کج نہاوند

۵۲۔ از سہل تستری پرسیدند کہ مایقین گفت المیقین هو اللہ اکابر طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ
 تعالیٰ ارواحہم فرمودہ اند کہ طریقہ مادوام حضور و آگاہی است بے آنکہ پراگندگی عزیمت و تصور
 متخلل شود و خواہ در لباس ذکر و خواہ در صورت توجہ و خواہ بتوسط رابطہ کیف ماکان مقصود حضور
 مع اللہ است۔ ہر گاہ حضور کیفیتی شد کہ شعور بوجہ و غیرے مزاحم او نشد آن حضور را وجود عدم
 می گویند و ہر گاہ کہ این معنی ملکہ سالک شدہ مشاہدہ می گویند و ہر گاہ نعت حضور را نیز از خود ندید
 بقائے یقینی مشرف شد این جامع لا یعرف اللہ الا اللہ متحقق می شود۔ و دریں موطن نہ
 ارواح است نہ اشباح شہود بجانب مشاہدہ افتاد۔ ہر گاہ لباس وجود حقانی پوشیدہ بظاہر آید

بے چہ فیض حق ناگاہ رسد اما بر دل آگاہ رسد۔ و دام بر دل آگاہ رسد۔ و دام مراقبہ و ولتے است
 پس بزرگ سبب قبول دلہا است و قبول دلہا نتیجہ قبول الہی است۔ القصہ چوں حال بریں متوال است
 روزے چند خود را بر قبلہ خود و وقت فرض راہ است۔ دریں طریق اوراد و اذکار مختلف نیست کہ بعد از فراغ
 آنہا بہ کار ہائے دیگر پردازند۔ و زوایا ہا ہوش در دم است سخن حضرت مولوی نجستہ فرجامی مولانا عبد الرحمن جامی
 است کہ اول چراغ روشن می باید کرد و بعد از آن بطلالہ مشغول می باید شد۔
 دل چہ راے کہ داری و دل دور و بند و گر چشم از ہمہ عالم فرو بند منہ قدس سرہ

و مجموع صفات خود را همچون حضور در خود نیاید تواند بود که فضل الهی بدو نماید و فصول و اجناس احسان را اعراض به بیند و بودن اعراض را از معقولات ثانویه دریابد و سرالعیان ماضیت را ماضی الوجود و آشکارا شود و بزبان حال باین ترانه مترجم آید - کعباعی سه

تا حق بدو چشم سر نه بینم هر دم
از پایت طلب نه می نشینم هر دم
گویند که بحشیم سر نتوان دید

آن ایشانند من چنینم هر دم

و آنکه در راه سلوک تجلیات الهی را بعضی سه قسم نهاده اند و قسم اول را که تجلی صورتی است نسبت بمبتدیان داشته اند و قسم ثانی را که تجلی معنوی است نسبت بمتوسطان داشته و قسم ثالث را که تجلی ذاتی است نسبت بمنتهیان داشته اند و هم چنین آنکه بعضی چهار قسم داشته اند باین طریق که قسم اول را دو قسم کرده اند - تجلی صورتی و تجلی نوری نام نهاده اند و دو طریق اکابر صریحاً نیست از مملک الحاد و حلول و تشبیه فارغ از فائت الامر و ظهور وجود عدم اسرار غامضه است بعد از رسیدن نهایت بعضی از آن اسرار منکشف می شود و تجلی صورتی و نوری و معنوی را در آن مشهود مندرج می نماید - اکابر و کتب تصریح باین معنی نکرده اند و نیز طریق متابعت سپرده قلم را از تحریر آن نگه داشته ایم -

بیکه از طالبان نوشته بودند

این کتابت را بتقریب بزرگ زاده مخلصه بر وفق استعداد او نوشته شده که مائل بر انتب علیانی تو حید بود و نوشته بودند - و چون نسبت این سلسله شریفه جامع نسبت است

سه اول در آمد اینها در فنا است که محل انوار تجلی ذات است - اینها فی تعینات از وجه ذات احد می کنند چون مبدء و مرجع همه است حقیقت به یکبار منکشف می شود و مشاهده در مظهر است اما مظهر در میان نه و چون شوی فانی احد یعنی همه منزه قدس تره

از راه توحید بمقصود حقیقی را بری نموده اند و اگر نه تقید توحید را با نسبت این برگزیدگان جمع نمودن صورت پذیر نیست۔

۵۳۔ به بزرگ زاده مخلص حضرت حق جل جلاله و علم نواله از اطلاق تنزل نموده در لباس ارواح متجلی شده ارواح را از غایت لطافت قوت آن داد که هر چه متوجه می شوند حکم آن می گیرند و رنگ آن می پذیرند و از غایت امتزاج خود را از آن نمی شناسند چنانچه عامه ناس خود را از پیکر هیولانی امتیاز نمی کنند و ایضاً هر مخلوقه جمیع مخلوقات را مندرج ساخته چون این چند مقدمه معلوم شد بدانکه هرگاه روح مقید گرفتاری را بخواهند که لباس تقید و تعلق از بر بکشند و بوطن اصلی خود بروند بعضی از اذکار را که حکم بزرگ دارد من حیث الوضوح مناسب اطلاق است و من حیث التلفظ و التحیل مناسب تقید مونس او می گردانند سرعاً و بطیئاً علی حسب الاستعداد رُوعاً بآل جانب می آرد و چون رشته تعلقش ببدن عنصری محکم است و معذک توجیه بقلب صتوبری که معظم ارکان اوست می فرمایند در همین شاہراہ می درآید تا مشاغل بیرونی رو باندازد نہی بواسع معطل شود۔ قوت لامسه که مدار علیہ دریافت صورت بدان است از ہم فروریزد و چل

له و فقرات قدسی آیات خواجہ ماسطور است کہ و اذ کربک اذا نسیت یعنی اذا نسیت غیرہ ثم نسیت نفسك ثم نسیت ذکرک فی ذکرک ثم نسیت فی ذکر الحق ایاک کمل ذکر خواجہ مابزرگ مشغولان طریقہ را در مقدمہ ظهور بخودی می فرمودند کہ۔ مرا مان و خود را بہ آن بخودی درودہ
در راه خود اول از خودم بخود کن
وانکہ بخود ز خود بخود را مسموہ
در اشتغال بفراقض و سنن مؤکدہ چارہ نیست۔ صاحب لمعات دین معنی میگوید ترک محبوب غالباً بعد از فراق محب می طلبدہ ہجرے کہ بود مراد محبوب از وصل ہزار بار خوشتر

کار بخود در از نمی باید کرد۔ سعی و اہتمام می باید کرد کہ ملکہ یادداشت حاصل شود آن زمان ہر مباحی کہ خوش آید بکنندہ استاد تو عشق است چو آنجب ابرسی
او خود بزبان حال گوید کہ چہ کن منہ قدس سرہ

منہ قدس سرہ

هذه الدائرة فصل عن الوصول

منہ قدس سرہ

فصل الدائرة مغنی عن الوصول

معیت روح بابدن ثابت است و جو حقیقی بدان کہ پر تو صفت حیات است تجلی نماید و چون
تلبس ظاہر وجود با حکام حقائق الہی موجب تعد و وجودے نیست حقیقت منکشف شود و فنا
دست و ہر چہ تجلی معنوی معیت است و بقائے مترتب بر آن مورثانی ببصر و پی کیسمع
و کمال این آنکہ ہر باعی

عشق آمد و شد چو خنم اندر رگ و پوست
تا کہ دم را تہی و پر کرد ز دوست
اجزاء وجود من ہمہ دوست گرفت
نامی است ز من بومن و باقی ہمہ دوست

و از انجا کہ الکی بیند رج فی الکی است در حالت شعور با اختیار خود متمکن و ریس معتم
بہ تجلی نوری کہ عبارت از تجلی بصورت نور بیرنگ بے حیرتہ شکل است می تواند مشرق شد چہ این
فرو و منزل است این است و فائق منزل وجود عدم اما وجود فنا در مقام لا یعرف اللہ الا
اللہ است و این فنا را فنائے اتم می گویند جناب ارشاد تا بخدمی و قبلہ گاہی مولانا خواجی
قدس اللہ تعالیٰ سرہ در اشارت بفنائے اتم این بیت می خوانند کہ ہ
مدح و ذمت گر تفاوت می کند

بیت گوے باشی کہ رویت می کند

می فرمودند کہ تاثیر مدح و ذم باید کہ آن توجہ و نکستگی را کہ بجانب حق سبحانہ است
مزاحم نشود تا فنائے اتم گویند ازین جامعنی آن سخن کہ از خواجہ بزرگ قدس سرہ مروی است کہ
وجود عدم بوجہ بشریت عود کند اما وجود فنا ہرگز عود نکند معلوم می شود والسلام والا کرام

لہ این جا حقیقت روحانیت کہ منظر تجلی حق سبحانہ بنعت احدیت است ظہور کند - خواجہ ما قدسی آیات خود می فرماید
کہ بربیدہ شدن و تہی گشتن دل از ماسولے حق سبحانہ دلیل است بر منظریت مرتجلی حق سبحانہ را بنعت احدیت
کہ نیل معارف بحقائق اسماء و صفات این معنی متعذر است واضح باشد کہ گرفتار مشاہدہ نیز گرفتار غیر است ایشان
در عین مراد از مراد نامراد اند - منہ قدس سرہ

۵۴۔ دعا گو محمد الباقی در اگرہ گستاخی نموده این کتابت سر مہر را مفتوح ساخت و نیاز خود را در
ضمن عرض مرسل کتابت اندراج نمود و انشاء اللہ العزیز مقبول افتد ہر چند کہ این پروا نجات جمیع
بر محل و کثیر الاجراست و دخل در قبول و جریاں او مورت ثواب لیکن چون سابقہ محبت و معرفت
مانست بمیان شیخ رفیع الدین واقع است و در باب پروانہ ایشان زیادتی التماس اظہار می کند
حسن امید آن است کہ در محل قبول افتد ثانیاً گستاخی می نمایند کہ مروی است وجوہ اسحقاق
از صلاح علم و معنی در و ایشان و ارتباط نسبتہ با کابر ایشان دارد و بعلت احتیاج و بعضی حوادث
ضروریہ مبلغ و ویست روپیہ محتاج الیہ او شدہ آن در ویشی در باب این احتیاج بغایت
مضطرب و متفرق است۔ این خیر را بخیر اتیکہ جناب خواجہ حسام الدین مستور ساختہ اند جمع نموده
در محل لائق سہل الحصول نخواہ فرمایند موجب سرور و لہائے مومنان خواہد شد۔

این رقعہ بشیخ نظام تھانگیری کہ یکے از مشایخ وقت است و بمقتضائے آنچه از زبان
ہر یک شنودہ می شود و دریں زمان سلوک میج یک از در و ایشان ہند با و منی رسد تخصیص چشتیاں
و چون خود تحقیق عقائد اہل دین و تفحص طرق اہل طریق نہ نمودہ و با این از قوت فہم در روشنی باطن
در ادراک سخنان طریقہ کہ با اصطلاحی وابستہ نباشد فہم و ذوقی دارد و از تصنیفات اکابر و مجالس
خود حاضر نمودہ ترجمہ عربی و یا فارسی را از بعضی طالب علمان و علماء زبان دان شنودہ قیاس با دراک
سلوک و مشرب خود تحقیق آن محبت می نماید و چون علماء مذکور در بیان ترجمہ و اصطلاح مردم
غلطہا می زنند چہ فہم سخنان بزرگان از مشکلات است و تحقیقات و تصنیفات شیخ مذکور
بدنی بترجمہ مسطورہ است و دریں تصانیف نقصانہا و غلطہا ظاہر می شود و بواسطہ گرمی وقت
و امتیاز شیخ مذکور از اقران خود مرجع خلق است و نیز بر حسب این ترجمات غلطہا و نقصانہا بعضی
اکابر و گزشتگان اسناد می نمود حضرت ایشان نور مرقدہ بواسطہ اظہار حق بالمشافہ کلمات الحق
بظہور رسانید و نیز این کتابت دران باب بمشارئ الیہ نوشتہ فرستادند و بعد ازاں دران مسائل
بمحوث عنہ از بعضی یاران این عزیز دیدہ شد تغیرات تقریری کند لیکن یقین نہ شد کہ شیخ مذکور
کہ در اصل جوہر عالی دارد پس بمقصود بدہ یا نہ حق سبحانہ مشارئ الیہ را و ہمہ طالبان خود را در شاہراہ

شریعت دارد. بخود و وجود جمیع صلی الله علیه وسلم

۵۵- حق سبحانه و تعالی بجهت مقاصد رساند مقصود و ازین همه گستاخی جز رواج مذهب ذرّه
 ناجیه که متوسلان بکتاب و سنت اند و بشرت ما انا علیّه و اصحابی مشرف اند نیست. و
 ایضا تحقیق سخن اکابر این فرقه که طائفه عالیه صوفیه اند منظور است. تا مبادا ساده دلی بخلط افتد
 و طعن این برگزیدگان را در دل جائز و هدیا خودش در ورطه بد اعتقادی افتاده هلاک شود.
 الغرض آن روز در خدمت ایشان بیاں کردیم که کشف ملکوت و جبروت داخل در تجلی صوری
 است و کشف لا الهوت شمایز بطور صاحب لمعات داخل در تجلی صوری است. چه تجلی صوری
 نزد آن برگزیده عبارت از ظهور حق است. در صورت ممکن از ممکنات موجوده فی الخارج خواه
 از عالم حس شهادت باشد و خواه از عالم مثال خواه این صورت نور بے رنگ بے شکل بے خیر
 باشد و خواه امر دیگر باشد. و نزد ابوالبرکات شیخ علامه الدوله سمنانی تجلی نوری است و آن
 متوسطان سلوک را در بدایت توسط دست می دهد. شما خود عنایت کرده فرموده بودند که تجلی
 در صورت نور بے رنگ بے شکل بے خیر تجلی ذات مطلق و دیگر در میان مشاهدات رویت و
 دریافت به بصیرت می کند و این درین نشأه از خواص تجلی صوری است. مذهب ثانی قطب المحققین
 و برهان الموحیدین خواجہ محمد یار ساد کتاب تحقیقات مفصل بیان نفی رویت درین نشأه کرده اند
 از جمله عبارات قدسی سمات ایشان در این کتاب این است همه مشائخ اتفاق کرده اند. بتفصیل
 آنکه این سخن گوید و تکذیب آنکه این دعوی کند. و بر آنند که هر کس این دعوی کند حق سبحانه و تعالی
 را نمی شناسد و ابوسعید خرازی و جنید و دیگر مشائخ رحمۃ الله علیہ در تکذیب و تفصیل مدعی این معنی
 سخن بسیار رانده اند و کتب و رسائل بسیار ساخته اند و کتب و رسائل ایشان شاید است
 برین معنی. تم کلامه مخفی نماند که تجلی معنوی در صورت علوم و معارف و اذواق می باشد و فرق
 عظیم است. میان علم و صورت مثالی. و مراد ازین علم علم سالک است و تجلی ذاتی عبارت از
 ظهور ذات است در صورت اسمی که مبدء تعین صاحب تجلی است و مشاهدۀ جمال مطلق که
 در فانی الله می گویند معنی دیگر دارد. و آن عبارت از انجذاب روح است. به جمال هستی
 حقیقی که عبارت از حیثیّته از حیثیات ذات است. به کیفیت که شعور به این انجذاب نیز نماند

بطور متوجہاں بوجہ خاص و مشاہدہ جمال ذات است و پرودہ ہماں اہم بطور سالکان طریق تربیت
ہر گاہ منہی بہ آن اسم شود و مطلق گفتن باعتبار اطلاق اوست از تعینات گویند و تعین عبارت
از ان معنی است کہ از معقولات ثانویہ است نہ امر مشکل۔ و امثال آن است و دیگر صور مثالیہ را
کہ عالم جبروت می گویند صفات حق ندانند صفات حقیقیہ علم و قدرت صفات اضافیہ عبارت
از خالقیت و رزاقیت و امثال آنها است دیگر کشف ملکوت و جبروت کہ باصطلاح شما است
و عبارت از کشف در عالم حس و مثال است بکشف در عالمی است کہ بحقیقت موجود است
و وجود او عین وجود حق است نزد صوفیہ موصوفہ و غیر وجود حق است نزد علماء و بعضی از صوفیہ و
اگر بہ ناگاہ کسی نہ عین و نہ غیر گفتہ باشند بآن معنی است کہ شما می گویند و آن معنی مخالف عقل است
بہ آن معنیست کہ نہ عینست من حیث الاطلاق و نہ غیر است من حیث الوجود۔ و آنچه بزرگان در
صفات الہی گفتہ اند معنی آن در کتب مبہین است۔ القصہ اگر شمارا دیرین سخنان توقفی باشد امر کنید
تا چندے از عالمان محقق بلکہ بعضی از صوفیہ را نیز جمع کردہ بیان این امور نمایم۔ بمنہ و کمال کرمہ

در سفارش عالمیکہ دولت مندے طلب نموده بود قلبے فرمودہ اند و این دولت مند در عبادت
بجانت موفق و در زمرہ صالحی بود بر حسب ضرورت بخدمت سلاطین مبتلا شد و تا وقت تحریر اینچہ شنود
می شود ہنوز اوضاعش بخیر مائل است و کثیر العبادت است۔

۵۶۔ بیکے از دولت مندان۔ حق تعالیٰ و سبحانہ عافیت امور را در مستحسانات و مرضیات
فرود آرد انت دلیتی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین۔

بس گبر کہ از کرم مسلمان کردی
یک گبر و گبر کنی مسلمان چہ شود

بالجملہ مقصد ہمیں است امید کہ ہمتے بندید و فاتحہ بخوانید کہ حق عز و علیٰ این فرود افتادہ عاجز
را بہنتہائے این مطلب برساند بقیۃ المقصود خدمت مخدومی انخودی بر حسب ارادہ شما این ہمہ
ساخت قطع کردہ رضا و خوشنودی شمارا بر فراغت و آرام خود اختیار کردند پاداش این عمل نیست
مگر آنکہ شما نیز خوشنودی و رضائے ایشان را بر مراد خود بکنیزید احسن کما احسن اللہ الیک

۵۷ - من از محیط محبت ہمیں نشان دیدم
کہ استخوان عزیزان بساحل افتاده است

یعنی اللہ تعالیٰ بولایت بلغ رسیدیم از جماعتی کہ در مسند ارشاد مقرر اند علم عدم مناسبت ذاتی تأثیری نیافتم بشرفاں بقصد ملازمت ملا کہ رفتیم بحمد اللہ تعالیٰ بر منزل خود و بصفا و نظر آمد خدمت مولوی بکمال تجرید باطن اند آنا معرفت از دیوان شغرا ایشاں کہ دریں ایام در اتمام آنند ظاہر و ہویدا است و دستہ روز آنجا بودم زیارت مزار فائض الانوار برہان المحققین و حجتہ المرشدین حضرت خواجہ احوار قدس سرہ و در خاطر تمسک بود آنجا نیز توالستیم قرار گرفت شکستہ و مایوس طے منازل می کنم تا بعد ازیں چہ روئے و ہد بغایت امدادے نمودہ باشند بمنہائے مقاصد برسند ناظم مناظم طریقہ درویش نظر مجذوب الاطوار بندگی قبول نمایند فریاد از نفسہائے از کشف برخاستہ و ایشاں از حال ما قافل نباشند والسلام

صالحہ از منتسبان آستان ہدایت نشان بود و تجویز آمدن بجنور شریف منی فرمودند بہ تقریبیہ از شوہر ش حال صالحہ مذکورہ را پسیدند و ایں نوشتہ را فرمودند کہ شوہر ش نزد او بروہ بخواند و بفہماند شوہر حیراں بماند کہ عورتے ہندی نامرادے کہ فارسی خوب منی داند ایں مضمون را بطور تواند فہمید لیکن حسب الامر رقمہ نزد او خواند و معنی را بہندی گفت ظاہر شد کہ خوب فہمیدہ و ایں صورت در نظر شوہر مذکور از خوارق عظمیٰ می نماید

۵۸ - بہ یکے از زنان صالحہ بلاخطہ بکنید کہ در وقت صفائے دل مراقب نفی و اثبات اند یا اثبات تنہا و بر تقدیر یکہ نفی و اثبات باشد تحقیق نمایند کہ نفی معلوم و اثبات مجهول است یا نفی معلومی و اثبات معلومی است یا نفی مہوم و اثبات معلوم است و بر تقدیر یکہ و اثبات معلومی است یا نفی مہوم و اثبات معلوم است یا تقدیر یکہ اثبات تنہا باشد نیز تفتیش کنند کہ اثبات معلوم است یا اثبات مجهول است در صورت اول معلوم جدید است یا قدیم بارے بر تقدیر لہ شاید یہ عودت ہندی نژادے ہوگا (یزدانی)

اثبات تنہا کوشش نمائند تا اثبات مہول شود

واند اعمی کہ مادرے دارد

لیک چو نے بوہم در نارد

القصہ سعی و اہتمام و رنجی می باید کرد و بیچ معلوم در خاطر منی باید گذاشت۔

۵۹۔ حق سبحانہ و تعالیٰ تاج کرامت و لباس معرفت و محبت خود را بروہ اتم عطا نمود ہ
مستقیم دارد۔ این از پاور افتادہ گرفتار را بہ پرتو سے ازال مشرف گرداند و رعنایت نامہ جناب
خواجہ حسام الدین مرقوم بود کہ واسطہ نوشتن کتاب بفلانے عدم ظہور احوال و مقامات است
چہ حکایت رسمے راجہ نویسم عجب است نسبت محبت و واد طالب زواید اخبار نیست مجر
صحت و استقامت شریعت و صفائی توجہ بحضرت یحیوں و غلو محبت و گستگی از ماسوی
مطلوب است اللہ ارزقنا بحرمة النبی وآلہ

۶۰۔ بہ شیخ احمد مرندی۔ برادر عزیز میاں شیخ احمد و محمد صادق دُعائے مخلصانہ قبول نمائند کتبہ
کہ مشتمل بر شرح احوال مشائخ الیہما بود رسید۔ الحمد للہ والمنۃ کہ دوستاں را بخود می دارد و در خاطر بود
کہ جواب ہر مقدمہ را علیحدہ تفصیل بنویسم غایتہ الامر تا مشافہہ مذکور نشود و شفا سے تمام حاصل منی
شود بناؤ علیہ ترک نمودیم بارے محل آنکہ حال محمد صادق بغایت اہیل است و حال شیخ احمد کہ گاہے
توحید است و عبارت غایت شاہد است از علم بعین آمد و از گوش باغوش در اں مقام نوشتہ محل تفتیش
است کہ یارب مطالعہ احدیت و رکشرت یا توحید صوری اگر اول است مبارک است و کمال و
اگر دوم است بر تقدیرے اہیل است و بر تقدیرے معلول اکنوں محل تفصیل تقادیر نیست اگر
سوم است خود البتہ معلول است لیکن ظاہر عبارت مشائخ الیہ ناظر و دوم است انشاء اللہ تعالیٰ
کہ از قسم اہیل باشد دیگر آن کہ باعی علیہ نہ کہ نوشتہ بودند و غایت سفاہت است حاشا کہ قائل
لے باعی محمدانہ این است آے درینا کیس خریعت ملت اغمالی است ملت ماکفری و ملت ترسانی است
کفر ایمان ہر دو زلف و روئے آن زیباں است کفر ایمان ہر دو زلف و روئے آن زیباں است

آن مقبولے باشند نہاد ادب نگہدارید کہ کارخانۃ الہی محل استغناء و غیرت است والسلام

ایں رقمہ در جواب عرضینہ مخدومی ملاذی میاں شیخ احمد سلمہ ربہ نوشتہ شدہ۔

۶۱۔ بہ شیخ احمد سرمندی بحق سبحانہ و تعالیٰ در مدارج کمال و تکمیل ترقیات بے نہایت کرامت نمائند کتابتہ کہ قاضی زاوہ آورده بودند بشریف مطالعہ آن رسید بخاطر داشت کہ مفصلاً جوابی بنویسد در وقتہ کہ بر سر آن آمد آن کتابت را نیافت الخیر فیما صنع اللہ الحق تحقیق و تشخیص ای نوع سخنان جز بمشافہ و حضور بدست نمی آید۔ چنانچہ مکرراً تجربہ کرده باشند بارسے آن قدر کہ مجباید نوشت آنست کہ حضرت خواجہ احرار نہایت رافقا و نیستی داشته اند و از فوائد قدسی انتظام ایشان چنان معلوم می شود کہ تا سالک بحقیقت تجلی ذاتی نمی رسد ایں معنی بدست نمی آید تا در مشاہدات کہ در مراتب تنزل است بند است گرفتار آن مشاہدہ است اگرچہ بدوام شہود و استقامت آنکہ عبارت از اتحاد و مشاہدہ و مشاہدہ است۔ و فوائد آنکہ عبارت از استتار آنست در سطوت وحدت آن گرفتار و در نظر نمی آید بماناکشف بقائے صفت ارادہ و فوائد مرادات دین مقام است فاذا کشف الاستار ای ظہر سترتها ظہوراً عیناً و اندارج العلم بین الناس و المستتر حصل ما اشار الیه الشیخ الکامل سید الاحرار فی وقتہ فطوبی لمن ادركہ۔ ایضاً مشرب شیخ علاؤالدولہ سمنانی علیہ الرحمۃ وحدت وجود نیست آرسے شہود و ایشان شہود اکمل است۔ فرق آنست کہ جماعتی از علماء اشیا را مع عدم خاصے میدانند و ظہور ایشان را در خارج چوں ظہور صورت در مرآت می گویند و ذوقاً موجود جنیکے را نمی دانند و حضرت شیخ باوجود قوت شہود و ارتفاع آن اشیا را موجود خارجی می گویند و نیز فرق دیگر در حقیقت اشیا است کہ جماعتی اولی مظاہر شیون اصل می دانند و ایشان نیز آنکہ بہت قوت حال اشیا نسبتاً منسباً شدہ باشند امر دیگر است باوجود صفات و افعال را باصل نخواہد و اولیاء و مقام لا تبقی دلائل را از جملة احوال است و آنچه شیخ بکیر محی الدین ابن عربی فرمودہ از علوم است حال با علم نزاعی ہست اما علم را با حال نزاعی نیست۔

من از شہر کلام نہ از ازاں وہ کہ توئی باہمہ خلق جہاں دار مدارے دارم

لے باقاعدہ اعراب کے استعمال سے اسے خواہد و مشاہدہ پڑ جائے۔

حضرت شیخ رضی اللہ عنہ اذ ابائے حکمین است۔ حق شناسی است در مرتبہ حق آل قیام
می نماید و آنچه شیخ مہتمم قدس سرہ فرمودہ در جواب سائل است چوں سائل از حال سوال کردہ
بود ایشان نیز از حال جواب گفتند۔ والدعا

این رسالہ بہ التماس یکے از مخلصان مخصوص الارتباط عظیم القدر شروع فرمودہ بودند۔ چوں
آں عزیز از خدمت حضور بہ وطن خود رخصت شد دیگرے بہ التماس گستاخی نتوانست نمود و ایشان
نا خود تقید بہ این امور نبود بل احترام تمام ظاہری شود بہ این سبب این رسالہ نام تمام ماند۔

۴۲۔ رسالہ نام تمام در سلوک۔ بدان ایدک اللہ تعالیٰ بتوبہ القدس کہ طریق وصول بقائے حقیقی دو
است۔ یکے طریق نفی و دیگر طریق اثبات۔ اگرچہ طریق اثبات و طریق نفی مندرج و لازم است و
از اصناف طریق نفی یکے طریق غیبت و بیخودی است از لوازم وجود جسمانی خود و صفات او چوں
بہ کمال این غیبت می رسند ظلمت حادثہ روتے بہ نورانیست می نهد و شعاع آگاہی بحجاب الہی ظہور
می کند۔ چوں جذب باطن بحال آں نور قوت می یابد بے شعودی از لوازم وجود روحانی نیز دست
می دہد و حجاب بالکلیہ مرتفع می گردد و شجرہ سر دران آتش حقیقی بہ تمام و کمال می سوزد۔ اکنون
دریں خلوت می تواند کہ کسوت معرفت پوشانند و بعد از سر بر آوردن از آن گرداب دید آب
را نیز باب و ہدایت الیوم باللہ الواحد القہار۔ این وجہ خاص است اقرب طرق
است واسلم و اودوم۔ رعایت وقوف قلبی کہ عبارت از توجہ است بقلب صنوبری موصل این
طریق است و ہم چنین رعایت بازگشت نیز در ذکر بوجدان مذکور مجتہد این طریق است و ہم چنین
برونی رابطہ از فضائے سیدہ بجانب قلب صنوبری بہ تمام ہمت مجتہد این طریق است و ہم چنین مجرد
صحبت و نشست و برخاست با ہم کنایا از اباب وصول نیز موصل بہ این طریق است و حسنی
اندراج نہایت در بدایت دریں طریق است خلوت و رانجمن کہ یکے از اساس طریقہ نقشبندیہ است
بحقیقت دریں طریقہ است چہ ابتدا بہت معینے کہ حق را سبحانہ بہ اوست متوجہ حق صرفت می شود

لہ یعنی حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شیخ مہتمم سے مشہور ہیں۔

و در طرق دیگر چنانچه بیان خواهم کرد خلوت با حق صرف نیست خلوت به انوار کشوف و صور تجلیات
 و امثال آن است۔ و همچنین نظر بر قدم چه ظهور انوار و ادراج کم است که بے پروا گندگی نظر باشد۔
 و در این طریق چون سیرش مستدیر است نظرش تمام بر قدم است بل بر قدم چون قدم سالک ہماں
 نظر است ہر دو یکے است و همچنین سفر و وطن چه سیرش مستدیر است۔ روشن است کہ ابتدائے
 توجہ ایں سالک بوجہ ایست کہ منبع شیون و منشأ انسان است و سیرش تمام مراتب ظهور
 نور اوست و دیگر ہمیں سیر اصل صفات ذمیمہ از زمین باطن کندہ می شود بے آنکہ سالک خود را
 در مقام قلع آنها بیارد و خاطر را پر الگندہ و متفرق گرداند پس بحقیقت ہماں سیر حاصل است
 بے حرکت اقدام و همچنین ہوش و روم کہ عبارت از دوام توجہ است بجناب حق سبحانہ و تعالیٰ
 آن غیبیہ کہ ابتداء ایں طریق است آن نیز از مقولہ توجہ است ہر چند کہ بہت ضعف باطن سالک
 بانہر نہ باشد۔ مخفی نمائند کہ از جملہ امورے کہ مناسب ایں طریق نیست۔ یکے مطالعہ کتب صوفیہ
 و شنودن سخنان بلند ایشان است چه جمال آن مواجید کہ بفہم سالک می آید خاطر او را بخود می کشد۔
 و در و رزش ایں طریق علیہ فتور می افتد جمال ایں نسبت را نمی بیند مگر منفی۔ ازیں مقدمہ بدریاب
 کہ سماع کلمات و اشعار توحید آمیز و امثال آن چه نسبت وارو۔ ایں ہم ذقیکہ در لباس نغمہ نباشد
 والا خارج محبت است۔ سماع مقبول سماع روحانی است کہ سماع معانی باشد اما سماع طبیعی کہ
 سماع نغمہ است محل اختلاف است۔ عامہ علماء حرامش میدانند و جمع مشائخ در مقام علاج تجویزش
 کردہ اند نہ آنکہ او را از قربات دانند و الہی گویند و جمعے دیگر بہت تزویج و تزئین مستحسن شمرودہ اند۔
 لیکن مبتدی را اہل آن نمی دانند چه ہنوز از ارباب قلوب و اہل محبت نشدہ طبیعتش بر ہماں نغمہ
 می اندازد و از معانی کلمات و ذوق آن بے بہرہ می ماند و جمعے دیگر ہر چند کہ مباحث می دانند اولی
 ترکش را می گویند چنانچہ از قطب طریق خواجہ بہاء الحق و الدین مشہور است کہ می فرمودند۔ نہ ایں کار
 می کنم و نہ انکار می کنم ایں مذہب صاحب فتوحات مکیہ است رضی اللہ عنہ۔ نزد ایں نور انعم سماع
 نغمہ قطعاً روحانی نیست رقت حاصلہ ازیں سماع راقۃ طبیعت میگوید و حرکت او را حرکت طبیعیہ
 و میاں محل متحرک بسماع نغمہ و میاں سالک متحرک ب حرکت دوریہ از استماع نغمہ بیج فرق نمی نهد۔ بعد ایں
 کتاب از ابو یزید بسطامی کہ از مشائخ ایں سلسلہ عالیہ است می گوید کہ او مکرودہ میداشت۔ استماع

سماع

نغمہ را۔ و ہمدراں کتاب از اقطاب تیاب کہ اکبر الیشاں صدیق اکبر راضی اللہ تعالیٰ عنہ می گوید
و منہائے مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ می نویسند کہ الیشاں قائل بسماع نغمہ نیستند و سماع مقید بنغمہ
راوین خالص نمی گویند و بہ حکم آلہ اللہ الذی یثی الخالص ترک او نموده اند۔ ہمدریں کتاب حضرت
صدیق و سلمان فارسی و ابو یزید بسطامی را کہ داخل شجرہ پیران ما انداز کیرائے ملا مقید می نویسند و ملا متی
جماعتے رامی گوید کہ در کسوت عامہ مسلمانان اند و در ظاہر بہ عملے از عامہ متمایز نیستند و در مقام مقام شریعت
اند و منابع سنت چنانچہ سراسر جماعت حضرت رسالت پناہ راضی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم می نویسند۔
حاصل آنکہ سماع نغمہ قطعاً مناسب طریق مانیست۔ و آنکہ جمعی بہمت علاج تجویز کرده اند و یریں طریق
سند می شود و چہ آل علاج عباد و ذوی الاحوال و ذوی الاشتغال راست۔ مزاج شرب اہل این
طریق از چشمہ مقربین است عباد و ارباب احوال را ازین مشرب نیست۔ و چون الیشاں در مقام
لَا تُلْهِیْہُمْ تِجَارَةٌ وَ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ می در آیند و صبر مع اللہ را رعایت می کنند از
ذوی الاشتغال نیز نیستند۔ سخن بہ طول انجامید و از خلاصہ مقصود باز ماندیم۔ اکنون بر سر مقصود
بیائیم۔ دیگر از اصناف طریق نفی طریق بے شعوری از صور اجسام عالم است۔ صاحب این طریق عالم
را خالی محض می باید۔ سلطان وحدت از ورائے کثرت بصیرتش را بخود کشیدہ و ظلمت طبیعت غبار
دیدش شدہ۔ لاجرم در برزخ حیرت مجوس محفل ماندہ چون آن کشش قوت یابد و صورت خود را
نیز برباد دہد و از غرابت مقام بر آید عروس مقصود در کسوت نور صاف جلوه گر آید در مقام عالم حق
را یابد معری از نقوش و اشکال و الوان و تعدد۔ بعد ازین ہر چند کشش قوی تر بجنبہ ہستی کمتر آں
نور لطیف تر و چشمہ سالک روشن تر۔ در مقام فنای جسمانی کہ بعد از کمال لطافت بظہور میرسد بہمت
معینے کہ میان روح و بدن ثابت است بنیندہ نیز حق رامی یابد لیکن بہمت وجود روحانی بجنبہ مخفیہ
باقی اند چون در ہمیں طریق عروج نماید جہات و معنی نورانیت بلکہ این دید را نیز گم کند جبران صرف شود
نہ عالم و نہ خلایے متوہم و نہ نور و نہ حضور چون این حیرت غلبہ نماید فنا براتب وجود روحانی نیز بوسد
بعد از افاقت اگر مراتب بقا و حضورش بتدریج شود و تفادیت ہا در خود یابد کہ جز او کس نداند این
زماں حاصل معرفتش آنکہ در عرصہ وجود جز یک ذات نہ بیند این را الی رِبَّاکَ الْمُنْتَهٰی غالب این
است کہ صاحب این دید صور عالم را وہم و خیال و اند و نمود بے بود شناسد و اگر از ہماں طریق

اول یہاں دید برسد متحیر شود و کھو تو حید المعبیة و کشف الغلبۃ یعنی از غلبہ محبت و در
نظر کشفش جزیک ذات نماند۔ غالب بریں سالک حیرت است نہ آنکہ صور عالم را وہم و خیال
وید۔ مخفی نماند کہ صاحب طریق دوم از طریق نفی اغلب آن است کہ سر اورا از راہ رابطہ بسر
مرشد و اصل اتصال دست میدہد و ازاں اتصال نور را گاہی کسب میکند و متوجہ طریق اول
می شود لیکن پیش از آنکہ آن نور مکتسب قوت گیرد ہم بہ تبعیت نظر مرشد نظر طالب بہمت عالم می افتد
چون آشنائی نور وحدت شدہ بوی مقصود و از وراہی صور و رے اروا تش را بخود می افکند قیظہ
مَا يَظْهَرُ مِنْ سَلَفٍ مِنْ مَرَاتِبِ التَّكْوِينِ۔ لیکن این چنین طالب را بشارت است بوسعت
و اثرہ اگر فضل حق دستگیری کند و در پوچہ تحقیق بر ویش بکشایند بعد ازاں کہ بہ منتہائے جذبہ رسیدہ
باشد سر یاں وحدت را در کثرت در یابد و مستغرق وحدت صرف شود فَاَتَّخَذَ الشَّاهِدُ
وَالشَّهُودُ وَالْمَشْهُودُ۔

کجا غیر کو غیرہ کو نقش غیرہ سوی اللہ واللہ ما فی الوجود

این تجلی تجلی ذات است و مخصوص است بہ بعضی از کمل افراد انسانیت۔ اینجا از تعین اول حلقہ
بگیرد و چون تنزل نماید و تا مرتبہ شہادت برسد تمام موجودات عینک چشم بصیرتش شوند و آئینہ
صفات اصل گردند۔ تعین ثانی نیز علی حسب عینیتہ الثابتہ در احاطہ اش در آید۔ تواند بود
کہ عین ثابتہ اش مکتوف شود و خود را عین تمام موجودات بیابد و در ظاہر نیز تمام موجودات را
مرآت خود بہ بنید و ہمچنین تواند بود کہ اسم الباطن از بہت فوق وحدت تجلی نماید و سر رشته مقصود
را گم کند۔
سُبْحَانَ مَنْ تَحْيِي فِي ذَاتِهِ سِوَاهُ
فہم و حسد بہ کند کما شش نہ برودہ راہ

این مقدمہ تجلی احدیت است۔ و تجلی احدیت اسم آتیا سر و بہ ظاہر علم می نهد۔ فہو الّٰہ
لَمَّا كَانَ فَظْهَرَ مَا قَالَ أَهْلُ الشَّيْخَةِ وَالْجَمَاعَةِ فِي إِلَهِيَّاتٍ مِنْ مَرَاتِبِ التَّنْزِيهِ
وَالْتَّكْوِينِ سَيَرَانِ التَّنْزِيهِ قَدْ عَلَا وَاسْقَطَ الشَّرْكَةَ فِي الْوُجُودِ فَالتَّوْحِيدُ اثْبَاتُ
الْقَدِيمِ وَاسْقَاطُ الْحَدَثِ۔ اینجا در ویش بیچارہ عاجز محض و مغلس صرف است۔ بعد از این این
راہ را نہایت نیست اَللّٰهُمَّ لَا تُخْرِمْنَا۔ مخفی نماند کہ در آشنائی این سیر و سلوک بعضی را وقائع و

کشف دست میدهد چنانچه خود را و عالم را تمام آب می یابد یا با آتش علی حسب اللطافه و همچنین آن
 آب را مثلاً خشک می بیند و مطلق از شعور میرود و این کشف در اول قدم است مقدمه گم کردن صور
 عالم است تواند بود که در آئینه های کشف حق در صور مثالیه تجلی کند بل در صور حسیه نیز و توحید صوریش
 دست دهد چنانچه خود را در عروج بنید و در نور عرش خود ناچیز گردد و این مقدمه احاطه شود است و مطاعه
 وحدت در کثرت چون سخن بعروج رسید سخن واقع و کشف را قطع کنیم و طریق دیگر را از طرق نفی بیان نمایم
 بدان اسعدک الله تعالی که طریق دیگر از طریق نفی طریق معراج تحلیل است و در این طریق نفی صفات بشریت
 می شود و بقدر آن نفی سالک را مناسبت بر مراتب علویات از سمادیات و فلیکیات دست می دهد چنانچه
 در آئینه کار خود را در عروج می بیند و بقدر خفت به طبقات سموات می رسد و بعضی را از ایشان عجائب ملکوت
 مکشوف می شود و بهشت و دوزخ و لوح محفوظ و غیره با در نظر می آید تا آنکه به عرش الرحمن می رسد و در انوار
 ذی العرش خود ناچیز می گردند چون در این مقام تمکین می یابند و جذبات قویه دست می دهد از ما و طبیعت بالکلیه
 می برآیند تولد ثانیه بظهور میرسد و نور محیط و الله من و ذرایهم محیط مکشوف می شود و بقضای وجودی
 متحقق می گردند مخفی نماند که این طریق گاهی در درجات طریق ثانی مندرج می گردد و لیکن چون بعضی را
 خالص پس طریق پیش می آید طریق دیگر ساختیم تحقیق آن است که الطریق الی الله بعد و انفس
 المخلدات بهر کس را چیزه و دیگر پیش می آید لیکن بحسب توجه سالک منقسم به سه قسم شد به بیستم که توجهش
 بوجه خاص است یا بنور محیط یا بفرق العرش الاول هو الاول کذا الثانی و الثالث اینها است
 که طرق اثبات را طریق رابع ساختیم چه توجه سالک در بر اسم الظاهر است اول قدم توحید صوری
 می افتد بیان او مقصود هیچ نیست که نفی کند و مقصود برسد این معنی بحسب نظر اوست نه فی الواقع
 و لهذا از توجه مرشد و از تنبیه تالی سالک انجذابش مقصود قوت می گیرد و فی الجملة از حس غائب می شود
 و شکسته در اختیار صوری افتد و عالم بصور انوار مختلفه الالوان از کدورت و حرمت و بیاض و صفرت
 سواد و بیرنگی درجه بعد درجه علی حسب مراتب ان سبب توفی السالک ظهور میکند
 لیکن در هر مرتبه نظر بر همان بند است و همان را حق میداند چون غلبت قوت یا بدو قوت در کسوت نور
 بیرنگ مشاهده نماید لیکن عالم شهادت از میان تمام برنیز و وجود و عدم او در نظرش نه باشد این زمان
 بطریق ثانی در آید اگر کشمش هم چنان در قوت باشد از طریق ثانی هم عروج نماید و به طریق اولی افتد لیکن

نزدیک بہ اواخر منازل اوچوں دریں وقت رسوخے پیدا کند و سر بر آرد۔ باز نظرش بہ طریق اول افتد
ہمہ را حق باید پہچون و بے چکوں نہ نور و نہ بیرنگی۔ و تواند کہ در ہاں طریق ثانی باختر رسد۔ اگرچہ در آخر
نظر سالک طریق ثانی در غلبہ حضور بانظر سالک اول یکے است چہ سلوک سالک اول در مرتبہ برادوست
و درجات غیبت و حضور و حیرت و بقا و تنزل او در ہاں مرتبہ صراط او صراط مستقیم است۔ چون سالک
طریق ثانی را ہم نظر راست و صراط مستقیم دست می دہد ہر دو نظر یکے می شود و فرق بہ وسعت و ضیق
می ماند اگرچہ چنان در ضیق خود بماند و اگر ترقی کند و وسعت یابد ہر دو یکے است۔ مخفی نماید کہ از اقسام
ترقی ترقی بطریق کشف است کہ عالم مثال۔ الخ

۴۳۔ من یحکم و کم زیج ہم بسیارے
از یج و کم از یج نیاید کارے

من بے سعادت بے دولت عمر ضائع کردہ را شرم می آید کہ نام عزیزان خود بر دم چہ جائے
آنکہ ازیشان سخن گوئم اما چون بعضے از برادران مومن را بایں حقیر حسن ظننہ شدہ ازین بہت کہ
بزرگان را خدمت و طاعت کردہ و زیارات مزارات کہ خانوادہ حضرت خواجگان قدس اللہ تعالیٰ
سرہ می فرمایند۔ غیر حق ہر ذرہ کاں مقصود است
تبغ لا برکش کہ آن معبود تست

ہمگی بہت براں دار کہ تو ایچ بالیستے در دل غیر حق سبحانہ نباشد ہرچہ غیر حق سبحانہ در دل ترا بخود
مشغول گرداند بہ اِلَّا اِلَّا اللہ گفتن آن چیز را از دل خود دور کردہ چنان کن کہ آن چیز را دشمن خود
دانی ہمیشہ از حق سبحانہ بہ نیاز آن خواهی کہ بغیر خود بہ یج چیز گرفتار نگرداند۔
ترا یک حرف بس در ہر دو عالم

کہ بر تابد ز جانت بے حسد آدم

پس اگر مبتدی خواہد کہ مشغول شود باید کہ اہل را کوتاہ گرداند و صبر کند حیات خود را بنفسیکہ
وے در آن است و دریں نفسیکہ آخر انھاس خود دانستہ است بد کہ لا اِلَّا اللہ بایں طریق مشغول
شود کہ در لا اِلَّا اللہ ہرچہ غیر حق است از دل دور کند و در لا اِلَّا اللہ حق عزوجل را بمجبودی و محبوبی ملاحظہ

کند چنانچہ ہر باب سے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ گوید بدل گوید کہ نیست هیچ معبودے مگر حق و چنان کند کہ هیچ ترک نہ کند ہمہ حال باین مشغول باشد قدم اول در توبہ نصوح است و اعتقاد درست بر طریقہ اہلسنت و الجماعت و عمل بموجب کتاب و سنت و باز داشتن از ہر چیز شریعت ازاں منی کردہ بعد از اقتصار بر ادائے فرائض و سنن و بیغنیہ لوافل از شکر وضو و اشراق و چاشت و نماز تہجد را مشغول شود چنانچہ مسطور است حضرت ایشاں می فرمودند کہ تاحق سبحانہ و تعالیٰ بر بندہ بصفت ارادہ تجلی نکند آن بندہ سلوک اہل اللہ منی کند و مرید کسے منی شود و در رسائل اہل اللہ ہمیں سخن است و چون ارادت از پیش حق سبحانہ و تعالیٰ باشد بس امر عظیم است و از ارواح طیبہ این بزرگواران ہمت و استقامت

طلب نماید بے عنایات حق و خاصان حق

گر ملک باشد سیاہ مستش ورق

و ادیم نشان ز گنج مقصود تو را

گر مانہ رسیدیم تو شاید برسی

۶۴۔ حق سبحانہ و تعالیٰ عاقبت امور را در مرضیات خود فرو دآرد۔ آنکہ نسبت قرابت خود را ذکر نام و نشان مسطور نہایتیم۔ اندیشہ جز آن نبود کہ طلب بہمت اقرباً خصوصاً این نوع قرابت نزدیک خود است و نفس امارۃ مارا خوش منی آید کہ تذلل طلب بکشد۔ کار را بہ خدا بگذرانیم کہ از پردہ غیب چہ ظہور می کند۔ حق عز شانہ کافی مہمات است۔ علیہ توکل و الیہ اینب۔

۶۵۔ در علو استعداد شیخ احمد سرہندی بہ کسے۔ شیخ احمد نام مردے است و سرہندی کثیر العلم و قوی العمل۔ روزے چند فقیر با او نشست و برخواست کردہ عجائب بسیار از روزگار و اوقات او مشاہدہ کرد بآں می ماند کہ چہ غے شود کہ عالم با اندر روشن گردند۔ بجد اللہ احوال کاملہ او مرآتین پیوستہ ایں شیخ مشارالیه بر اوران و اقربا وارد۔ ہمہ مردم صالح و از طبقہ علما چہندے را دعا گو ملازمت کردہ و از جوار عالیہ دانستہ استعداد ہائے عجب دارند۔ فرزندان آں شیخ کہ اطفال و اسرار الہی انبا بجلہ شجرہ طیبہ اند۔ ابتہ اللہ نباتاً حسنًا الغرض بہمت کثرت حیا و علو فقر و بے معاشی تفرقہ در اوقات آں جماعت

است۔ اگر از وجہ چہل یک ہر سال قدرے معین بآں خانوادہ برسد چنانچہ کاتب قلمیے درمیاں ایشان قرار دہد۔ بغایت مستحسن است مورث خیر بسیار ہر چند کہ اندکے باشد رکن عظیم از خیرات خواہد بود۔
فقر اباب اللہ اندولہائے عجب دارند زیادہ جرات است۔

۴۴۔ حق سبحانہ و تعالیٰ بفضل خاص کہ دل بیار و دست بکار داشتہ است برساند ہر چند کہ درجات ایں دو گنجینہ بے شمار است و کمال آن متحقق شدن پس و شوار لیکن بقدر وسع دست از ایشان باز داشتہ زیادتی ظاہر است بشرح کلمتین را علماء طریقت و شریعت مقصدی شدہ و از حمدہ آن برآمدہ اند عمل بیان ایں کلمہ آخری کہ تعلق بشریعت دارد و مدار علیہا کلمہ اولی است و اصل ہمہ سعادت و ناگزیر تمام ارباب عقل است تکلیف ترویج عجز و لا یجوز نمودن و بطور آوردن آن نسبت بخود و بغیر خود حکمت و بصیرت قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ

در حاشیہ کتابتے کہ یکے از یاران حاضر بجناب مخدومی میاں شیخ تاج الدین نوشتہ بودند ایں سطور مرقوم قلم مشکیں رقم کردند۔

۴۵۔ بہ شیخ تاج الدین۔ خاطر محبان و مخلصان نگران ملاقات فائز البرکات می باشد باحسن وجوہ میسر گرد و کتابت علیحدہ کہ نوشتہ بود بواسطہ سستی و ضعف بود روزے چند عارضہ داشتہ منور بقایائے آن ماندہ فریاد از گرفتاری خلق و غیرت حق سبحانہ و تعالیٰ صورت شفقتی از باطن بندہ ہائے خود ظاہر ساختہ بحکم بندگی بار آن می باید کشید و ریں نشاء آنچه بریں کس است ہمیں است الشفقة علی خلق اللہ و التعظیم لامر اللہ زیادہ چہ نویسم۔

۴۸۔ مَلَأَهُ عَلَيْكَ وَ عَلِيٍّ مَنْ لَكَ يَكْمُ۔ دیوانہائے ایں می گویند کہ دو سال دیگر خواہی ماند و بعد ازاں مختاری حکایت بسیار در سبب تعبیر اتهام سابق می کند بارے ارادہ ما آن است کہ تاسی ما توقف کنیم بعد ازاں ہر چہ ظہور رسد۔

تا درمیاں خواستہ کردگار چسبیت

اما شما بعد از رمضان عبوری بایں جانب بکنند و آن جوان طیار را نیز با خود بیاورد و در اثنائے
سیر و طیر و از دل او خبردار باشد مثلاً و قلیکه آن صورت را بر کرسی دیدہ بود بعد از شعور حال دل او بود
اولاً یقین بکدام صفت حق سبحانہ پیدا شدہ بود از حاضری و ناخبری و غیرہا ہم چنین در کشفے از احوال دے
تبرکے بیابند انشاء اللہ تعالیٰ منتہی کردہ دیگر مستعدان را بہ ہر کہ از دست مدہند آن جوان انصاری را
نیاست گزاشت کہ او دلفا و قرآ و نگہداشت او می باید کوشید انشاء اللہ کجا خواهد رفت این زمان
خاطر متوجہ آمدن او بکنید۔

۴۱۔ بہ شیخ تاج الدین۔ برا و ارشد شیخ تاج الدین دُعائے مخلصانہ و سلام مشتاقانہ قبول نمودہ ملقت
و متوجہ حال فروماندگان باو یہ تعلق و گرفتاری باشند۔

صد ملک دل بہ نیم نظری توان خرید

نوبال وریں معاملہ تقصیر می کنند

والتسلح علی من اتبع الهدی عزیز من ہدایت مطلق در پرتو مازاغ البصر و ما طغی
است کہ باطن سالک گرفتار ذات بحت باشد نشانش آنکہ باوجود در دوری جمیع مقامات و مشاہدات
و مراتب ظہور و نظر ہمیش حقیر نماید۔

رندی چپندند کس نداند چندند

بر نیہ و نقد ہر دو عالم خندند

صاحب این حالت بشرط گستنس ازین حالت سر مقام بندگی رسیدہ منظر اسم الغنی شود
نقرش بہایت رسد۔ الفقر اذ اتم هو اللہ۔ این است این معنی بے استغراق کشش الہی و دریافتن
آنکہ این کشش از دست باو و صور کائنات و اشباح عالم سرایش نیست یسرنیت والدعا۔

بیکے مساوات عالی فطرت کہ از مقبولان ارشاد پناہ بود بواسطہ کثرت جاہ و دستگاہ در زمرہ
خادمان و خانقاہیان داخل نشد اما از تشمت و برخاست کہ او را میسر شدہ بود و فائدہ ہائے عظیم
باو رسیدہ اگر خود ازاں وقوت چندان ندارد و بعضے ازین فوائد اگرچہ احتمال دارد کہ بواسطہ مجتہد

پراگندہ برہم زندہ اما در بعض دیگر مستقیم ماند غرض کہ با وجود گرفتاری دنیا مستحق نصیحت و مرحمت بود این رقعہ با نوشتہ بودند۔

۷۰۔ بہ یکے از مساوات حق سبحانہ و تعالیٰ میراث کامل بہرہ مند گردانند۔ میراث آنحضرت علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات علم و حال و مقام است اکنون شمار است علم بیکانگی و حضور قدرت تامہ و کیل بندگان بودن و لطیف و رؤف نسبت بطبیعیات و قہار و جبار نسبت بحجرات و عاصیان و غفور و رحیم نسبت بشکستگان و نادمان و غدرخواہان و علم بر انحصار سعادت و در طریق شریعت متابعت سنت و از احوال محبت خدا و رسول و متابعان و نیازمندان و محبت آنچه مرضی خدا و رسول است از متابعت شریعت و تعظیم اہل او و از مقامات مقام رضا و وجود شفقت و ترویج شریعت لطفاً و قہراً بقدر وسع و امکان و آنچه از لوازم است عمل بمقتضائے من آتانی ہمیشی آیتہ ہر دولۃ علوم و احوال مقامات بے نہایت میسر گرد و انشاء اللہ العزیز۔

ایضاً بہ یکے از امراء عالیشان کہ برکت الطاف مغفرت پناہی ارشاد و ستگاہی از صفت خود و بعض صفات دیگر بہرہ تمام یافتہ بود۔

۷۱۔ بہ یکے از امراء حق سبحانہ و تعالیٰ از عنایت بے علت خود نصیب کامل عطا کند۔ اصل ہمین است ہر گاہ و ریچہ عنایت فرو افتادہ مفتوح شود ہم سرش نگران عظمت ہم روش مصیقل محبت ہم دلش تسلیم احکام کتاب و سنت ہم تنش در مقام استقامت قائم خواہد بود و مقصود آفرینش ہمین است باقی از معارف و کمالات اگر وہی رؤئے نماید کہ دریں اصول محل نیفتد نور علی نور و الاہباء مندوراً۔ پس طلب بظہور غایت را بمقتضائے ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی بحببکم اللہ ناممکن است در مقام متابعت یل باید بود اگر بحسب بشریت نقصانے دریں سعادت پیدا شود ہمیشہ نیازمند بودہ و ریزہ از دلہامی باید کرد شاید کہ یک دعا دریں میان کار گرفت الحمد للہ و المنة کہ این طریقہ را نیک می و رزند و بسے راز دلہائے سالم را نیک خواہ خود می گردانند اللہم زد و حال کاتب عظیم شوریہ و بے ہر انجام است۔ سخننے کہ از تراوش کند بہ بیچ مصلحتی نمی شاید بمقتضائے علم خود کہ ایماں بران دارد سخننے می نویسد چہ توان کرد چوں اشارتے بتحریر این نوع سخنان بود ناچار جرات نمود و الامی و انم

کہ من کیائی اس موعظہ ام مرامی باید کہ از ہر چہ گمان نیک و بد بران بودہ ام تو بہ کنم و ہمیشہ بکلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ برطبق عامہ مسلمانان تجدید ایمان خود می کنم تا نفس با خورسد و ازین دامگاہ شیطان صورت ایمان بدر برم فریاد کہ از صنعت جسمانی و بد فریانی نفس سرکش از عہدہ این کار ہم نمی توانم برآمد تا عاقبت چہ شود۔ این قدر هست کہ کار بہ ارحم الراحمین است ع
کس باتو زیان نہ کرد من جسم نہ کنم
الحمد لله اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً

۷۲۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کار ہا چنانچہ باید سرانجام نماید
من از تو بیج مرادے و گرنہی خواہم
ہمیں مستدر بنی کز خودم جدا نکنی
حاصل آنکہ دل بایار و تن در کار می باید بود تصوف یکسو نگرستین و یکساں زیستن است
انشاء اللہ تعالیٰ توفیق کامل رفیق باد۔

ایضاً بہ امرائے مذکور قلمی یافتہ
۷۳۔ ایضاً بہ یکے از امرائے مذکور۔ حق سبحانہ و تعالیٰ محفوظ دارد و ظاہر یکرم و باطن بنور دل شکستہ و
جان مشتاق عطا فرماید بالجملہ مجموع لطائف وجود را در صراط مستقیم بندگی حکمن دارد و این گرفتار را در
سلک این آزادگان محشور گرداند۔ بمنہ و کرمہ۔

ایضاً بہمیں امرار سعادت یار نوشتہ شدہ بود۔
۷۴۔ ایضاً بہ یکے از امرائے مذکور۔ خدام ذوی احترام شیخ حیدر کہ عمر صرف خدمت در دیشاں و
مقتدایان طریقت کردہ و در طریقہ مشائخ ترک عظم شاہنم مجاز و متعین اند متوجہ زیارت حرمین شریفین
زادہما اللہ تعالیٰ کرامتہ گشتہ اند بہمت غربت و ناشناختن اوصناع این دیار و بعد موسم فی الجملہ تفکر و تاملے
واردند چون بجار غریب و مشفق فقرا و مضطربین بالفعل جز در گاہ نقابت و سیادت طہر اللہ تطہیرانیت

رُوبانجا آورده اند انشاء اللہ تعالیٰ بروجہ احسن تلافی فرمودہ از انوارِ مکرمت مخطوط گردانند۔

۷۵۔ حق سبحانہ و تعالیٰ بمنہائے مطالب برساند ے

یکے لحاظ از و دوری نشاید کہ از و دوری حسدابی با فراید
بہر مالیکہ باشی با خدا باشش ! کہ از نزدیک بودن مسد زاید

لا يزال العبد يتقرب الى بالنوافل حتى احببته فاذا احببته كنت سمعه
و بصيرة الى آخر المحدثات یعنی ہمیشہ بندہ بزوائد عبادات کہ غیر فرائض است بمن تقرب
میسوزد و میخواند مرضی و قبول من شود تا آنکہ بواسطہ ایں سعی و کوشش من اوراد و دست و ارم
چوں بدو ستیش برگزینم جذب عنایت من اورا از ولستاند من عین قوی و جوارح او شوم بمن بنید
و بمن گیرد و بمن رود الغرض حتی الامکان مراقب حق می باید بود اورا بمل شانہ حاضر و ناظر خود و در جمع
امور می باید دانست و در مجموع خیرات و میرات مقصود لغائے او و رضائے او می باید داشت تا بمنہائے
عالی ہمتان رسیدہ شود۔ حق سبحانہ و تعالیٰ آن عاجز فروماندہ را برادش برساند بالبنی و آلہ الامجاد۔

بہ شخصے از مخلصان نوشتہ بود۔

۷۶۔ بہ شخصے از مخلصان۔ وفقکم اللہ فیما یحبہ و یرضاه محبوب و مرضی حضرت حق سبحانہ و
تعالیٰ در کتب کارشناسان حقیقت ہیں مبین است۔ خلاصہ تطبیق عقائد بقائد سلف صالح ملاومت
عمل بروفق مذہب امامی از آئمہ حقہ است از فروغ و لوازم ایں سعادت محبت منتسبان حضرت
نبوی است از سادات و علماء دین و فقرائے صادق معرا از بدعت و الحاد قولاً و فعلاً تحقیر مخالفان
و عقائد ایشان نمودن است و ہم چنین فروغ بآں نور است و ستگیری مظلومان و رفع حاجت محتاجان
و عفو مجرمان و مسالہ و حساب زیر دستان گمراہان کہ امرے از حقوق شرعیہ فوت شود آن قدر کہ ازیں مجاہد
میسر شود۔ سعادت است ترک بعض ترک کل نتوان کرد۔ وَاللّٰهُمَّ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهَدٰی۔

۷۷۔ حق سبحانہ و تعالیٰ آن نخل سیادت و طہارت را از ثمرات اصلیہ برومند گردانند بمنہ و کرمہ ان

بدت عین من الکرم المحقق اللاحقین بالسابقین خداوند است آنچه خواهد کند بہترین
وسائل بایں سعادت نیاز و فروتنی و دجوتی بانیکاں بل عامہ اہل ایمان است نوشتن امثال ایں امور
صورت تحصیل حاصل دارد لیکن از عالم تذکیر امر سے بطور می رسد۔

مستورہ کہ داعیہ طلب در باطنش پر تواند اختہ بود۔ چون شرف صحبت میسرش نبود از عورات
مشغولہ مستغیدنی تو انست شد چه ایں چنین عورات کہ لیاقت صحبت داشتن و فائدہ رسانیدن مستورات
در آنها پیدا شدہ بود و در اں شہریج کیے نبودند از دوسے شفقت ایں صحیفہ برائے مستورہ مذکور لطف فرمودند۔
۷۸۔ بہ مستورہ حق تعالیٰ و جل و علے توفیق کامل رفیق گرداند۔ سرمایہ سعادات متابع فرمان الہی و
پیروی سنت رسول او بودن است و خود را از ہر چه نباید کرد از غضب راندن و بدی مسلمانی اندیشیدن
و متاع بے مدار وینوی نظر انداختن و خود را از سائر مخلوقات بزرگ دیدن و سفر آخرت را فراموش کردن
نگاہ داشتن است بعد از عزیمت تحصیل ایں صفات اگر قبول خداوندی و رسد کلمہ لا اِلهَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ
رَسُولُ اللہِ را آہستہ تکرار می کردہ باشند و در وقت تکرار بفرارغ خاطر عالم و عالمیاں را از نظر اعتبار انداختن
شرط ظہور نتیجہ است حق سبحانہ و تعالیٰ در ہمہ حال ظاہر و باطن ہمیشہ ناظر است و وظیفہ طالب صادق آنکہ
چشم از مخلوقات پوشیدہ ہمیشہ منظر نظر رحمتہ باشد۔

یک چشم زدن قافل از اں ماہ نباشی

شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

باید کہ بدانی کہ اصل فراغ دل لقمہ پاک حلال بقدر حاجت خوردن و ترک اختلاط بیہودہ گویاں و
دنیا طلبیاں کردن است اگر ہزار سال ذکر گوئی و لقمہ ات از وجہ حلال نباشد مقصودت جمال نخواہد نمود۔

صمت و جمع و شہر و عزلت و ذکر بدوام

نامتاماں جہاں را بکند کار تمام

والسلام والاکرام

۷۹۔ سرمایہ ہمہ سعادت ہا محبت ذاتی حق سبحانہ است انشاء اللہ العزیز بوجہ اتم عیتر گردد و ان

بدت عین من اکرم الحقت اللاحقین بالسابقین ۛ

تو گو مارا براں دربار نیست

بر کر میاں کار ہاؤ شوار نیست

القسم ہمیشہ امیدوار و نگران می باید بود و هیچ کارے را مانع این نگرانی نمی باید ساخت بالجمله
غم هیچ چیزے نمی باید خورد۔ ہر زیانے کہ در ہر کار شود گوشو گفتہ اند جمعیت آن است کہ از ہمہ بمشاہدہ
واحد پروازی در کلمات قدسیہ خواجہ پارسا است کہ جمعے گماں بروند کہ جمعیت در جمع اسباب است اور
تفرقہ ابد ماندند و فرقہ بقیں دانستند کہ جمعیت اسباب از اسباب تفرقہ است دست از ہمہ افشانند
خدا تعالیٰ بحرمت محمد مصطفیٰ و منتسبان آنحضرت علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰت و اکل التحیات این
گفتار را بحال این جمعیت برساند حقیقت ایمان کنند و پیوستن است۔

بصرع ۛ یعنی از غیر کنی دل بختا پیوندی

عاقبت کار با دوست ۛ

گر بروی عذر پذیر نیست بوند

ورنہ خود آئند و اسیرت بوند

۸۰۔ حق سبحانہ و تعالیٰ باعلیٰ مرتبہ انبیاء و مشرف گردانند۔ عمریزیے بہ یکے از دوستان خود
می گفت صوفی مشو ملا مشو این مشو آن مشو مسلمان شو تو فنی مسلما و الحقنی بالصالحین
الغرض گاہے بہت حصول این مطلب برائے ما فاتحہ می خوانندہ باخید این را بہ تکلف حمل نہ کنند، کہ
مسلمانی کار بزرگ است۔ بی مومبت الہیہ بدست نمی آید دائرہ کسب ازاں خالی است حقیقت
تصوّف نیز ہمیں مسلمان شدن است تصوّف یکسو نگر نیستن و یکساں زیستن۔ والسلام علی
من اتبع الهدی۔

این رقعہ بہ یکے از درویشاں عہد نوشتہ شدہ۔

۸۱۔ بہ یکے از درویشاں عہد سبحان اللہ نمی دانم کہ چہ نویسم پایہ کمال آنحضرت ازاں رفیع تر است

کہ نظر و انش ہر سہیت رسمے ازاں و ریابد تا لحظہ بستانش و بیان چگونگی آں وقت خود را معمور دارد
 لا احصى ثنا علیک خود بزبان حال و در خلوت خانہ وجود خود با خود و داستان زیبائی خود در میان داری
 بے ترامی سزد کہ مستور قباب عزت را نظارہ کنی لا یحیل عطا یا ہم الاعطایا ہم و اگر فضل
 ازاں کوتاہ نظر اں در میان آورده و خود را بقدر استعداد ایشان بایشان نموده آں را نیز با تو نمی توانست
 شمر و در اظہار آں عاجز آمدہ چارہ جز آں نمی بیند کہ بکلمہ جامعہ انت کما اثبتت علی نفسیک
 اکتفا نمایند چه آں نمودن کہ اظہار جمال خود کردن است حقیقت شمار است الحق ایں خوشتر چوں تو
 رازے را کہ در نور تست با خود داری مایز را زیکہ در نور ماست و در میان نمی آریم

ہر کہ رُو ہرنگ یا رُویش نیست

عشق رُو جز رنگ و بُوئے بیش نیست

ہیہات چگونگی ایں امانتے است کہ از تو بار سیدہ ایں را نسیا منسیا ساختہ و حق را پوشیدہ باغ
 غلومی و بھولی می باید مبتلا شد لا ایمان لمن لا امانۃ لہ مگر ازینجا است ما عرفناک حق معرفتک
 و ریں مستشہد جمع است زیبا تر آنکہ از رنگ کذب نیز مبر است
 آنرا کہ فنا شیوہ و فقر آئین است

نہ کشف و یقین نہ معرفت نہ دین است

اگر صاحب ایں مقام شمار شمار ازاں نسبت مائے و منے سلب نماید یعنی از ثنائے جمالی غروب
 نیست عجب نیست ہر چند کہ ایں کلمہ خیر از مقصود فی الجملہ بیگانگی داشت اما چوں سر رشته سخن باں جا
 کشید و در تحقیق معنی حدیث دخلے داشت عنان قلم درست رفت اکنون وقت رجوع و بازگشت است
 ع از ما ہمہ عجز و نیستی مطلوب است

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ و ریں صحیفہ حدیث لا احصی
 ثناء علیک انت کما اثبتت علی نفسک از راہ تادیل بہ پنج صورت مبین گشت چنانچہ بہ تامل
 شافی معلوم می گردد و مجموعہ ہائے مکارم اخلاق مخدوم زاد ہائے آفاق بندگی قبول نمایند ہاں سخن است
 ہ زبان سیرت ہر کس ثنا گر است اورا

چہ احتیاج بداح دیگر است اورا

۸۲۔ بدانیکہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی بود پاک زادترین آدمیاں پہنچ خواندہ بود و اہل آل ولایت کہ او در آنجا زائیدہ شدہ و کلاں شدہ نیز خوانندہ نبودند آری پدران پیشین ایشان ہمہ چیز کہ آدمیاں رومی باید داناتر بودند و بہترین روئے زمین بودند اما رفتہ رفتہ علم و رایشان نماندہ بود ناگاہ خدائے تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم را بیا فرید و آشنائے خود کرد و خدا را چنانچہ بہ ازاں نتواند صورت بست شناخت و فرشتہ را فرستاد کہ با محمد بگو کہ صفات مرا باد میاں و جنیاں بگوید و از ہر چہ رضائے من دران نیست ایشان را منع کند و نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج و جنگ با کافراں با ایشان تعلیم کند اول فرشتہ انہما را چنانچہ خدا گفتہ بود و بوحسد صلی اللہ علیہ وسلم رسانید بعد ازاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بجای آئے کہ بدیدار پاک او مشرف بودند رسانید بایں تقریب خدا تعالیٰ کتابے کہ نام شریف او قرآن است بواسطہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بفرزندان آدم و بفرزندان جن فرستاد اکنوں بندہ مومن رومی باید کہ بدل یقین کند کہ ہر چہ دران کتاب است و ہر چہ محمد کہ فرستادہ و برگزیدہ خدا است گفتہ است ہمہ راست است و بزبان نیز بگوید کہ خدا کیے است و محمد فرستادہ برحق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ چوں ایں قدر دانست می باید کہ از دانایاں تحقیق کند کہ مارا دران کتاب چہ فرمودہ است چہ چیز می باید دانست و چہ کار می باید کرد دران کتاب فرمودہ کہ من زندہ ام کہ ہمیشہ بودہ ام و ہمیشہ خواہم بود و ہمہ چیز دانایم و ہمہ چیز قدرت دارم و ہر چہ خواہم می کنم و ہمہ چیز می شنووم و ہمہ چیز می بینم بہر کس از گ گردن او نزدیک ام قہار و جبارم با وجود از ہمہ کس رحیم ترم و تمام عالم را آدم و پری و فرشتہ و زمین و آسمان و سنگ و چوب و ہر چہ در اینہا است ہمہ را من ساختہ ام و می سازم ہر چہ پیدا می شود ————— من پیدا می کنم و ہر چہ نابود می شود من نابود می کنم لیکن رسیدن آتش را بہانہ ساختہ است تا در دنیا ہر کس او را بشناسد و کار او را نہ بیند بداند کہ او یگانہ است دریں کار ہا پہنچ شریک و وزیر و کارکن و یاری وہ ندارد و ہر چہ غیر اوست ہمہ را ساختہ و آفریدہ است و دیگر دران کتاب فرمودہ کہ بندگی من بکنید و آل بندگی نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج و جنگ با کافراں است و دیگر حق حقداراں نگہدارید از ما و روید و غیرہ و بر ہیچ کس ظلم نہ کنید علم ایں ہا بسیار است آہستہ آہستہ از دانایاں تحقیق کنید و دیگر بدانید کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خوش روتریں و خوش خلق تریں آدمیاں بود ذات او از ذاتہا پاک تر دل او از ہمہ دلہا روشن تر تمام اولیاء گدایان در گاہ او نند ہر چہ در آدمی باشد ہمہ را از ہمہ کس بیشتر داشت و ہم چنین بدانیکہ کہ بعد کہ غالباً زائد ہے۔

خدا تعالیٰ دل اور خانہ خود ساختہ بود ہرچہ می گفت از خدای گفت و ہرچہ می دانست از خدای دانست
و ہرچہ می کرد بقدرت خدای کرد و الحال نیز ہم چنین است و تا خواهد بود ہم چنین خواهد بود چنانچہ کسے را بن
می گیرد و دریں وقت ہرچہ می گوید و ہرچہ می کند جن می کند ایں مثال بعینہ نیست ایں مثال از برائے آنست
کہ بدایت کہ قرب او بریج قرب منی ماند۔

بعد از آنکہ جناب مخدومی استاذی میاں شیخ احمد سرمندی بدرجہ کمال و تکمیل بلوغ نمود و از بس دید
عظمت و بیہ نہایت حضرت مقصود و عز قدرہ و مزید طلب کہ آخر نفس حضرت ارشاد پندہے خود را مبتدی می بیند
و نظر در حاصل خود منی انداختند۔ مکاتبات بروش مذکورہ بخند و مے مذکور شرف صدور می یافت و در خلاء و ملا
بر وفق ایں مضمون ناطق بودند و کمالات جناب مشار الیہ را زیادہ از انچہ سلیقہ کاتب و قلم آرد از حضرت
ایشان شنودہ و در چین اوقات بہ ایں عنایت نامہ نوازش فرمودند۔

۸۳۔ بہ شیخ احمد سرمندی۔ حق سبحانہ و تعالیٰ باعلیٰ مرتبہ کمال و اکمال برساند۔

وللارض من کاس الکرام نصیب

تکلفے نیست آنچہ حقیقت حال است نوشتہ می شود۔ پیر انصار قدس سرہ می فرمودند کہ من مرید
خرقانی ام لیکن اگر خرقانی دریں وقت می بود با وجود پیریش مریدی من می کرد۔ ہر گاہ صفت آن بے صفات
ایں باشد گرفتاران آثار صفات چرا جان فدائے لوازم طلب گاری نکنند و از ہر کجا بوائے بمشام ایشان برسد
در پے آں نہ روند۔ اکنون توقف و اہمال مانہ از استغناء و بے نیازی است موقوف اشارت است۔

چوں طمع خواہد ز من سلطان دیں

خاک بر فرق قناعت بعد انیس

بارے نسخہ حال و ارادہ ما این است خدا بر آنچہ می باید متدگرد و اندو از عجب و پندار مخلص بخشد۔
بقیہ المقصود جناب سیادت مآب امیر صالح سلمہ اللہ اظہار طلب نمودند۔ چوں وقت فقیر مقتضی آں بنود
تفصیل اوقات ایشان و ادن از مسلمانان نہ نمود لا جرم بصحبت شما فرستادہ شد انشاء اللہ بقدر استعداد بہرمند
گردند و توجہ لطف کامل بیامند۔ والدہ

بعد از ترک مشیت و شروع در مزید انزوائے سوائے چند نفر مخصوص ہمہ حاضران را
در اول فرمودہ بودند کہ بخدمت استاد میاں شیخ احمد سلمہ اللہ بروند۔ چوں گسیختن این چنین
مخلصان بیک بارگی ازیں درگاہ بغایت امر و شوار بود و طول شدند۔ آخر جمیع را با لطافت و ترغیب
راضی کردہ فرستادند و آنہا کہ بے رضا بمحض امر عالی می رفتند منع کردند و در آن وقت این
عنایت نامہ نوشتہ شدہ بود۔

۸۴۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ حق سبحانہ و تعالیٰ بکمال صفایہ رساند۔ جمیع از دوستان کہ گرفتار
بار وجود ما بودند۔ چوں ما در مضیق و مایہت الالہ مقام معلوم در بند مصلحت و فکر و عقل ما
اقتضائے آن کرد کہ دریں برشکال از مقابلہ این بوقلمونی دور افتادہ و تحت اشعہ آفتاب
شہود زندگانی مانند انشاء اللہ العزیز بہ نیکی و پاکی آخر رسد فوائد جماعت و صحبت محقق است
و روشن چہ حاجت اظہار ہے

ما گرفتاریم بر مانا و کب بیدار دین

سنبل و گل بر کنار مردم آزاد دین

استغفر اللہ من جمیع ما کرا اللہ۔ دیگر دیری است کہ از احوال
شریف خود چیزے رفتہ فرمودہ اند انشاء اللہ العزیز خیر مانع باشد۔ بعد از برشکال اگر راہ
استخارہ باشد خواہ آمد و الا فلا لیکن آنچه در استخارہ ظاہر شود بمانویسند اگر تعبیر خود نیز
نویسند نور علی نور۔ والدعا

۸۵۔ اللہ تعالیٰ فقرا و مساکین و درماندہ را از برکات برگزیدگان بدرمانے برساند۔
مدتے است کہ نیازے بدرگاہ ولایت عرض نکردہ ایم آرے این پاک کلمہ را قاصدان
صادق عامل می توانند شد بجد اللہ این قسم خود صورت می بندد۔ دیگر چہ نویسیم سخن و رویشاں
بحضرت شما نوشتن بغایت بیشتری است و خطایت اوضاع صوریہ بسیار بے جا الغرض
ما را حد خود می باید دانست و از فضول احتراز می باید کرد۔

در ایامیکہ ترک مشیخت فرمودہ اند۔ انزو او تنہائی ہا زیادتی می پذیرفت نیز باریاں
مشالیت ہا و تعظیم ہا بروش سابق می نمودند از خانہ باہل مسجد و ترک تعظیم ہائے مریدانہ
ایں رقعہ را نوشتہ بمسجد فرستادند۔

۸۶۔ بہ اہل مسجد۔ معروض مخاویم می گردانند کہ روزے چند مصلحت خود دران می بیند
کہ بمقتضائے کلمہ قدسیہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کہ در شیخے را بر بند و دریاری
را بکشائے عمل نمودہ آید اکنون التماس آن است کہ ہم چنان کہ کرم نمودہ مشالیت
را ترک نمودہ اند تواضع و تعظیم را در مسجد نیز ترک نمایند در نشست و برخاست و
آمد و شد مسجد ہماں معاملہ کہ بمرزا حسام الدین و خدمت مولینا یوسف و امثال ایشان
می نمایند بفقیر نیز نمایند خود و بزرگ از ولہ تا میان شیخ الہداد بریں عمل نمایند انشاء اللہ
مثاب شوند۔

والسلام علی من اتبع الہدی

مستعدے روزے چند گاہ گاہ بدیں آستان آمد و شدے می کرد و بواسطہ کمی
اختلاط بخادمان این درگاہ و مصاحبان قاصر بہت و کثرت اُمیدواران و فرزندان نتوانست
کہ تحمل فقر نماید و صلاح در سعی معیشت او ہم ندیدند اصطرار را رخصتے گرفتہ برائے کسب
معیشت رفتہ بود عزیزے از علما کہ از راہ معنی بہرہ ہا دارند۔ چون بمستعد مذکور قریبتے
داشتند کہ مشار الیہ ازاں سفر مراجعت نمودہ بکسب کمال اشتغال نماید بعرض رسانیدند
کہ در ترغیب آمدن او چیزے قلمے فرمایند بواسطہ رعایت خاطر آن عزیز کتابتے کہ مشار الیہ
بمستعد مسطور نوشتہ بود طلب داشتہ در نظر آن این چند سطر را نوشتند۔

۸۷۔ بہ مستعدی۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمات الی النور
ہرچہ نوشتنی بود در صحیفہ بندگان مخدومی مندرج است زیادہ چہ نویسم بارے فرصت
وقت بلکہ وقت و نفس را غنیمت شمرودہ بمقتضائے آن زندگی می باید کرد۔ در لیغ کہ این عاجز
گرفتار را وقت کار نماندہ و اگر نہ بتوفیق اللہ تعالیٰ وریں دو روزہ عمر دیوانہ وار ماتم بازماندگی

خود می داشت و در جستجوئے کیمیائے مقصود تنگ و دودے می نمود و زندگانی فدلے میں راہ
 می کرد۔ حق تعالیٰ وریں افتادگی نیز در دے و آشوبے کرامت فرماید کہ کار و جہاں خود را
 در قبضہ اقتدار نہادہ از مجموع گرفتاری ہا فراغے بیایم آمین یا رب العالمین۔ امید ازاں
 براور آن است کہ رُودے برخاک بہ نہند و برائے حصول ایں آرزوئے فقیر از خدا بخوانند کہ
 دعاء الغائب للغائب اسرع رجابة آمده والدعا۔

رسائل

در بیان حقیقت نماز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بدان اَفَنَّاكَ اللَّهُ تَعَالٰی وَ اَبَقَاكَ بِه

کہ نماز را حقیقت است و صورت است و طور حقیقت او موقوف است بمشرف
شدن بموت خستباری و طلوع این شرف از راه سلوک مبنی بر وہ اصل است اول توبہ دوم
وحد سوم توکل چہارم قناعت پنجم عزت ششم ذکر ہفتم توجہ ہشتم صبر نهم مراقبہ
دہم رضا و طالب صلوٰۃ حقیقی اگر مستعد نزول جذب الہی باشد و قابلیت تقدم جذبہ بر سلوک
داشتہ باشد و طیفہ او آنکہ بعد از طہارت باطن بتوبہ نصوح و حسالی کردن دل از آرزو
ہائے نفسانی و روحانی کہ مقرر ہواست و توجہ بحضرت حق سبحانہ نماید توجہ مجمل ہیولانی الوصف
پاک از اعتقادات مستحسن و مستنکر و کلمہ اتی و جہت و جہی للذی فطر السموات والارض حنیفا
را شعار باطن خود سازد بیکن کہ کشش غیبی در رسد و اُورا از دستاورد معنی و ما انا من
المشركین بے ادور و جلوہ گر شود چل اُورا باز باد بدہند تقطش زیادہ شود و تعلقش قوت
گیرد و حقیقت مراقبہ کہ انتہا بمحصول مقصود است بطور آید طہارتش را صغائے دیگر پیدا
شود پر تو تجلی ذاتی بزبان حال با او بے علقی و بے نیازے مطلب را در میاں نہد معنی توکل را
کہ بیرون آمدن از رویت اسباب است در یاد اگر لطف حق مدد نماید پسند کہ توجہ نیز از او
است خود را از این صفت خالی شناسد اللہ اکبر من ان یتوجہ الیہ ایں جا
رو نماید ایں زمان توجہ دیگر پیش آید و ما انا من المشركین را بزبان دیگر بخواند
عواس و تو اینش بتام از عمل معزول شونہ بصفت عزت متحقق شود و بوارثت قبول خطاب
فتہ مجلہ نافلہ لک پیدا کند از عمدہ امر و اذکر ربک اذا نسیت برکاید تنزیہ بہ حق

لہ الیہ میرے ضمیر میں بھی یہ لفظ الیہ لکھا چاہیے لیکن اردو کے عربیت درست نہیں بلکہ یوں ہونا چاہیے :
اللہ اکبر من ان یتوجہ الی غیرہ (ترجمہ : اللہ بہت بڑا ہے اس سے کہ توجہ اس
کے غیر کی طرف نہ جائے)۔

کند و سبحانک اللهم وحمدک گفتن گیرد و قدم در مقام توحید و اتحاد بند ازین
جایان ترقی کند که کل کائنات را منحل و ناچیز یابد کلمه لا اله غیرک سر از قباب نواری
برآرد این جا خلاصه قناعت و رستگاری نیستی اش بیکنند۔ باز تواند بود که واذکر ربک
اذا نسیت لباس و دیگر پوشیده کار فراموشی او شود خود را بعد قرار داده بمشقت عام صبر
نماید در این موطن حکمت ارسال رسل و نتائج تکلیف پرورش سازند تعویذ نموده بے تکلف شروع
بقرآت نماز کند فتح و گشایش او دهد و بصراط مستقیم شود و بسعادت رضی الله عنهم و
رضوانا برسد چون در این مقام متکفل شود هم فی صلواتهم دائمون وصف
حال او شود این است صلوة حقیقی۔ اگر کند ذات بر او تجلی کند خواه درین منزل
خواه پیش ازین در منزل فنا حقیقی باطنش از مجموع امور سرود شود در دنیا یافت گریبان گیر
جانش شود معنی اشتهای علما لا عود له و نشینش گردد۔

رباعی ۵

جانا بستمار خانه زندے چندند بامردم کم عیار کم پیوندند
زندے چندند کس نداند چندند بر نسیم و نقد هر دو عالم خندند
تواند بود که فقرش به نهایت رسد و منظر آسمان الغنی شود هنوز در دامنند باشد این درد
است که مقصود آفرینش است عبادت رُحیہ ہمیں و رواست ۵

۱۔ درد تو تابد و دلم را درد تو لبیک نه در غم و من در غم و تو
۲۔ درد چند آنے کہ میدانی فرست تا تو انم آنچہ بتوانم فرست
۳۔ ذرہ درد از ہمہ آفاق بہ ذرہ درد از ہمہ عشاق بہ

خدمت مولانا قاضی در کتاب سلسلۃ العارفین از حضرت قلب المحققین غوث الاسلام و المسلمین
خواجہ احمد از نقل کرده اند کہ ایشان می فرمودند کہ از خدمت مولانا جلال الدین رومی پرسید
کہ عقل چیست فرمودند کہ عقل آنست کہ به هیچ چیز آرام نگیرد و جز حق سبحانہ و حق آنست
کہ به هیچ وجه مدد نکند و ہم چنین رستم این حروف از جناب ارشاد آداب مولانا خواجگی
الکلی و قدس سرہ استماع دارد کہ از والد بزرگوار خود و ایضاً بیک واسطه از مولانا اسماعیل

شیردانی نقل می کردند که تجلی در ذات بحث نمی باشد
دوره بیتان پارگاه است

بیش ازین پی نبرده اند که هست

بلکه اتفاق محققین است که ذات مطلق محاط علم نمی شود سواء اضعیف الی الخلق
اولی الحق جالب گوید که محاط علم ناشدن بنفعی معلومیت نمی رساند چه حقیقت علم
احاطه است جناب ولایت مآب شیخ الشیخ علیہ الرحمة که مرید محبوب حق و مجذوب وجه
مطلق میرسد علی قوام جوپوری بودند بر مشرب تفرید و گزشتگی تام بودند و نهایت بهین را می
دانستند الحق این چنین است این معنی اثر گرفتاری بذات بحث است و حقیقت کلمه
لا اله الا الله حضرت خواجه محمد پارساتر سره در رساله قدسیه از خواجه بزرگ نقل
می کنند که می فرمودند و بدانست جذبه هرگاه توجه به روحانیت او پس قرنی رضی الله عنه
کرده می شود اثر آن توجه به تعلقی نام از علائی صورتی و معنوی بود و الايضاً در همان رساله
از حضرت خواجه نقل می کنند که هر چه دیده شد دانسته شد همه غیر است نفی مقصود نیست
مقصود ذات بحث است او در علم نمی آید

نیست کس را از حقیقت آگهی جمله می نرسند با دست نثری

پس خلاصی گرفتار از جزایان نیست که بحسب انقاس بنفعی وجود و لوازم او متوجه
شده معنی الفقر لا یحتاج حربه را تازه سازند بصفت گرفتاری و غیر آن را باصل
حواله کنند سبحان الله از غرض و در افتادیم غرض بیان حقیقت صلوٰة و صورت صلوٰة اکنون
بر سر مقصود بیائیم چون بیان صلوٰة حقیقی نمودیم شروع در صلوٰة نمودیم

صورت نماز

لیس کمثلہ و هو السميع البصیر - تحقیق این معنی نه در غرض صله
تست ترا این بسکه بدان که حضرت حق جل شانه بی چوں و بی چگونه ایست که به تیج وجه
در احاطه ادراک نمی آید لایس ماک الا بصار با این نیز محیط بر زده است و همه ذرات

عالم آئینہ صفات روئید ہر کجا۔ علیست علم اوست و ہر کجا قدرتے است قدرت
 او علی ہذا القیاس ہمہ صفات روئند کہ از پر وہ مخلوقات ظهور کردہ اند بل ہمہ اوست مخلوقات
 نمودی اند بے بود چنانچہ در آئینہ می نماید لیکن آئینہ ہم چنان صاف و پاک از صورت صورت
 نہ در روئے آئینہ است نہ در دودن او نمودی است بے بود۔ چوں معنی را دریافتی بر تو یاد کہ
 مراقب حق باشی و حق را حاضر و ناظر خود تصور نمائی بلکہ چنان دانی کہ ہر چہ در تو است از علم و قدرت
 و سائر صفات ہمہ از حق است و تو ہم چنان خالی۔ و بے حاصل۔ بل تو بیچ نہ نمودی بے بود
 در خارج ہماں حق است و بس لیس فی الدار سفیرہ و میاں۔ و ہم چنان ہر صرافت
 بگمانگی خود و منزہ از انکہ جسم و جسمانی و ہر عرض باشد و موجود و غیر موجود بے نہ لا الہ
 الا اللہ محمد رسول اللہ۔ محمد علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات کہ فرستادہ امم جامع اللہ است
 و بحسب حقیقت علیہ او با او کتاب جامع ہمراہ ہماں آئینہ صاف است کہ بجمت ظهور
 با حسن صورت و تقلید با حکام و آثار آن صورت جامع در کسوت بشریت در آمد و اسم محمدیہ گرفت
 پس بر تو یاد کہ حفظ مراتب کنی و اسم مرتبہ را بر مرتبہ دیگر اطلاق نکنی و احکام شریعت را
 نیک نگہداری و سعادت تجز و در متابعت شریعت ندانی۔

محال است سعدی کہ راہ صفا
 تو ان رفت جز در سبب صفا

صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ وسلم۔

مختصر بیان توحید

کان اللہ ولم یکن معہ شیء کلامے است از مشکوٰۃ نبوت علی صاحبہا
 من الصلوٰۃ افضلہا بظہور رسیدہ والآن کما کان کہ باقتباس از انوار آن مشکوٰۃ بزبان
 بعضی از اکابر صوفیہ جریان یافتہ لحن حق است بآں۔ چوں دیدہ می شود کہ اکثر متصوفہ ایں زیار
 مدار ایں سخن را بر توحید می نہند بے آنکہ از حقیقت العالم لم یظہر قط بے خبر
 باشند اعاذنا اللہ و جمیع المسلمین من شر ذلک الاحتیاط والاحتیاط

بخاطر چنان آمد که کلمه چپند در بیان حقیقت آن علی سبیل الاجمال بنویسد۔ بدانکه کان الله
ولم یکن معه شیء اشاره بہ مرتبہ اطلاق است و تقدّم آن بر سایر مراتب تقدّم
است ذاتی۔ چہ نزد غلطی کشف مقرر گشته از دواج کلّ تسلیم است الآن کہا
کان عبارت است از آنکہ او ہم چنان بر صرافت اطلاق خود است ظهور مفیدات جلوه
اطلاق ناہر نہ انداختہ۔ در آن حضرت ازل وابد ظاہر و باطن در یک نقطہ جمع است چوں
ذرات عالم حی زمان متعارف مہوہم الاتصال بجزد ظہور جسم می روند و قہرمان وحدت حقیقی
بنظہر می رسد پس در میان برواں دیباچے لایتنای اطلاق مہیا است کہ از کوتاہی ظہور تقیبات
نسبت باین ہمہ اطلاقات بے انتہا نزدیک است کہ نظر عارف کلّی ہا لکّ الاوجہتہ
را شمر بیند و آنکہ می گویند حفظ ما بین النفسین و نفس رحمانی است و لہذا گفتہ اند نسبت
بعارف اصلاح بین از حفظ ما بین النفسین بہتر و الاعارف را چہ احتیاج است بحفظ ما
بین النفسین اواز و منفک نیست چہ در اصلاح بین و چہ در غیر آن گویم الآن کہا کان
عبارت است از آنکہ اشیا نمودی است بے بود۔ ہوشے از وجود خارجی بشام او نہ رسید
ہم چنان در علم آر مبدہ یا گوئیم اللہ تعالیٰ اعلم کان اللہ بعد از ظہور وقتے بودہ باشد کہ طالع
اللہ الآن آن است و الآن کہا کان نیز ہم چنان با آنکہ الآن کہا کان
باین معنی صحیح است و اگر چہ کان اللہ بمعنی اول باشد یعنی در نظر شہود من ہم چنان بود۔
ترجیحی

من پیچم و کم ز پیچ ہم بسیارے از پیچ کم از پیچ نیاید کالے
ہر سرگز اسرار حقیقت گوئیم ز انم نبود بہرہ بجز گفتارے
آنچہ تو کشتی آب وہ و آنچہ عبد اللہ فرا آب وہ۔

معنی لَعُوذُ

لَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ یعنی پناہ می گیرم جسدا از شر شیطان راجدہ
نشہ استعاذہ پیش از قرات قرآن چہ در نماز و چہ در غیر آن بر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ

علیہ وسلم فرض کردہ برامت متابعت اوستانت شده شک نیست که آنحضرت علیہ السلام
اصولت و اکمل اتجیات در وقت تکلم به کلمہ تعوذ با علی مرتبه معنی آن متحقق بوده اند پس
طریق متابعت آن است که بجز گفتن این کلمہ اکتفا نہ نمایند و بحسب باطن خود را عاجز محض
شناخته و دفع وساوس شیطانیہ اتجا بقا و بر مطلق بیارند تا قرأت کلام او خالی از کدورت
اندیشہائی برانگنده شیطانیہ دست دهد۔

مخفی نماند که این قسم تعوذ از مقولہ توکل است یعنی خداست که اکیل خود را خد کرد
و قدرت روی اندود خود را بگوشه گذاشتن این توکل از فروع ایمان است چه بر که ایمان آورد و بآنکه
آفریدگار جزو کل اللہ است دانست آن را که بر فعلی و صفتی که از دوار غیر او بطور می آید به
بمحض قدرت آفریدگار است وحدہ لا شریک لہ از آنکه در خزینہ هستی او امری موجود
است یا البتہ موجود خواهد شد که بآن دفع ضررے یا جلب منفعتی نماید۔

حضرت حق سبحانہ بعد از آنکه پیغمبر خود را امر بتعوذ کرده می گوید انہ لیس لہ سلطان
علی الذین امنوا و علی ربهم یتوکلون یعنی پناہ بخدا بگیر از شر شیطان رحیم
که غیبت تصرف و سلطنت شیطان را بر آنها که ایمان آورده اند و بمقتضای ایمان پروردگار
خود را وکیل خود را خد کرده اند اینک شاید صادق بر آنچه بیان نمودیم انشاء اللہ العزیز بارانیز نصیب
کامل ازین برسد۔

فصل در کلمات قدسیہ احرار یہ نوشته اند کہ ہر ضعیف را کہ باد دشمن قوی کار افتد چوں بصدق
و یقین تام از حل و قوہ خود بیرون آید ہر آئند بحول و قوتی از پیش گاہ موید شود کہ بآن حل و قوہ
بر اعدا دین و ملت غلبہ تواند کرد خدمت مولانا محمد قاضی کہ از خلص اصحاب آنجناب بوده اند
نوشته اند کہ ایشان ہر گاہ در مہم باہل زمان خود از سلاطین و حکام چہیزے می نوشتند ساعی
سکوت فرمودہ معطل می ماند و بعد از ان شروع در کتابت می نمودند و سر سکوت و تعطیل را ہم
خود می فرمودند کہ ساعی غور از خود خالی ساختہ در مقابلہ کبریاے الہی می سپارم بعد از ان می بینم
کہ قدم از جای می دیگر باری می شود من قطعاً و یقیناً می بینم مقصود از ذکر این سخن آنکہ اگر ہنگام تعوذ وارد
نمایند بحقیقت ایلمنے کہ صورت این قسم تعوذ شدہ کاملے متحقق شود بقرب فرائض مشرف خود

شد چنانچه فاجره حتی یسمع کلام الله را اکابر تحقیق و رای ممتام داشته اند و آن
وقت زبان قاری حکم شجره موسی علیه السلام خواهد داشت - بیت -

بے شک آن آواز هم از شش بود

گرچه از علقوم غیب رسیده بود

و کلام امام محقق جعفر صادق علیه التخیید که فرموده اتی اکرم آیتة حتی اسمع

من املکم را شیخ اشیرخ شهاب الحق والدین علیه الرحمة هم ازین مقام داشته - ابیات -

چون پری غالب شود بر آدمی

گم شود از مرد و صفت مردی

هر چه گوید آن پری گفته بود

زین سرور زان سرے گفته بود

چون پری را این دم و قانون بود

کردگار آن پری خود چون بود

رشته - حقیقت مراقبه انتظار است و صفای نفس انتظار در طلب مقصود است و در حالتی که

طالب از حمل و قوه خود بیرون آمده باشد و مشتاقی نفس مقصود و مستغرق بجز هوای او باشد

حل ذکره - دید حمل و قوت اغیار کوشش است و انتظار آستانه کشش - این قسم مراقبه

جز متنی و قریب الاثر است و مستثنی و هد - لهذا بواجب نجف الدین کبری قدس سره و ربیان

اصل که مدار صوت بالاسلاده بر آن داشته این مراقبه را اصل بنظم ساخته - لیکن بنظمی عاشق را

تقلید منتنی می باید کرد و خود را از حمل و قوه خود بر آورده انتظار محض می باید بود اما سائر مراقبات

که مطلوب را مقید شکل و مثال و علم و خیال کرده در عرصه تعقل آرند فرو داین است و معلول

برین پیش تو پیش ازاں ره نیست غایت فهم نیست الله نیست

لا و هو زان سرای روزی

بازگشته حبیب و کبیه تنی

حضرت بهمانه و نهائے پیغمبر خود را صلوات الله علیه و سلم فرمود که فاذا قرأت القرآن

فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم مخفی نیست کہ این امر ففرد الی الله وتقر بالیه
 است چه استعاذہ التجا بحسے بدون و در جوار اور قفس است۔ پس شی متابع را سزاوار است
 کہ بعد از دید عجز خود در پناہ حق بگریزد و حق را در دفع و سادس بوکالت اخذ کند یعنی بہ تمام مستغرق
 انوار او شود و در ادائے کلمات و تدبر معانی او توجہ را پراگندہ نکند کہ او حافظ و وکیل است چنانچہ
 می باید بظہور می آرد۔ حضرت امام بہام حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما می فرمودند حق سبحانہ تعالیٰ
 و مثل را یعنی خاطر غیر را ہنگام نماز در مایا فریدہ انہا ید اللہ لیزہب عنکم الرجس اہل
 البیت و یطہرکم تطہیرا در فقرات اعرار یہ مسطور است کہ نسبت ما بحقیقت نسبت اہل
 بیت است و از آنچہ ایشان نسبت خود را شرح داده اند روشن می شود کہ معنی سخن حضرت امام
 آنست کہ ہنگام نماز در سرمائشان از ملک و ملکوت نیست نہ آنکہ ایناں ہستند لیکن لباس
 بغیرت از بر کشیدہ اند چنانچہ اکابر فرمودہ اند کہ در قرب نوافل جہت حقیقت مغلوب جہت
 حقیقت است ۔

چون تو سازی بران و مافلا

بدیار قبول قافلہ

برقائے تو وحدت اطلاق

غالب آید نسبت در استحقاق

در قرب نوافل یا با وجود لباس نسبت بغیرت از ایشان بر افتادہ چنانچہ در باب توحید صوری
 را می باشد۔ بدان ایسا کہ اللہ بنور القدس کہ این قسم تعوذ منتہی را دست می دهد و نزدیک
 بایں کہے را کہ نہائشش در بدایت مندرج باشد لیکن جامعے را کہ بہ یقین ایمانی مشرف اند تر
 انہرا احسان را می باید از دست نہ ہند الاحسان ان تعبدا اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانه
 پس در اثنا ملکوت چنان بیندیشند کہ او ایشان را می بیند و این عمل را در حضور او می کنند۔
 تنبیہ بعض از عرفا فرمودہ اند کہ انسان مرکب است از روح و ہیکل محسوس و امر بہ استعاذہ
 مرجوع است۔ آنچہ نصیب روح بود خود از کلمات سابقہ معلوم شد نصیب بدن آن
 است کہ از منظر ہر آم لمصل چون رفتار و تأکل و ملائیس منہیہ و سایر اوضاع مکرر و عہد اجتناب نماید

و روئے توجہ بظاہر اسم الہادی بیارواز مجالسان موافق و اوضاع مشرور و مسنودہ۔ و ضعیف
 زبان تکلم بآن کلمہ است لیکن اگر استفادہ کاملہ بدست نیاید ازاں بہ تمام نہ باید محروم شد
 اگر در محلہ جمعے منحرف باشند ہمہ را منحرف نیاید گذاشت۔

اللهم ارزقنا العمل بمافیه والسلام علی من التبع الهدی

معنی بسم اللہ و سورہ فاتحہ

بسم کہ در اوائل سورت پیش علماً حنفیہ بجهت افتتاح قرات است نہ داخل قرات
 و اگر چه بقول اصح داخل قرآن است پس قاری در خواندن بسم اللہ این ارادہ می کند می افتتاح
 قرات خود بنام اللہ الرحمن الرحیم می کنم اسم مبارک اللہ را در حرف طائغہ صوفیہ قرات
 نقلی ارواحهم سه اطلاق است یکے ذات احدیت و دیگر ذات متعبد بر مرتبہ الوہیت و دیگر
 احدیت جمع مطلق لیکن مناسب حال کاتب سامع مرتبہ دوم است کہ قبلہ توجہ سالکان و آرام
 گاہ مشتاقان و رب عالمیاں و مالک یوم الدین است۔

مرتبہ اول از عبارت و اشارت منزه است۔ مرتبہ سوم واسطہ گراہی بسیار اں
 توقف و تعطیل سائر اں و منزله پاکان است اکنون شرح بہاں مرتبہ دوم کہ معشوق عالی ہمتاں
 پاک نظر است۔ بنائم۔ اللہ اسم ذاتی است بتجمع جمیع صفات کمال آینچنان دانستہ کہ او بود
 با صفات کاملہ خود و عالم نبود و اکنون کہ عالم از عرصہ عدم بہ تنگنای خیال آمدہ او ہم چپستان
 برقرار خود است پیش گاہ بقا و ثبات او راست و گیراں در معرض فنا و مات جل من لا الہ
 الا ہو لا تفعل کیف ہو لا ما ہو اگر نہ ذاتش پرسی لا تفکروا فی ذاتہ و اگر
 از صفاتش پرسی مستدآن عبید علما یفہم منہ اهل اللسان من العلماء السنۃ
 مبین ان لیس کملہ شئی و هو السميع البصیر اگر ظاہر است او ست چہ مدار ظهور لفعیل
 و اثر است و فعل و اثر از و۔ و اگر باطن است بسم او ست ویدہ سہ کہ محرم حریم شہود است
 در مطالعہ کمال او خیر و است و چشم سر کہ رئیس کارخانہ نمود است در مشاہدہ جمال او تیر و است
 کہ اقرب من حبل الومید است و او است کہ فعال لما ینبدا است بر حیل

اسم ذات است بہ اعتبار افاضہ وجود مرحقاتی ممکنات را این اسم خاص واجب است دیگر
افاضہ وجود بشر نتواند کرد ہر چند کہ رجحان عام است۔ رجیم اسم ذات اسب باعتبار افاضہ
سائر نعم تابعہ مر وجود را این اسم عام است چہ دیگرے نیز توفیق حق بعضی انعامات می تواند کرد
لیکن معنی اش عام نیست چہ ہمہ موجودات و ہمہ وقت منعم علیہ نیستند الحمد للہ باتفاق
علمائے معنی آن است کہ ہر چہ از جنس متائش و ثنائی است مختص باللہ است۔ مقصود از این اہل
بحال حق است نہ اخبار باین علم و لہذا نفس الحمد للہ نیز ستائش است علمائے اہل سنت
می گویند کہ عالم با جمیع ذوات و صفات و انفعالات و در عرصہ وجود نسبت بخلاق عالم چوں
نقوش است در صفحہ کاغذ نسبت بہ نقاشی اگر جزوے از نقش نیک نباید ویکی آن را ستائش
کنند بے تکلف ستائش نقاش است اگر گفتہ شود کہ این سخن منجر ببحری شود می گوئیم کہ اہل سنت
در آدمیاں صفت اختیار را بے آنکہ اثرے براں مترتب شود مخلوق می گویند و باین قدر از
جبر یہ امتیازے یابند۔ اہل تحقیق از اولیائے مکاشفہ بر صحت این معنی مجتہد اللہم ثبوتنا
على القول الثابت۔

وصل صوفیہ موصوفہ متدیس اللہ تعالیٰ ارواہم کہ از خواص اہل سنت اند با وجود علم
اقل و تحقیق این می گویند کہ نقوش صور کونیہ کہ بقدرت کاملہ حق سبحانہ و تعالیٰ در عرصہ
نمود آمدہ اند از تجلیات اسم بزرگوار آن ظاہر اند و حق سبحانہ بحسب صفات و شیون خود در
کسوت این با ظہور نمودہ بل ہر دو بیک ظہور ظاہر گشتہ اند و لہذا صاحب فتوحات مکیہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ می گوید۔ سبحان من اظہر الاشیاء و هو عینا ای فی الظہور
چہ خفاتی عالم مظاہر صفات و شیون اند فی العلم۔ پس اگر اللہ ذات احدیت بخوابند
جمیع محامد از وجہ دیگر نیز راجع باومی شود این علم بغایت غامض است ہر چند محمل تر بہتر
رب العلمین پرورندہ عالمیاں است ذکر این صفت درین مقام از برائے تحقیق مقتضای
جمیع محامد باللہ می تواند بود الرحمن الرحیم بخشندہ وجود است و دہندہ لوازم وجود از
آنچہ ما راجع عالم است۔ ذکر این ہر دو صفت بعد از ذکر ربوبیت اشارت است بشمول
تربیت مرجمع نعم را ملک یوم الدین منصرف و حاکم روز جزا است ذکر این صفت بعد

از ذکر رحمت بشارت عظمی است مرعایان امت را ایاک نعبد و ایاک نستعین
یعنی ہمیں ترا عبادت می کنیم و ہمیں از تو استعانت می جوئیم در این دو امر دیگرے را شریک
تو نمی گردانیم تواند بود که ازین عبادت مراد عبادت اضطراری باشد عبادت اضطراری بودن
بنده است بروقی اراده الهی و مضطر بودن در زیر قضا و قدر و درین صورت ایاک نعبد
بحسب معنی مثل مالک يوم الدين می شود یعنی مالک جمیع احوال و اوقات توئی و ایاک
نستعین تا آخر داخل دعا است یعنی از توباری می جوئیم که صراط مستقیم را بنمائی تا سلوک بر آن
صراط نمایم و عبادت اختیاری من بروقی رضائے تو شود و در صورتی که ایاک نعبد بر عبادت
اختیاری محمول باشد مقصود از آن اظهار انقیاد خود است و مقصود از ایاک نستعین یا سپا
معنی که مذکور شد یا اظهار آنکه این انقیاد را بهم بخلق و توفیق تو می دانیم یا طلب ثبات در این
انقیاد و اهدانا الصراط المستقیم یعنی بنمائی ما را راه راست صراط الذین بالنعمة علیهم
غیر المغضوب علیهم ولا الضالین یعنی صراط جماعتی که بر آنها انعام کرده آن جماعت
چنانچه هم در کلام الهی بر آن تصریح شده - بنیین و صدیقین و شهداء و صالحین اند نه راه جماعتی
که غضب کرده بر آنها و هم چنین نه راه آنها که راه گم کرده اند - اجماع صادقان و محققان است
که صراط مستقیم صراط اهل سنت و جماعت است از آنچه در الهیان و نبوات و علوم آخرت
گفته اند -

وصل : صاحب کتاب فتوحات مکیه - رضی الله تعالی عنه عقیده چند بر عقائد
ظاهر علماء افزوده - بے آنکه نفی آنها کند چه خلاف عقاید سلف صالحین جز ضلالت و خرابی
بیج نیست محمد الله تعالی اعتقاد ما برین قرار گرفته و مسبب می داریم که برین بمیریم و برین مشو
شویم - اکنون شرح عقیده آن بزرگ را در الهیات نمائیم بنمائی ما را صراط انبیاء و صدیقان نه صراط
آنها که همه خلق می بینند و از مبدا خبری ندارند خواه خلق صرف می بینند چنانچه دهریه و طبیعیه
که ایشان مغضوب علیهم اند و خواه بعنوان حقانیت می بینند چنانچه بعضی از صوفیاء که در توحید
صوری معطل و محبوس اند که اضله الله علی علم - در حق ایشان درست است تمام بخود و انزال
خود گرفتار اند و روی توجه از مبدا گردانیده اند ایشان ضال مضل اند و نه مراه آنها که همه

حق می بیند و پس عالم را خیال محض و شعبده صرف می انگارند مسبب ایشان نیز از راه برآمده
اند و پلور بر سوسطائی می زنند و نه راه آنها که وجود دید حق و خلق خلق را وجود علیحدہ اثبات می
کنند چه راه ایشان نیز شاہراہ انبیاء نیست مراد از این راه همان معرفت است نہ باین معنی
کہ معرفت این با خلاف معرفت انبیاء است عاشر۔ ایشان برگزیدگان اند آری معرفت
ایشان آن وسعت ندارد کہ معرفت انبیاء۔ پس صراط مستقیم و معرفت با اعتقاد آن صدیق کامل
دید حق و خلق است لیکن خلق را وجود علیحدہ نمی بل چون وجود صورت و مرآت کہ می نماید
کہ هست و بحقیقت نیست و این نمود بقدرت کاملہ حق پیدا شدہ و خلق عالم عبارت
از این اظهار است و عالم در علم حق ثابت است نہ آن اثبات کہ علما متکلمین در صور علمیه
نسبت با ذعان می گویند بل ثباتی از جنس ثبات خارج یعنی موجود خارجی بحسب شیون
وصفات در علم تنزل نموده۔ و حقائق عالم ظاہر گشته و این حقائق بعد از عود باصل و ظهور
در وجود چون ظهور صورت و مرآت مخلوق و ممکن شدہ و آثار و افعال ظاہرہ از ممکن از اصل
است چون ممکن پرده دار شدہ بحکم کوثر الماء کوثر اناثہ محبوبان را در تصور می آید کہ
فعل و اثر از ممکن است والمہکم الہ واحد لا الہ الا ہو الرحمن الرحیم
آمین چنین باد بسم اللہ الرحمن الرحیم اکابر تحقیق قدس اللہ تعالیٰ ارحم تعظیم ظاہر مخلوقات
را از ادب مقام معرفت داشتہ اند چہ این با بحالی جمال مطلق اند۔

وصل۔ بدان اسیدک اللہ تعالیٰ بنور القدس کہ منظریت ایشان مر مطلق را
نہ باین معنی است کہ ایشان عین مطلقند تعالی اللہ عن ذاک علوا کبیراً بل باین
معنی است کہ بحکم کوثر الماء کوثر مانکہ صفات و افعال مطلق از پرده این با بحکم
کوثر الماء کوثر اناثہ ہم رنگ این با ظهور کردہ و در باب مشاہدہ را دریں اجتماع و کثرت
بصیرت کاملہ تجز بر نور ذات نمی رفتہ نہ بآن معنی کہ ذات در ادراک ایشان می آید بل ہستی او
بر نعت ذوق و محبت و استہلاک و ضمحلل می یابند مثلاً آہستہ فرض کنیم کہ از غایت
صفائے آنکہ صورتی بر او افتد ہستی او را نمی توان یافت اگر یکے عاشق آئند باشد و در
پردہ صورت چشم بصیرتش شمع آئند را در یابد و از سلطنت محبت و شوق مستغرق ہستی

اوشود تواند گفت کہ جز ذات آئینہ نمی بیند خصوصاً کہ باین سر مطلع شود کہ صورت ظاہرہ بر
روئے آئینہ است و در میان موجود نیست بل نمودی است بے بود موجود ہماں آئینہ
است و پس و یہ انتہی الکلام و تم

بیان سورۃ الشمس

والشمس وضحہا یعنی سوگند بآفتاب و نور او در ضمن ذکر نور اشارت است بانکہ
تعلیم آفتاب بجهت نور اوست تا ارباب اشارت دریا بند کہ تعلیم مظاہر بجهت ظاہری باید
کرد نہ بجهت نفس مظاہر و القمادی تلہا یعنی سوگند بقبر و قبکہ در پے رود آفتاب را و
قدم بر قدم او بہند و تفسیر مراد ماہ تمام است۔ این آئینہ با وجود بشارت سابقہ اشارت
است بہ تعلیم جامعہ کہ بجهت کمال پیروی اقتباس نور از مشکوٰۃ آفتاب محمدی نموده اند۔
بیت ۳۰

بنی چوں آفتاب آمد لے ماہ

مست ابل در مقام لی مع اللہ

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ذکر نور نکرد چنانچہ بعد از الشمس وضحہا چہ نور اوست
کانہ کہ قرہاں نوری است کہ از آفتاب بر او منعکس می شود لهذا در قرآن مجید قرہاں نور مذکور
شده و جعل القمر فی حق نوراً تواند بود کہ معنی این باشد کہ سوگند بقبر و قبکہ کہ در پے آفتاب
رود یعنی برہاں خط کہ آفتاب می رود۔ اور و یعنی سوگند بقبر و وقت کوف آفتاب چہ قرب
او بآفتاب دریں وقت بیشتر از اوقات دیگر است و مشابہت او بستورال قباب عربت
در این محل روشن تر بہت باطلش مستغرق نور آفتاب است و جهت ظاہر گر قمار پرودہ حجاب
در این آیت تنبیہ است بآنکہ بسا شریعت و عظیم باشد کہ شرف و عظمت او را ندانند پس
باید کہ بے تامل تحقیق کردہ نہ شود و تواند کہ اشارت باک باشد کہ ہم چنان کہ تعلیم معنی بہر
نظمت می باید کرد۔ تعلیم مظاہر نیز باید کرد۔ مراد بمنظر قمر در این اشارت آن است کہ
قمر از بنظر رسد نہ آنکہ قمر بر او واقع شود۔ والہنا را ادا جہاں یعنی سوگند بر دوزخ روشن کہ

غبار طلوع و حجاب ابر و ظلمت ہو انداختہ باشد و اللیل اذا یغشیها یعنی سوگند بہ شب
و قتیکہ پوشاند نور آفتاب را مراد شب تاریک است کہ نور شفق و تابش قمر در آن نباشد چہ
ہر یک انہیں دو نور آفتاب است این شب بکمال شبے رسیدہ تواند بود کہ مراد شب خون
باشد کہ در این شب نور آفتاب کہ در آئینہ ماہ ظاہر است پوشیدہ می شود و درین شب ماہ داخل
نظر ارض است بخلاف شبہائے دیگر و ایضاً تواند بود کہ مراد شب ایام بیض باشد چہ
آن شب بجمت روشنی کانہ کہ آفتاب را می پوشد یعنی از خاطر با فراموشی می سازد و لہذا
ایام بیض می گویند یعنی در آن اوقات شب نیست ہمہ روز روشن است۔

وصل : صاحب فتوحات کبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آن مؤدب عارف می فرماید کہ
ایام بیض مثال ظهور حق در خلق است چہ در آن شب آفتاب و قمر ظاہر است و ہم
چنین فکر کہ در اسم نوریت با حق سبحانہ شریک است در خلق ظاہر است حق سبحانہ و تعالیٰ
قُدرا از اسما خود شمرده اللہ نور السموات والارض و قمر این نور گفته قال اللہ تعالیٰ
وجعل القمر فیہن نوراً بلکہ حق بطور قمر بحسب این اسم ظاہر است و لہذا روزہ کہ آن
بیز از مقولہ ظهور حق در خلق است در این ایام معتبر آمدہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عجبا کُنَّا
ان صیام ایام البیض صیام الدھر یعنی اشارت فرمودہ کہ صیام ایام بیض از شبانہ
صیام دہر است و دہر از اسما اللہ تعالیٰ است چنانچہ در حدیث صحیح آمدہ لا تصیوا الدھر
قان اللہ هو الدھر یعنی رعایت ادب نسبت بدہر بکنید کہ او در این اسم شریک است
با حق سبحانہ پس بندہ بمنزلہ قمر است و روز بمنزلہ نور قمر و حق ظاہر بحسب این قمر و قمر بمنزلہ
شمس و لہذا در حدیث صحیح آمدہ کہ الصَّوْمُ لِي یعنی صوم کہ صفت صمدانیت است
کہ عبارت از تنزیہ از غذا است صفت من است از نجاست کہ تسحر در روزہ سنت
شدہ یعنی ادب آن است کہ بندہ اظهار عجز نماید یعنی این صفت خاصہ تست من بے
مقوّم نئے تو انم داخل او شد۔

وصلت : کلام حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متقبس از مشکوٰۃ ابو نبوی است بیچ
گوز عقل و فہم را در آن دخل نمی باید داد و بلوح سادہ بے شاہدہ تصرف و تکلف ملقی می باید

نمود و آنچه بنہم فائدہ از نقصان خود باید بشمرد۔

وصل تعظیم شمس تواند بود کہ بجست آن باشد کہ طلوع او کہ ظهور صبح است مورت ظهور عبادت
پاکان است و تعظیم خنجر اگر وقت پیاشت اراده کرده شود بجست آنکہ وقت عبادت مسنونہ
بنویہ علی مصدر بالصلاۃ والتقیہ۔ و تعظیم قمر در وقت پیروی او آفتاب را اگر اشارت بہلاک
بداریم چنانچہ بعضی از مفسران دا شتہ اند بجست آن است کہ مورت بعضی از عبادات
معتبرہ است کہ صیام غرر شہر است۔ صاحب فتوحات کیتہ می فرماید کہ ہر ماہی ہما نیست
از حق سبحانہ و ضیافت ہمان علی وجہ تعجیل مسنون و مدت ہمانی سہ روز و کان مہتول باللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بصوم ثلثۃ ایام من عذرۃ کل شہر صرحۃ النساء
عن ابن مسعود تعظیم ہمار در وقت روشن ساختن او آفتاب را اگر عبارت از لیالی ایام بیض
بداریم بجست آنست کہ مورت عبادت معتبرہ است کہ صیام ایام بیض است۔ چنانچہ فصل
سابق بیان نمودیم۔

مغنی نماند کہ روزے کہ آفتاب را ظاہر گرداند لیالی ایام بیض است بخلاف روز ہائے
دیگر کہ آفتاب آن روز را ظاہر نمی گرداند ایس چون رفتی از اثر بموثر است و آن از موثر باثر۔
آن طریقہ علما است و ایس طریقہ عرفا و تعظیم لیل و نیکہ پوشاندن نور آفتاب را بجست آن است
کہ محل فراغ عابدان و آرام گاہ ذکراں و خلوت گاہ محباں است۔ مغنی نماند کہ پوشانیدن
شب نور آفتاب را عبارت از ایس است کہ نور آفتاب در ایس وقت بزنگ عدم
شدہ چہ شاید فودی است کہ بزنگ ظلمت برآمد و ظلمت اثر اختلاف بعضی از اشیاء ظاہرہ
فی الیوم ایس مثال سخت نیکو است در ظہور عالم کہ واجب تعلی و تقدس ہم چنان در مقرر بطون
است لیکن احکام و آثار او کہ اسما و صفات او پیدا ظہور نمود و اند۔ و ہم چنین ممکن در شگنائے
عدم ممکن نشست لیکن حکم و اثر او برآمد باحکام و آثار واجب امتناع گرفته و حجاب مقصود شدہ
از ایس بیان بدریاب کہ والتیل اذا یغیثہا را لیالی ایام بیض اند و چہ دیگر نیز می توان
حمل کہ وجہ در ایس اوقات آئینہ ماہ متقابل آفتاب است و آفتاب در وجہ تمام ظاہر لیکن
چون ظہور بہت منضبط بزنگ آئینہ از نظر عامر مغنی شدہ و السماء وما بنا ہا۔ یعنی

سوگند با سماء و بنا کنندہ او یعنی نور و ہندہ او چہ بنائے او تنویر اوست او ہم چنان در کتم عدم است
 در معنی این گفتن است کہ سوگند با سماء و نور او کہ اللہ نور السموات والارض
 ما طحتها سوگند زمین و پہن کنندہ او این نیز ہماں گفتن است کہ سوگند زمین و نور و ہندہ
 او لیکن تنویر سماء بصفۃ شدہ کہ نسبت بہ امورث ارتقاع آمدہ و تنویر زمین بصفۃ کہ نسبت بہما
 مورث انبساط گشتہ و نفس و ما سواها یعنی سوگند بہ نفس از نفوس بنی آدم و توبہ
 کنندہ او مراد بہ تسویہ نفس عطا فرمودن اوست آنچه او را بکار آید از لوازم وجود نفسانی فالہما
 فجورہا و تقواہا پس الہام دہندہ او ببدی و نیکی یعنی سوگند بہ کسی کہ نفس را تسویہ داد
 و پس از ان راہ خیر و شر را دکشودہ اختیار فعل ہر یک با و داد اکنون نزدیک می شود با کلمہ فاذا
 سویتہ و نفخت فیہ من روحی یعنی بعد از تسویہ روحی کہ تمیز نیک و بد اختیار
 فعل ہر یک در اوست آفریدہ تواند بود کہ مراد این باشد کہ او را بر خیر و شر داشت بحسب
 اختلاف افراد حجاب این قسم ہا این است قد افلح من ترکھا یعنی بدستیکہ دستگار
 شد کسی کہ پاک گرداند نفس را از آلائش اخلاقی سیئہ چوں کبر و حسد و بخل و غیرہ خلک من
 المہلکات و قد خاب من دسھا یعنی بدستیکہ نا امید شد کیسکہ گم کرد نفس خود را بحسبیت
 و ضلالت و گم کردن نفس عبارت از گم کردن روحی است کہ بعد از تسویہ و تعدیل ارکان او در و
 نفخ کردہ شد و از اثر آن نفخ کانہ ہی شد لہذا بیائے از علما مجر نفس و ہیکل محسوس امرے دیگر اثبات
 نمی کنند و حالاً عامہ آدمیان و بریں منزل اند و گم کردن روح گم کردن خواص روحانیہ است و در
 مرتبہ انعام زندگانی کردن و اولئک کالانعام بل ہم اضل غیبت و نا امیدی مخصوص
 کفار باشد لایئاس من روح اللہ الا القوم الکافرون چہ ہر کہ ایمان آورد و بخدا
 رسول و رسل وقت از قید نفس تمام جست و بصفۃ خاصہ روحانیہ مشرف شد بل مخلق از
 حسد لایئاس متحقق گشت و لہذا در کتب خفیہ مذکور است کہ الایمان غیر مخلوق
 بیت ۳۰

ای گروہ مومنان شادی کنید

ہمچو سروسوسن آزادی کنید

وصل : خدمت مولانا علاء الدین کتب دار کہ از کبار طبقہ صوفیا اند روزے بلا زمت
 مولانا عبد الرحمن جامی رفتہ ازاں سخن شیخ محی الدین ابن عربی کہ ہر کہ از قید نفس نرست روح او
 بعد از مفارقت از بدن در تحت فلک قمری می ماند اظہار ملامت می نموده اند کہ بسیارے از
 مومنان بریں صفت اند ہر گاہ بعد از مفارقت در تحت فلک قمری بمانند بہ بہشت کہ خون
 سموت سبغ استہ چون خواہند رسید۔ خدمت مولانا عبد الرحمن در جواب فرمودند کہ ہر کہ
 ایمان بخدا و رسول خدا آورد و اورخندہ در فلک قمری انداخت کہ عاقبت ازاں رختہ خواہد
 جست بعضے از مخاویم سلسلہ نقشبندیہ ایں سخن را برہیں معنی حل کردہ اند کہ ادوار وقت کہ
 ایمان آورد از قید نفس بہ تمام جست اگرچہ ہاں یک نفس باشد بعضے از اکابر اولیا فرمودہ اند
 کہ ہر کہ یک نفس خالی از شرک و ریابخدا متوجہ شد عاقبت در نفس آخر ایں نفس دہگیری او خواہد
 کرد و بسیارے از محققین مشائخ بر ایں اند کہ ہر کہ ایمان بخدا و رسول ایمان تحقیقی آورد بعد ازاں
 ہرگز نہ و ایمان او نمی شود و ہر کہ بعد از ایمان مرد و شدہ مجرد تقلید و آئندہ شافیہ
 انا مومن انشاء اللہ می گویند بعضے برہیں معنی حل کردہ اند یعنی انا مومن تحقیقی انشاء اللہ
 تعالیٰ در صحاح حدیث نبوی علیٰ مصدر ہا الصلوٰۃ والتحبہ۔ آمدہ کہ ما من احد یستہد ان
 لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ و صدق ما من قلبہ الا حقہ من اللہ علی المناہ
 متفق علیہ با ایں ہمہ مقرر شدہ کہ بعضے از عصات مومنین در دوزخ می در آئند و مثل ہنگشت
 سوختہ و خراب می شوند و بعد ازاں در عرض حیات شست و شویافتہ بار روح تازہ و دندگانی
 نوبہ بہشت در آئند کذابت شود بطغواھا تکذیب کردند قبیلہ شود بطغوتہا بسبب
 طغیان آل قبیلہ مرصالح و پیغمبر را اذا انہضت اشقیہا یعنی تکذیب کردند و راں وقت
 کہ بر نماست بد نجت ترین ایشان کہ دست در بن سالت نام داشت با جمعی بقصد پیک کردن
 شتر صالح فقال لہم رسول اللہ پس گفت مرا ایشان را رسول خدا یعنی صالح علیہ السلام
 نا قہ اللہ یعنی اجتناب نمایند از شتر خدا کہ بعض قدرت خدا آفریدہ شد و آیتی است
 اذ آیات او۔ و سفیہا و گرد و گردید جائے را کہ او آب می خورد در نوبت او۔ آب ایشان
 کم بود ہر گاہ شتر آب می خورد تمام آل آب را می خورد و لہذا نوبت کردہ بودند یک روز ایشان

میخوردند و یکے در زشته فکذبوه پس تخریب کردند صالح علیہ السلام را و بایں که آن
 شتر را شتر خدای گفت یعنی این شتر از سحر و جادو وے تو پیدا شده فعقر وها پس
 پے کردند آن شتر را قد مام علیهم ربهم بذنبهم پس ملاک را ایشان فرستاد
 پروردگار ایشان بسبب گناه ایشان که پے کردن ناقه باشد فسقواها پس برابر کرد
 عذاب را بر ایشان که خورد و کلاں ایشان نختند و لا یخاف عقباها و نمی
 ترسد خدا عاقبت این کار را که ملاک ساختن ایشان است یعنی پروانے بیج چیز و بیج
 کس ندارد و نه از و چیزے فوت شود و نه کسے را با او مجال تعرضی باشد این سوره را بتقریب
 که بعضی از مردم واجب لرعايت صاحب الاخلاص التماس نموده بودند تفسیر و تاویلات
 فرمودند۔

بیان سوره اخلاص

بسم الله الرحمن الرحيم

این سوره را سوره الاخلاص برائے آن گویند که از استماع این سوره اعتقاد بنده با فریدگار
 از غبار شرک جلی و خفی خالص می گردد و فی الجمله اخلاص در عمل نیز دست می دهد اما اخلاص اعتقاد
 از شرک خفی آن است که در الوهیت اعتقاد بذاتے بند که در عرصه امکان بیج گونه مثلے
 را نباشد۔

والا آن معتقد خود ممکن خواهد بود۔ ازاں است که اکابر فرموده اند که التوحید افراد
 القدم عن الحدیث و ہم ازین جاست که ابوعلی وفاق رحمۃ اللہ علیہ در توحید حاکم فرموده
 که التوحید عزیم لا یقضى دینہ چه اضحلال رسوم و آثار بشریت بالکلیه گاہ گاہے دست
 می دهد و انتہ کا البرق الخاطف می گردد بلکه ازین سوره صاحب دوستے را که صفائے
 قلبی باشد توجیدی در پرده اعتقاد بدست می آید که حال او بیج غلو قے را بتیر نیست سخن با
 مدینۃ العلم کرم اللہ وجہہ کہ الاخلاص نفی الصفات شک نیست که توحید و ربی درجه تعلق
 با حدیث ذات دارد و تجلی در مقام احدیت قطعاً نمی باشد اگر چه یہ نعت احدیت باشد

فِهِمْ مَنْ فِيْهِمْ هَا اَنَا اَشْرَعُ فِي الْمَقْصُوْدِ جَمْعِ اَزْكَوْرَهْ كَقَوْلِكَ اَنْ اَعْمَدَ بَكَوْرَهْ خُذَا
 چہ چیز است و چہ میخورد و میراث از کہ گرفته و میراث او کہ می گیرد۔ این سوره نازل شد
 قل هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یٰسَنی بگوئے محمد کہ شان این است کہ خدایگانہ است اور اچہ چیز است
 نتوان گفت اور ایچ گوئے اشتراک با چیزے نیست تا چہ چیز گفتن درست افتد پس معلوم
 شد کہ در او تعالیٰ شانہ ایچ گوئے کثرتے از جوارح و صفات زائدہ نیست بل ذات مجرد وستی
 صرف است این جا محل آن آمد کہ وہم تعطیل نیست و بے صفت محض گفتہ شود و اجرم و پرے
 آن اللّٰهُ الصّمد یعنی اللّٰہ تعالیٰ مرجع الیہ محتاجاں است و این معنی بے صفات کاملہ متصور
 نیست پس اللّٰہ احد اللّٰہ الصّمد بمنزلہ لیس کمثلہ شیء و هو السّميع العظیم
 است حاصل این توحید آن است کہ یگانہ ایست کہ بے آلہ و جارح و بے زواید صفات
 بنفس ذات خود می داند و می شنود و می گوید و ہر چہ می خواہد می کند لم یلد یعنی ابد این
 رو قول یہود است کہ عزیر علیہ السلام را ابن اللّٰہ می گفتند و لم یولد و زائیدہ نشدہ
 این رو قول بعضے از نصاریٰ است کہ عیسیٰ علیہ السلام را خدای می گفتند و لم یکن لہ
 کفوًا احد این رو قول مشرکان عرب است کہ خدا را ہمتا اثبات می کردند۔

بیان سورہ شلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قل اعوذ برب الفلق بگو پناہ می گیرم بافریدگار صبح من شرّ ما خلق از شرّ آنچه خلق
 کردہ است از جن و انس و سائر مخلوقات شریرہ تواند بود کہ مراد ہاں صبح باشد و شرّ صبح عبارت
 از شری کہ در بیداری بجهت محاذم بشریت روسے می دهد و سرور آنکہ در صبح شر را صریحاً اضافہ
 نکرد چنانچہ در غناسیق کہ شب است کرد بجهت تعظیم شان صبح کہ آواہن ظهور انوار است
 و باشد کہ این معنی مثل آن است کہ بعضے فلق را عبارت از خلق دانستہ اند و مراد اعوذ برب
 الفلق من شرّ ما خلّق دانستہ اند و در آوردن شر بعبارت ما خلق اشارت است بآنکہ
 شر را بخلق نمی است لیکن تصریح نہ شدہ بلکہ ظاہر امضاوت مخلوق شدہ تا راہ بندہ بین الجبر و القدر

باشد قدر ظاہر و جبر باطن و من شر غاسق اذا وقب یعنی پناہ می گیرم برب صبح از شر
شب و قتیکہ داخل شود تاریکی او ہمہ چیز را مراد شب تا راست و شر او شر حشرات و اعداء
کہ در آن وقت ظهور می کند اضافہ شر شب نہ بمصادر صوریہ شر است بل بحمت نسبتی کہ
میان شب و شر است تواند بود مناسب آنکہ شب بحمت عدل ظهور می آید چوں شعاع
آفتاب فرو میرود شب می آید ہم چنین شر پیش اہل تحقیق بہ نسبت انعام امرے است
نہ بحمت وجود امرے۔

وجود خیر محض است چنانچہ در غلش مبتین شدہ و ایضاً اشارت تواند بود بآنکہ آنجا فرمودہ
اند کہ ادب آن است کہ فدام را بظاہر نسبت نہ دهند بل بظاہر مرتبط دارند و از سیاہ
گلے روشمند چنانچہ در معاصی بہ بندہ از استعداد و کسب خود دانستہ و بنا ظلمنا گوید
نہ آنکہ نسبت بوجود بدہد و گوید کہ من منظرے پیش نیستم ہرچہ در من است از ہائے دیگر
است یا گوید من چہ کنم ہمہ بخلق و لغت پیراوست مخفی نیست کہ از صبح و شب حضور و غفلت
ارادہ می توان کرد و ہم چنین از غاسق خلق ارادہ می توان کرد در اصل لغت غاسق ممتلئ
و پر رami گویند خلق این چنین است کہ پیراست از قیوم خود اگر نور وجود از یک ذرہ اود
شود بہاں لحظہ آن ذرہ بعد م می رود و ایضاً فاسق سائل را نیز گوید ز خلق نیز سائل ہاست
کہ الا عرض لا یبقی زمانین و پناہ گرفتن از شر خلق آن است کہ در خلوت
خانہ سر نیاید و حجاب مقصود نگردد و من شر التفات فی العقل یعنی پناہ می گیرم
بر ب صبح از شر دمنندگان و گرہ ہا۔ این اشارت بقصد ایست مشہور کہ بعضی از دختران
عرب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را سحر کردہ بودند باین طور کہ در لسنہ بنام آنحضرت گرہ ہا زدہ بودند
و کلمات سحر خواندہ بر آنہا دمیدہ بودند و آن اسن را در چاہے بزرگے نہادہ بودند معوذ
تین برائے کشادن آن گرہ ہا فرود آمدہ چہ پیش از خواندن معوذتین اصلاً کشادہ نہ شدہ۔
و من شر حاسد اذا حسد یعنی پناہ می گیرم برب صبح از شر حاسد و قتیکہ بمقتضائے
حسد خود عمل کند ذکر شب بعد از خلق تواند بود کہ اشارت بآن باشد کہ خلق نیز چوں شب
ظلمانی است اگرچہ اورا متاع از برزخیت است و رنگ وجود گرفتہ شب نیز بحمت نام

کہ مدار اور آں است در امت تمام پر زنجیت است سایہ بزرخی است میان نور و خلعت و
 لهذا اور احکم ضوئانی می گوید ان الله تعالى خلق الخلق في ظلمة عليهم من
 نوره و ذکر نفثات بعد از شب بخت سیاه ولی آنهاست و اشارت بآنکه ایشان از
 شب تیره تر اند و ختم بر حاسد چنانچه از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی است
 اشارت باشد بآنکه چیزے در عالم بدتر از حد نیست بعبی نیست اگر ایں دختران نفثات
 بخت صیدے کہ بہ بعضے از ازواج مطہرات آنحضرت داشتہ باشند ایں عمل کرده باشند
 در شفا قاضی عیاض علیہ الرحمۃ مسطور است کہ بخت آن سحر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 یکسال از عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاصۃً محبوس بودند

بیان سورۃ الناس

بسم الله الرحمن الرحيم. قل اعوذ برب الناس بموہنہ می گیرم بآفس بیدگار
 ملک الناس بادشاہ الناس الہ الناس معبود الناس من شر الوسواس الخناس
 از شر وسوسہ کنندہ پس خزنہ اشارت بختارت و بے ترقی دوست بعضے از اکابر فرمودہ اند
 کہ دشمن را چنداں عظمیٰ نے باید نہاد۔ حقیر می باید شمرد کہ در مغلوبیت او دخل دارد۔ و ایضا دین
 ضمن کمال حیر خود را نیز ظاہر کردن است۔ پس خزیدن شیطان در وقت ذکر بیت آدمی است۔
 بر گاہ بندہ غافل می شود و در وسوسہ می آید و ہر گاہ حاضری شود پس بر می خیزد الذی
 یوسوس فی صدور الناس من الجنة والناس یعنی آن شیطانیکہ وسوسہ می
 اندازد اور وہلے آدمیاں از جانب جن و انس

وسوسہ کہ از جانب جن و انس می اندازد و تواند بود کہ بخت دید قدرت و فعل
 در ایشان باشد ایں وسوسہ ۳ قسم است یکے مجر و خواطر و خیالات است ایں نسبت بکے
 است کہ بتوفیق اللہ تعالیٰ ایمان دارد بآنکہ خالق افعال عباد حق است سبحانہ لیکن بظاہر
 عقل و حس شاہدہ می کند کہ افعال عباد مربوط باہستیار ایشان است و دوم آنکہ خالق
 افعال عباد را دانست چنانچہ معتزلہ نسبت بہم آدمیاں و جنیان می گویند و بدتر از ایں است

عمل عامه حالاً نسبت به یک دیگر چه معتزله فعل بنده را با قدر حق می گوید یعنی حق قطعاً او را هم چنین آتش سیده که هر چه خواهد می کند و عامه در معاملات ازین هم و هول دارند بسوم آنکه بنده را با الوهیت آتش کنند چنانچه فرعون و شداد را کردند - دفع و سوسه اول آن است که حق را از خلق جدا نماند و فعل و صفت خلق را سایه فعل و صفت حق بدانند و ربوبیت را عبارت از ظهور رب بصورت مروب اعتقاد نمایند ازین جا است آنچه شیخ اوحی فرموده -

تا جنبش دست هست مدام
سایه یقین است ناکام

پس استعاذه برب الناس مناسب این است ازین معنی و سوسه دوم نیز مرتفع می شود بیکس استعاذه به ملک الناس لائق بآن است که جز ایشان ظاهر شود بدانکه شبیه بسوسه دوم است آنکه ظهور قدرت را در ظهور تمام اعتقاد نمایند تا میان او و معتزله جز بظاهر و منظر فرقی نماند علاج پناه بدون بملک الناس است که مرتبه جمع است تا ظاهر شود که مدار شبیه ازلیت است انک لا تهدي من احببت ولكن الله يهدي من يشاء برچون سید و له آدم را این حال است دیگرے را چه رسد و الايضاً ظاهر شود که هر چند که قدرت و فعل و منظر اوست خلق و تاثیر در منظر او نیست عالم در هر آنکه معبود می رود و مثل آل بطور می آید و خلق و تاثیر به تمام از مرتبه الوهیت است باین سخن و سوسه سوم نیز دفع شد بلکه بهمان تفرقه ظاهر و منظر دفع شده بود صورت فرعون و شداد را با الوهیت گرفته بودند نه حقیقت ایشان را بیکس استعاذه به الله الناس در دفع او مناسب است -

وصل : و سوسه خفاس از سه قسم بیرون نیست یا بمعیت می اندازد یا دل بنده را در تصرف خود آورده مملکه خواطر و خیالات می کند بے آنکه ظهور معیته شود یا بکفر می اندازد نعوذ بالله من شره - در قسم اول التجارب بدون مناسبت است چه بمعیت واسطه موت می شود چنانچه بعضی از اکابر کشف و تحقیق فرموده اند که عصاة در دوزخ می میرند نه کفار که صفت ایشان لایموت فیها و لایحیی است و ربوبیت واسطه وجود حیات و در قسم دوم که مملکه و مسخره شیطان است التجارب بملک بدون مناسب است

و در قسم سوم انتخاب الہ بر دل مناسب تم۔

ترجمہ دعائے قنوت

ترجمہ دعائے قنوت : مقصود انہیں دعا غرض صفات طبعہ سلجھن کردن است و ایں صفات را وسیلہ نزول رحمت بر ایشان ساختن و خود را ذلیل حمایت ایشان انگندن بزرگان گفتہ اند کہ خوشبختی را در میان ایشان در خزاں و از ایشان و از دوستان ایشان فرامائی گر چہ دانی کہ چگونہ رسوائی پس مصلی در مقام مناجات می گوید کہ خداوند اما جماعت مسلمانان ترا بندگاری و آمزدگاری می گیریم یعنی پیشہ و کار ما این است و در ہر چیزے کہ از مخبر صادق بامی رسد بدل تصدیق می کنیم و بزبان اقرار می آریم کہ امانا و صدقنا و ضامن ہوق خود ترا می دانیم۔ بل و در پس پردہ اسباب اعتماد ما بر تست جملہ کیفیات در خاصیات مسخر فرمان تواند و در ہر چیزے ستائش تو می کنیم و شکر تو بجا می آریم و کفران نعمت تو نمی کنیم کہ آن چیز و نعمت را از دیگرے شناسیم و شکرے دیگرے بجا آریم و کفار فجار را لباس حیات از بر می کشیم و ترک ایشان می گیریم خداوند اتر عبادت می کنیم و برائے تو نماز می کنیم و سجدہ می آریم و دریں نماز و سجدہ بسوئے تو سعی می کنیم و دریں سعی سرعت می نمایم و امید رحمت تو می داریم و از عذاب تو می ہراسیم ان عذابک بالکفار ملحق این جملہ از تسمہ دعائے خیر مسلمانان است یعنی عذاب تو بکافران پیوستہ باد و از ایشان بیچگونہ بدائی یگرا و بکد و عا بحقیقت ہمیں است و ما سبق از مقتضات دعا۔ والسلام والاکرام۔

بیان آیت و ہر دم

آیت اینما تولو فثم وجہ اللہ

کہ از کتاب برکات الاحمدیہ الباقیہ معروف بہ زبدۃ النعمان نقل شدہ از نسخہ

قلبی کہ در سنہ ۱۳۰۰ھ نوشتہ شدہ و در خانقاہ حضرت شاہ غلام علی معروف

بہ خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر است رحمہما اللہ تعالیٰ محفوظ است (از ص ۳۱ تا ص ۳۲)

سخان
دو ذل آیتوں کے
تفسیر ایک رسالہ کے
عنوان سے حضرات القادری
قلی کے ص ۳۱۹ سے ص ۳۲۰
موجود ہے۔ معلوم ہوگا
یہ کہ وہ زبان کا
اور صحیح ہے۔

برکت پنجم : در تحقیق کرمیه و هو معکم ایماکنتم تنمیت فرموده اند کہ سر معیت
غیب ہو حق سبحانہ و تعالیٰ با شیا در غایت خفا و بطون است حقیقت این دریافت موقوف
است بر پے بردنی بر تنزیہ مطلق و اطلاق صرف آنحضرت و تنزلات او بصور علمیه و بودنی
آن صود بر اذنخ میں الموجود والمعدوم ہی الجاسع بین الوجود والعدم فانه من خواص منزل العلم
بیت ۵

از توالی بزرگ با چندین صور ہم مشبہ ہم منزه خیر و سر
و همچنین موقوف است بر شناخت آنکہ آن صود علمیه را یک نسبت محمول ایکفیتے حضرت
ظاہر پیدا شدہ کہ آن حضرت در کسوت آن صود بآئندہ و آن صود آئینہ اسما صفات
اولیہ - واسما و صفات او عین ادست فو معکم فی العلم والعین روحا کان او مثالا او جسا
لیکن معیت خانہ علم ہجوں معیت اعمال است با صور جنانیہ از اشجار و قصور بر مذہب
محققین کہ قصور و اشجار آن موطن را بالذات با عمل یکے میگویند پس چنانکہ عمل در موطن
عرض است و در موطن جوہر آن ذات متعالیہ در مرتبہ منزہ است از تعین و تمیز و اشار
و عبارت و در مرتبہ قابل این امور و معیت این خانہ عین ہجوں معیت نقطہ حوالہ است با دائرہ
موجودہ فی الخارج پس چنانچہ نقطہ را با دائرہ یک نسبتہ واقع است کہ واسطہ نمود دائرہ در
خارج و نمود نقطہ در کسوت دائرہ شدہ ہجوں فاست حق و غیب مطلق اورا بقدرت کاملہ اش
یک نسبتہ بہ تنزلات علمیه واقع شدہ کہ سبب ظهور آن تنزلات در خارج و نمود آن ذات
بحسب اسما و صفات در کسوت آن تنزلات شدہ۔

برکت ششم : وہم بتقریب معیت مہومہ من الایۃ المذکورہ رقم فرمودند حضرت
واجب جل شانہ بے توہم حلول و اثبیت و بے شائبہ چنے و چگونگی در ہمہ جا با ہمہ است۔
سخن ساقی کوثر امیر المؤمنین علی است رضی اللہ عنہ کہ ہو مع کل شیء لا بمقارنتہ و غیر کل شیء لا
نہرالیۃ - اگر اثبیت می بود لا بمقارنت می بود غیریت صورت نمی بست و اگر وہم محض
می بود چنانچہ حکماے جہانیہ میگویند معیت راست نمی آمد و ہر کسبہ و سے می نمود آئندہ المعجز
درک الادراک دریں مقام است مردبان و مشفقان غیب ہویت میگویند

کہ ہرچہ دیدہ شد و دانستہ شد ہمہ غیر است بکلمہ لافعی آں می باید کردیکے از عارف رومی قدس
سرہ پر سید کہ حق چیست و عقل کیست فرمود حق آنکہ بہ هیچ وجه مدد نکند و عقل آنکہ بہ هیچ
وجه جز بہ او آرام نگیرد و مصرع

قلعہ است بے نہایت در دے است بے دوا

برکت ہشتم : بہ تقریب بیان کریمہ فاینا قولوا نعم وجہ اللہ فرمودہ انداگر غلامی حقیقت
این معنی پر تو انگند جوہرے فرض کن کہ ہرچہ بر صفات آئینہ مترتب می شود از صفات و تدویر
و غیرہ بر ذات او مترتب می شود و ذات او مثلاً موجب نماندگی صورتی شود بے نیادتی صفات
بس ذات او در خارج عین این صفات آمد و همچنین فرض کن کہ ہر یک از این صفات را در
خیال تو صورتی است چوں شیر کہ صورت علم است در مثال و بعد از این فرض کن کہ این صور
خیالی تو منعکس شدہ اند در آل جوہر یعنی یک نسبت مجہول اکیفیتی بآں جوہر پیدا کردہ اند کہ سبب
نماندگی این صور شدہ بس ہر صورتی از این صور کہ روآری در انجا آں جوہر است و بحقیقت بہا
جوہر او آوردہ آں جوہر با این صور است ہر گجا این صور است و لیکن آں جوہر منظرہ از این صور است
در خارج بوسے از وجود خارجی ہر شام این صور نہ رسیدہ بیش از این نیست کہ بقدر این صور صفات
آں جوہر شاہدہ می افتد و بہرچہ روئے می آری بہاں صفات ملی بہ صاحب آں صفات
او آوردہ می شود اگر ہزار سال پرواز کنی و ہزار بار بیں بباری تا جذبہ از جذبات الوہیت رو
بہ تویار و صورت اشباح و ارفاح را از نظر تو ناچیز نگرداند و محبت ذاتی کہ مکول سرست
در جلوہ نیاید و نسبت مجہول اکیفیتی کہ مقوم ادراک و تقدیر آں محبت است و تعبیر از آں
جز بہ ادراک بسیط نمی توان کرد پیدا نہ شود مرید وجہ اللہ نخواہی شد شناسائی آں خود کجا۔

برکت ہشتم : در عنوان تحقیق معنی کریمین مذکور تبیین این چند فقرہ تمکین نازنین و نشین تحریر
نمودہ اند۔ قدس اللہ سرقا لہا۔ پاک است خداوندی کہ بغیض اقدس خود شیارا در عرضہ نمود
آوردہ و شیلون خود را در پردہ آن نمود از تنگنائے خفا و بطون بر آوردہ و خود را در مراتب آں اعتبارات
در نظر خود جلوہ گر کردہ و در تنگنائے وحدت او نشان اثینیت نیست مطلق است از دائرہ
اطلاق بیرون نہ چگونہ اش میتواں گفت نہ چوں قادی کہ بہ یک کلمہ کن خفتگان خواب عدم

لا بیدار کرد سر آئینه شوق بر جفتند آنیہ وجود در برابر نشان داشت از سادہ لوحی عکس نمود و دیدند و
 پندار وجود در سر آوردند ناگاہ صدائے و ہو معکم ایما گفتیم بہ گوش شاں رسید دیدافتند کہ معیت جز
 بہ دوگانگی صورت نہ بندد و جیرتے در کار آمد جمال عکس بشارت وجودی و ہر دو لوائے معیت
 اشارہ بعدم میکنند وجود و عدم را در ہم منجستند وجود را فراموش کردند و در مقصود را بر خود بستند
 کریم مطلق جل شانہ بشارت ایما تو لو انتم وجہ اللہ در میان آورد و گفت و فی انفسکم افلا
 تبصرون - تیز گوشان شناختند کہ حجاب خود خودیم خود را از میان می باید برداشت ہنگام
 این دست برد انگشت ارادت برداشتن مقصود رسید فیما از راہ عروق در زید و نکبت
 دوست را در تجا ویت قلبیہ افکند بیچارہ از پلے و را افتادہ کرشمہ معشوق در کار آمد و حجاب
 نقاب از میان برداشت و مطمئنہ لمن الملک الیوم در گرفت چوں نیازی در میان بود و
 در حجاب اورا و صدائے فاستقم کما امرت بگوش جانفش رسانید - مخور صبحی سر بر داشت
 و غلغلہ من عرفت نفسہ فقہ عرفت بہ در میان آورد لیکن معنی واللہ من و را اٹھم عجیبہ تعلق در جان
 آورد از یک سو دوع نفسک و تعال و از یک سو فوکل و جہک شطر المسجد الحرام اضطرابے
 در کار نہاد عنایت اٹھن عجیب المضطر اذا دعاہ پردہ حجاب را کہ لازم وجود است عینکے دست
 پیش چشمش نہاد صورت قاب تو سبب بنظر رسید - این سخن آخرے ندارد - (تمام شد تفسیر
 و دعایت - ہو معکم - و - ایما تو لو)

شرح رباعیات

رسالہ شرح رباعیات سلسلہ الاحرار

کہ در سلسلہ تالیف شدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحان اللہ زہے حق کہ متعال عالی ز تصور مسترا نہ خیال

از نور لطافتش منہا اثر مشعش

وز سرسرا تیش جہاں مالا مال

نیایش و ستائش خداوندی راست کہ حجاب سراپردہ عزتش انوار ظهور اوست
 و سکان قباب جبرتش غور نور او و اگر نہ در باطن ادبیایں خود و پرده کشف متجلی گشتے۔
 آوازہ کمالش بگوش جہاں و جہانیاں کہ رسانیدے و اگر نہ در لباس علم حجاب باطن نظر گیال
 خود شدے و ز تاب آفتاب جلالش ہم و نشینے از این و آن نماندے۔ اوست کہ در کسوت
 رسل رحمت بیگانہ و آشناست۔ ماسر میت اذا سر میت بیان سبب ان
 الذی است۔ محمد احمد بلاسم است اورا ما خاکیاں چه نسبت او و برتیم است۔ لیس
 کمشله شیخ و هو السبع البصیر علی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ و اصحابہ تسلیما کثیرا کثیرا۔
 اما بعد نموده می آید کہ چون دیدہ می شد کہ بعضے از اہل روزگار بجهت پستی فطرت و قلت
 استطاعت و باز ماندگی از وصول بحتائق ارباب معرفت مقاصد عالیہ علیہ سوفیہ را نوع
 دیگر دریافته عبارات و الفاظ ایشان را حتی الامکان بر مفہومات منحرفہ خود فرو می آرند و بعضے
 ازین مدعیان بنا بر اصلے چند فاسد بر بعضے از انها کہ قابلیت تاویل ناقص ایشان ندارد۔ و
 صورت قسے در میان می آرند بعضے از مطالب آن بزرگواران را ہم مقتبس از باطن مبارک
 ایشان بشرح واضح و بیان وافی در ضمن چند رباعی ایراد کردہ شدہ ہر چند کہ اندکے از انها
 و کتب معتبرہ قوم خصوصاً در رسائل حضرت عتائی پناہی ارشاد دست گاہی خستہ و نا
 مولانا عبدالرحمن جانی قدس اللہ سرہ السامی بقیعہ کامل مبین است غایۃ الامر لازمی چہ نہ
 با آن طالب در میان آمدہ کہ دست تصرف ارباب بطلال از ان کوتاہ گشتہ مخی سبحانہ و تعالیٰ
 حقیقت وجود واجب و ممکن و سریاں ظاہر و باطن و سر بیانی و معنی کان اللہ و لم
 یکن شیء معہ و ضمیر الان کما کان را برستمعان مستفید و مستفیدان صادق
 واضح گردانہ بمنہ و کمال کردہ و اما العبد المحرم محمد سبائی افناہ اللہ تعالیٰ عن ظلمات
 نفسہ و البقاہ بانوار جہانہ بسمہ و آلہ۔ فمن ملک الربا علیات

۲ گویند وجود کون کونست حصول نرسے بجز از کون نکرد است قبول

وائے که دریں پرده لسان الغیب است بر طبق قواعد است بر وفق اصول
 ۳- بشناس که کائنات رود در عدم اند بل در عدم ایستاده ثابت قدم اند
 وین کون معلق از خیال و وهم است باقی همگی ظهور فی دست عدم اند
 غرض ازین دور باعی اظهار آن است که ماسوائے حق عز و علی جز در علم ثبوتی ندارد
 و موجود بحقیقت جز واجب توانی و تقدس نیست و آنکه عقول کون و حصول بماسوا اضافه
 می کنند و کاین و ثابت در خارج مبدارند مجرد و بهم و پندار است - پس فی الحقیقت کون که
 در عقول مضاف بایشاں می شود کون است معلق به کاین و ثابت یعنی مجرد و رک عقلی است
 بل آنکه تکیه به اصل داشته باشد چنانچه ناقص العقل صورت منتقش در آئینه را کاین
 در آئینه بدر باید و آنکه متکلمین وجود ممکنات را کون و حصول میگویند امریست مطابق واقع و
 مستلزم آنکه ممکنات را مجرد در علم وجودی نباشد چه هرگاه واسطه ترتیب آثار خارجیہ جز کون و
 حصول نیز اثری از آثار خارجیہ است پس این قسم که کائنات را وجودی مجرد کون و حصول
 نیست کنایت است از آنکه ایشاں را وجودی نیست هر چند که غرض متکلمین این است و
 لهذا در رباعی اول گفته شد که دریں پرده لسان الغیب است - رباعی اول را معنی دیگرے
 هست بغایت لطیف - آن معنی آن است که وجود کائنات فی الحقیقت مجرد کون و حصول
 نیست ماهیات مختلفه که چندین رنگ تعین را قبول کرده اند حصولی مجرد در علم ندارد و صفات
 ثبوتی و اجبی در خارج عین ذات است و ذات پنهان بر صرافت بیرنگی خود - پس اگر علوم
 باثر یا برآفتند ماهیات بالکلیه معدوم می شوند پس افاده این معنی که وجود کائنات کون و حصول
 است مطابق نفس امر است - آری بالجمله عقول هنگام تعبیر کون خارجی یکے از دو نسبت می
 باشد یکے نسبت ماهیت را بظاہر وجود - دیگر نسبت ادا باطن وجود - لیکن یافت هر یک
 را در ادا و دیگر دخل است و لهذا متوهم می شود که نسبت بدر که نسبت است بخارج تشبیه نیست
 حال در محل و یکین در مکان - و مکان و محل محض اعتبار - چه غیبت ذات از نظر عقول ناقصه
 پوشیده است - آن کون را کون خارجی دانستن و آثار خارجیہ را بر ماهیات مترتب ساختن
 تصرف از وهم است - ازین تحقیق دانستن که ماهیات در وجود علی مستجاب شدند بعلم نه بفعل

و اگر چه آن فاعل موجب باشد پس شیخ محقق صدر الملة والذین القونوی و تابعان او قدس اللہ اسراراً ہم جعل جاعل را عبارت از تاثیر موثر باعتبار افاضه وجود خارجی داشته نفی بحولیت از مایات کرده اند۔ بنایت اصل است۔ اینجا سخنی باقی است آن سخن آن است که کون و حصول مضاف به هر مرتبه که باشد از معقولات ثانویه است و اثری از آثار او چون واسطه ترتیب آثار تواند شد۔ میگوئیم کون و حصول تعبیر نسبت از نسبتی که مایات را بصفت علم است فی الحقیقت وجود بهمان نسبت است بل صفت علم بل ذات حق چه صفت در خارج عین ذات است همچنین کون خارجی تعبیر نسبت از نسبت مایات بظاہر وجود۔ اگر چه متکلیف وجود را عین واجب نمی دانند بلکه حقیقت وجود را می دانند اگر ازیں سر آگاهی می شدند وجود را بهمان شیوے که واسطه قبول این نسبت شده اند می داشتند بلکه ذات واجب پیدا شدند و وجود را به اتفاق مشترک عنوی می گفتند۔ آگاه باشی که به این بیان که کردیم جعل جاعل در مایات بطریق ایجاب پیدا شد بچاره حکمانیکه ریافته اند که علم واجب واسطه وجود ممکن است غایب الامر وجود خارجی را و ہم کرده اند۔ لهذا۔ اما خدمت کلام شیخ محقق صدر الملة والذین لازم است۔ بار خدا یا مگر گوئیم که حضرت شیخ جعلی را که عباد در اذیان است و آن استناد به فاعل است بے ملاحظه قبول علمی آن را کرده اند۔

۴۔ بنگر کره دروں بیرونش نور دروں ز عجبی بصیرت نوع ظهور

یا بنده انواع ظهورش باطن و ان ظاہر در پرده وحدت مستور

۵۔ تکوین که دو کون را خلا در داده دانی که در عدم چه سناں بکشاده

ساخت شده نسبت دروں بیرون در بیرون عکس آن عکس افتاده

رباعی اول در تصور معنی کان الله ولم یکن معشئ است در باطنی ثانی در بیان حقیقت تکوین است تا و همیت وجود کائنات به وضوح برسد و آثار حسن و قبح مشاهده به اصل خود که عجب است تعالی و تقدس طبعی کردند۔ ہاں طالب تحقیق آئینہ فرض کن کر وی بمنعرا از کثافت و کدورت۔ ہم ظاہرش به صیقل و ہم باطن و ظاہرش به اشکال مختلف متضاد متعکک۔ لیکن این اشکال جز در مرآت باطنی اش ظاہر نہ۔ ظاہرش همچنان بر صرافت گزشت خود ثابت۔ اکنون ظاہر مرآت

را ظاہر وجود کہ طرف خارج است بدان۔ و باطن وجود کہ جهت علم است تصور کن۔ و گزشتہ
ظاہر را تعبیر از وحدت ذاتیہ وجود در خاطر آر و اشکال مختلفہ آدر اعتبارات و حیثیات
آن بگیر۔ و این حیثیات را و اعتبارات را در خارج عین ذات بدان تا صورت گزشتہ
اورا کہ عبارت از وحدت و اطلاق اوست ثابت یابی و انعکاس این اشکال را در مرآت
باطن حصول صورت علمیہ آن اعتبارات تصور کن اینک معنی کان اللہ و لم یکن معہ شیء چہ ظاہر وجود
کہ وجوب وصف خاص اوست پیمائش بر گزشتہ و یگانگی خود است ہیچگونہ کثرتی پیرامون عزتش
نگشتہ۔ اکنون معنی تکوین را در باب تکوین عبارت از آن است کہ حضرت مرآۃ تعالیٰ شانہ
بقدرت کاملہ آن صورت منقشہ در باطن را نسبت مجہول بہ کیفیتی بظاہر خود بخشیدہ کہ بواسطہ آن
نسبت عکس آن عکوس بر مرآت ظاہر افتادہ یعنی بواسطہ آن نسبت چنان می نماید کہ آن عکوس
را وجودی در خارج است۔ اگر کسی بگوید کہ نسبتی کہ مقتضی این ظہور است از لوازم ذاتیہ آن
صور است چنانچہ در صورت علمیہ نسبت معلومش می بینی پس قدرت را چہ تاثیر میگوید
کہ قیاسی غائب بر شاہد ممکنی ہر صورت علمیہ کہ ترا حاصل است صورت علمیہ مقدر است
کہ از قدرت کاملہ لباس آن نسبت را در برگردہ بذات خود صاحب آن نسبت نیست
لایعلم الغیب الا اللہ آگاہ باشی کہ وجود کائنات در وہم افتادہ آثار خارجیہ از افعال
اوصاف مستند بہ واجب شدہ۔ اللہ المشرق والمغرب فاینما قولوا۔ فثم وجهہ اللہ

۱۔ این است معنی کہ حق را با ما است

۲۔ این نسبت اسباب ازین دیدہ است

۳۔ در مذہب اہل حق جز بیجہاں

و این مشت خیال جملہ وہم آوگماں

تاثیر کنند بہ حادث آئندہ

۵۔ این است وجودی عدلش زائندہ

از کن فیکون جز این و شسبیب است

نسبت حق را کند کسبے ادب است

۶۔ ماصورت و حق آئینہ عکس نما است

۷۔ ہر صورت در ظہور شرط و گریست

۸۔ آن کسب کہ نسبتش با گشتہ حیاں

حق موجود است قادر مطلق اوست

۹۔ حادث کہ نہ باشد بدو آن پائندہ

سبحان اللہ زبے خیالے باطل

۱۰۔ آنجا کہ حق است جمالی بے سبب است

کسے کہ وجود او بجز وہے نیست

ایں چار رباعی در بیان آن است کہ کیسے کہ منسوب بہ بندہ است کہ ام است ہر گاہ قدرت فعل منتسب بحق شد انتساب کسب بصور علمیه چہ معنی دارد۔ بدانکہ صورت کائنات اگرچہ مجرد امر کن بطور رسیدہ اندومی رسند لیکن عادت اللہ بریں جاری شدہ کہ ہر ظہور سے را مشروط بطور دیگر داشتہ سببیت اثبات یک دیگر عبارت از بی شرطیہ است۔ پس کاسبیت بندہ را اسباب را عبادت از بی شرطیہ است مرآں اسباب را قدرت و فعل مجملہ منسوب بحق است۔ امور و ہمہ را تا اثر نے نیست و گاہ ممکن می گویند و ظاہر وجود میخوانند از حیثیت تقید و تعیین با حکام باطن و کسب این وجود مقید عبارت از تعلق ارادہ حادثہ ادست بطور امرے و آن مقید را در ظہور آن امر مدخلیت جز با آن تعلق ارادہ نیست۔ مجرد تعلق با آن مقید بعد م می رود و مقید دیگر بقدرت کاملہ تامہ بطور می رسد بالجملہ مجموع حوادث مربوط بقدرت کاملہ مطلقہ است قدرت ناقصہ را ہیچگونہ مدخلیت در آن نیست بلکہ در الشیخ ابی الحسن الامتعمری نور اللہ مرقداہ این معنی است غرض از رباعی سوم داگر کسب اسباب عبارت از چنگدن است بہ اسباب چنگ زدنے مستند بر علم بہ تاثیر اسباب و بقائے ایشان۔ پس کسب امرے دست و سببیت دادن امور و ہمہ بحضرت حق سبحانہ سے ادب است ہر چند کہ لاف عل فی الوجود و غیرہ۔ این معنی است غرض از رباعی چہارم بضایا

۱۰۔ ہر صورت علیہ کہ ہستش گوئی زان بہست کہ بوی صلی ازے می لوی

معلوم کہ اصل است وجود علم است جمل است اگر جزاں کہ دوش می پوی

۱۱۔ ممکن کہ خورد در حدشیش بخشاد در بد و نظریہ ہستیش فتوی داد

اد و ہستی و ہستی اندر و سے بود بیچارہ بہ اشتباہ نامے بہنا و

در رباعی اول اشارت بدفع مشکلی است کہ بر مقدمات سابق وارد می شود۔ بیان نشان است

کہ از سخنان گزشتہ چنان مفہوم شد کہ ماہیات را جز در علم وجود سے نیست یعنی صاحب آثار حسنہ رجبہ

مشاہدہ می دانند نہ مجرد کون و حصول چہ تحقیق این دانش گزشتہ و حال آنکہ عقول حکم بوجود ماہیات می

کنند و بے شک آن حکمے است مطابق واقع و فحش آن است کہ ماہیات میکنند و بے شک

آن حکمے است مطابق واقع نظر رانی در مرآت بر مرئی است و مرئی حضرت شیخ قدس سرہ العزیز

در فتوحات می فرماید ماییات است در علم برزخی بین الوجود والمعدوم و لهذا اعیان ثابتہ می گویند۔ شان و ہمیں برزخ را حال می گویند از وجہ موجود است و از وجہ معدوم۔ موجود حکم بوجود ماییات ہماں اعتبار است نہ باعتبار نفس شان غایۃ الامر عقول ناقصہ از ہیں سہ آگاہ نہ می شنوند۔ گماں می برند کہ باطن ایشان حکم بوجود ماییت کردہ بتخصیص کہ مرئی بصورت مرآت آمدہ۔

۱۲۔ از صفائی می و لطافت حسیام در ہم آمیخت رنگ جامہ ام
ہمہ جام است نیست گوئی
بند در ایشان ابی الحسن الاشعری قدس اللہ سرہ زیبا اشارتے کردہ کہ وجود ماییت عین ماییات است یعنی وجود ماییات ہماں است کہ در خارج بہ صورت ماییات برآمدہ یعنی آنچه عقول ازاں تعبیر بہستی میکنند و بعد از دریافت در اشیا کون و حصول کہ از آثار خارجیہ اشیا است ہمیشہ مترتب می شود آن ذوات آن اشیا است۔

۱۳۔ ایں صورت علیہ کہ در جلوہ گرئی است از خال و خلش جمال مقصود بری است
ادراک مرکب است مرآت خود است
یعنی صور علیہ کہ در عرصہ ظهور نمودے پیدا کردہ اند یا متعین و تمیز می نمایند مقصود کہ مرتبہ وحدت است و آن را تجلی ذاتی گویند جمال ازاں تعین و تمیز بری است ایں صورت ہستی ادراک مرکب است
یعنی ادراکے است کہ ادراک و مرکب می شود چہ تعین وحدت و تعین او
ساری است۔ ازاں است کہ ہر چہ مدرک می شود اقل حق مدرک می شود و بعد ازاں او ایں ادراک مرآت خود است نہ مرآت حق۔ آئے در بدایت توحید بہ جہت برزخیتے کہ بعین لادراک ثابت است مرآت حق شدہ محدث معنی مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللَّهَ می شود لیکن دریں مرتبہ ماذن بے بصری است۔ بریں قیاس کن سایر تجلیات را از آنچه در مراتب ازاں می شود چنانچہ عالم را ہمہ یک نور صاف می بیند و حق می یابد یا عالم را نیز می بیند و آن ساقی می یابد۔ بالجملہ ہر چہ متمیز می شود و یا موجودے کسوت غیرت دار و آن مقصود و منزل نیست۔ ایضا۔

۱۴۔ در علم دو وجه است بے شبه و ریب یک وجه بہ شاہد است یکے جو غیب
 در وجه شاہد ہمہ رنگ است و تمیز در وجه غیب نشان است نہ غیب
 از مقدمات گزشتہ معلوم کردی کہ علم را دو دوست یکے ویش بوحثت است
 کہ غیب دوست و یکے رویش بخداست کہ شاہد و حاضر دوست۔ ہر گاہ مرآت غیب
 و وحدت شود ظاہر دوسے وحدت نخواہد بود کہ در کمال یگانگی و بساطت است۔ پس
 اگر ہزار مرآت فرض کنی کہ ہرگز اختلاف و تمایز در صور او نخواہد پیدا شد و ہر گاہ مرآت
 خود شود با مرایے دیگر اختلاف و تمایز نخواہد بود۔ چوں ترا ہر گزے بایں مقام افتادہ صورت
 بایں معنی کہ خارج مملو است از ماہیات مختلفہ لا اقل از صفات مختلفہ در باطن متضمن گشتہ
 چگونہ تعقل بایں معنی توانی کرد۔

۱۵۔ بایں علم بسیط بے تمیز است و نشان در ساخت او نہ راہ ایں آو نہ آن
 چوں حاصل تازہ ندارد نتوان تحصیل نمود کہیں محال است عیاں
 بایں رباعی اشارت بہ آن است کہ تحصیل حق یعنی بندہ کہ تعیین اولی است و بنیاد است زائد
 نیست و لہذا آن را تجلی ذاتی گفتہ می شود بجمت ادراک بسیط۔ محال است۔ آسے ظهور
 ادراک بسیط در مقام استہلاک می باشد نہ تحصیل او و اگرچہ ہرچہ مدرک می شود اول حق مدرک
 می شود تقریبش آن است کہ نسبت حاصلہ از ادراک بسیط در ہر مرتبہ کہ باشد نہایت
 است کہ اقل حاصل شدہ تبار جز و مجز دوم از ادراک نیست و بندہ ہرگز انان نسبت پر
 است بلکہ بایں نسبت مقدم وجود بندہ و واسطہ فیض دوست و لہذا آن نسبت نیز در نظر عامہ
 مخفی است چہ ظہور اشیا بحد است و آن نسبت را ضدے در وجود نیست۔

۱۶۔ از حضرت ذات بہر استہلاک است استہلاکے کہ از تصور پاک است
 آن معرفت است نامش ادراک بسیط آنجا چہ محل دانش ادراک است
 بایں رباعی اشارت است بہ آنکہ از تجلی ذات بہر غیر استہلاک نیست و مقام ادراک بسیط و ہماں است
 و ایضا اشارہ است بہ آنچہ بعضے از اکابر گفتہ اند کہ ادراک بسیط مسمی بمعرفت است و ادراک مرکب
 مسمی بہ علم الیقین۔

۱۷- ادراک بسیط موطن محو و نیست

این است تفاوت که درین موطن قدس

۱۸- هنگام شعور ازین مصداق عالی

در پرده نور یک ظهوری دارد

۱۹- لیکن باید که نور آن باطن پاک

در دیده همین کون حصولی ماند

۲۰- یارب چه کند کلامی بے چاره

هستی بکمال قرب از دستور است

هر جا هستی است دارد آنجا مادا

ظاهر شده جفت غرضی و جدت بها

هر چند که هستی است انش خالی

این است نتیجه علوم حالی

هر لحظه نیفتد ز مصداق ادراک

تا یافت شود نتیجه استهلاک

کز کوئی حقیقت نه شود آواره

کون است حصول در دلش سیاره

رباعی اول اشارت است به آنکه ادراک بسیط همه موجودات را حاصل است تفاوت

آن است که استهلاک نه در ضمن ادراک مرکب حاصل است - دیگران را در ضمن ادراک مرکب -

دیگر مستهلاک در اغلب مسبوق است به علم مرتبه الوهیت و بعد از تنزل نیز مقید بهمان علم

است - دیگر از امجد ذات مدرک علم بر مرتبه الوهیت مربوط است بر علم ممکن من حیث انه

ممکن که من عرف نفسه فقد عرف ربه - و آنکه بعضی حکما و بعضی از متکلمین علم با فریدگار را مربوط

بعلم ممکن ندانسته اند خطا است چنانچه ظاهراست - رباعی دوم در بیان آن است که

در وقت تنزل از مقام استهلاک است هر چند که جمال مقصود که مدرک بسیط است رؤی

در خفا دارد اما حال در علم مندرج می باشد و این معنی را در پرده نور پرنگ ظهوری می باشد و ادراک

آن نور ادراک مرکب می باشد - رباعی سوم اشارت است به آنکه وظیفه طالب صاحب بصیرت آن است

که خود را به این ادراک مرکب نگذارد و همیشه در مقام نیافت خود نشیند چنانکه مقام استهلاک

نمکین یابد و از سکر حال به صحو آید چنانچه باطنش غرق لجه فنا شود و ظاهرش حاضر بآنچه سرود و در

رباعی چهارم ظاهر است -

زینهار طلب ممکن که مشکل یابی

در فکر چنین مشو که باطل یابی

۲۱- خواهی که جمال غیب در دل یابی

در ذات خدا تهنه آید باطل

۱- می گویند از اینجا است که از معشوقی گزشته به نفس عشق آرمیده - منته قدس سره

چہ در دل یافتن کہ آن را علم می گویند خواه بسیط باشد۔ آن علم خواه مرکب بذات متعلق نمی شود
رباعی چهارم ظاہر است بنہایت عروج تا مرتبہ وحدت است و فوق آن حیرت و نادانی است
پس معنی لا تفکر دانی ذات اللہ آن است کہ ذات اللہ تعالیٰ معلوم بہ هیچ علم نمی شود۔ حاصل
آنکہ ذات من حیث ہی متعلق بہ هیچ ادراک نیست۔ مَسَوَاءٌ اِضْيِيفَ اِلَى الْحَقِّ اَوْ اِلَى
الْخَلْقِ گفته نہ شود کہ بر او اضافہ بسوئے حق سبحانہ معضی بعلم الہی بل شانہ لازم می آید چہ علم ہا مر
بسیط کہ بہیچ گونه تعدی درو نہ باشد۔ اور اجزای ہا نہ باشند نہ نفعی جز آنکہ ہر چہ بہر نفع
و وصف مترتب می شود بر نفس او مترتب نمی شود۔ نمی باشد مگر بہاں اعتبارات ذاتیہ او
در خارج نیست مگر بہاں بعد از ظهور اعتبارات ذاتیہ اش میگویند۔ نقص مقتی است کہ در
خارج امرے باند کہ متعلق علم بود۔ و خودش گفت عارفی کہ ذات اللہ کُلُّہُ عِلْمٌ و
کَلِمَةُ ارَادَةٍ اِلَى مَا لَا يَتَنَاهَى مِنَ الشَّيْءِ وَالْصِّفَاتِ و از ہمیں عدم
تناہی است کہ محبان ذات را ہیچگونہ تسکین نمی شود و معنی بیت :

در یک دم اگر ہزار دریا بکشی گم باید کرد تشنہ لب باید بود
از ایشان بطور می رسد چہ طلب بسیط بنہایت را با برایتی کہ تصور کنی نایافت لازم است این است
کہ سخن از باب علم بقیح اہل حیرت و عاجزان از ادراک را طریقی دیگر است ایضا۔

۲۲۔ غایب حق را بغیر منظر بینی بنشین کہ محال است کہ دیگر بینی
می کوش کہ بے صورت تحقیقی را در منظر موهوم مصور بینی
این رباعی اشارت است بہ آنکہ چنانچہ ادراک بہ بصیرت جز در مرآة تنزلات نمی باشد و بیت نیز
جز در مرآة تنزلات نمی باشد

۲۳۔ حق نقطہ جلالہ جہاں دائرہ وال بے دائرہ آن نقطہ نیامد بمیان
آن دائرہ صورت معلوم نقطہ است وال نقطہ در و بجلوہ گشتہ عیان
۲۴۔ گر نقطہ جلالہ بود ذات نقطہ وال شکل نمود اعتبارات نقطہ
گرد و جو جہاں کہ مجملہ مرات حق است خط و نقطہ و دائرہ مرات نقطہ

لے غایتش آن تنزل علی و این تنزل عین منہ قدس سرہ

این رباعی اول تمثیل است و نمودن صورت در تصور موهوم غایت الّا نقصان آن است که نقطه را با قطع نظر از دایره صورت محققه هست مثال مطابق آن است که نقطه را ذات مجرد او فرض کنی و صفات موجود او را از حرمت اشراق و جسامت و حرکت اعتبارات ذاتیه که در خارج عین ذات او باشند و در علم مغایر - چنانچه در رباعی دوم اشارت به آن کرده شده - ایضا.

۲۵ - هر چند که دایره زوهم است نمود در نقطه عرض دایره شد مشهود

گویند که در نظاره کشف و شهود اعیان همه عارض اند معروض وجود

این رباعی اشارت است بآنکه وجود ممکنات زاید است بامکنات لیکن برخلاف آنچه متکلمین میگویند وجود معروض است و مایهات عارض

۲۶ - گر نقطه بخولان گره خود آئی در بیرون کشد از دایره و از خط سر

در ظاهر علم اگر کج در است شود در باطن علمش نبود هیچ اثر

این رباعی در ضمن این مثال در بیان آن است که صفات اجسام جزوهم نمودی نیست و موجود معلوم جزو صفات حقیقه حق نیست تقریرش آن است که نقطه به هر طریقی که حرکت کند ابتدا در حد مشترک جزو صفات موجود نقطه هیچ بود - نمی افتد صورت خط و دایره جز تصرف و هم هیچ نیست تفصیل و تبیین مثل موقوف بر دانش بسیار است عرصه ادراک کاتب و حوصله رساله گنجائش آن ندارد - هیچ نباشد این قدر خود مبدائی که از ترکیب چهار جسم بزرگ چه مقدار الوان و اشکال مختلفه در ساد

سبعه و مراتب عنصریات بظهور رسیده اند همین جاشعبده ظهور را در باب ایضا

۲۷ - مان تا نه کنی غلط کم از کم دانی این باطن را بیرون ظاهر دانی

ظاهر بدنه که بخیال روشن هر چند کنی تحسینش نتوانی

این رباعی تصریح است به آنکه حق سبحانه و تعالی با صفات ذاتیه خود در جمیع مراتب اجسام ساری است - مقوم صفات و همیه اجسام جزو صفات حقیقت واجب هیچ نیست چنانچه در رباعی سابق در ضمن مثال مبین شد

۲۸ - هر جا هستی است کز نبات است جاد گفتم ز صفات خود در حق بنهاد

هستی چو بذات خود علیم است قدیر از هست چگونه علم و قدرت افتاد

۲۹۔ در ہر شکلے کہ رنگ ہستی پیدا است روحے است کہ قادر و مرید انا است

لیکن یک رنگ بے تردد گشتہ در ظاہر علم ازین صفتہا یکتا است

ایں دو رباعی نیز در بیان سریان حق است با صفات ذاتیہ خود در جمیع مراتب اجسام رباعی اول ظاہر است رباعی دوم متضمن وجہ عدم ظہور آن صفات است۔ تقریرش آن است کہ عدم اختلاف در اطوار جمادات مثلاً صورت علم و ارادت و قدرت ایشان را از افہام مخفی ساختہ و گردہ آب مثلاً بہ ارادہ خود متوجہ پستی میشود و بدانش خود از بلندی احتراز می کند الی غیر ذلک۔ کثرت متعاضد و ارادت و تدبیرات متفرعہ بر آن صفات حیوانات را ظاہر ساختہ و اگر نہ ہر کجا وجود ہستی است البتہ علم و قدرت و غیر آن ہست چہ صفات ذاتیہ شئی از شئی متمیز الا نفکا کنند بالجملہ حق را در منظر اجسام منزہ از صفات اجسام بدان لیس کمثلہ شعث و هو السبع البصیر۔

۳۰۔ حق روح جہاں نفس آفاق بدن از توای پیرنگ با چندین صور ہم شبہ ہم منزہ خیرہ سر

چوں نقطہ کہ در دائرہ دار و مسکن ظاہر دے صفات نقطہ است

۳۱۔ این ظاہر بے مثل بیان بدن است روح است بہ اعتبار اطلاق وجود

۳۲۔ ہم پیرنگ است یا رہم رنگ پذیر آں لیس کشلہ سمیع است و بصیر

۳۳۔ آں جملہ غنی است و ماسوی جملہ فقیر

رباعی اول اشارت است بہ آنکہ حق سبحانہ و تعالیٰ در مراتب کاینات باعتبار صفات ظاہر و منظر ظاہر ایشان بہ سان روح است در بدن چنانچہ گزشت۔ رباعی دوم اشارت است بہ آنکہ ہر چہ روح کاینات است نسبت بہ اطلاق وجود بہ سان بدنست۔ این دو فقرہ بیان آن است و ثبوت آنکہ در ہر یک است و ہمچنین ماحی نمودن بل ثبوت وجود بودن متعین آن است کہ ماحی است واللہ من ورائہم محیط شک نیست کہ آن صفات عموماً اثبات را منظرے در کاینات است است قافہم و تأمل نسبت بروح باطن است و ہمیں مظاہرہ خود در عین آنکہ خود را

در ہمہ می بینند ہمہ در خود می بینند در عین اثبات وجود ماحی نمود است۔ رباعی سیوم تفصیل ہمیں
معنی است۔

۳۳۔ تنزیہ فقط ز علم سوعی ادب است
از طغی و سمع صاحب دل عجب است
در ظاہر آیات بے تشبیہ است
در باطن خود تمام آیات اب است
۳۴۔ تشبہ را کہ بوعی تنزیہش نیست
در اکثر تنزلات توجہش نیست
این نکته ز قسردان محشر یا بد
سہل است و روز اگرچہ پیش نیست

مقصود رباعی اول ظاہر است۔ غرض از رباعی دوم آن است کہ ہر کہ در مقام تشبیہ صرف است
یعنی صفات حق را منحصر میدانند و صفات ظاہرہ از مخلوقات اکثر آیات الہی بنا بر اعتقاد
اولی توجہست تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ و اگر نفی تنزیہ باین معنی می کند کہ ذات حق تعلی
در اے ذوات مخلوقات نیست و حق را وجود علیحدہ نیست پس او در حق صرف است و حق
او باطل چنانچہ ذات ہر یک در اے ذات آن دیگر نیست اگرچہ صورت ہر یک کہ فی الواقع
مخلوق ہماں است در خارج کما المشورۃ فی المنزاة است در اے آن دیگر است پس
یک آیینہ است کہ در وے صورت ممکنہ مختلفہ می نماید و فعل و صفت ظاہرہ از یں صورت تمام
از اں آیینہ است و آن ذات حق است و افعال و صفات و افعال بلا نہایت است و در اے
این صفات و افعال

گاہ خورشید و گمے دریا شوی
گاہ کوہ قاف و گہ عناق شوی
تو نہ آن باشی نہ این در ذات خویش
اے برون از وہما در پیش پیش
از تو اے بیرنگ با چہ بین صور
ہم شب ہم منزدہ خیرہ سر
و اگر نفی تنزیہ از صفات اجسام و لوازم آن می کند بچون نفی تنزیہ فقط جوالہ از دارگی پس غافل
است از وقایع علم بخیر۔ لغو باشد۔ اگر باین عقیدہ اثبات صفات و زیادتی آنہا می کردہ باشد
ہذا۔ فانه خطاب فاصل بین الحق والباطل۔

۳۵۔ چون ظاہر علم پرہ مقصود است
از نقش دے بسوے نقش گریز
این مشت خیال سر بہرنا بود است
و انگاہ نظارہ کن کہ نخی موجود است

ایں رباعی اشارت است بہ آنکہ حجاب مقصود نقوش صورت علیہ است کہ در مرتبہ دوم مدک می شود
از علم گر نیتن و خود را بہ شہوی و غیبت در دادن راہ مقصود است در آن موطن باطن مستغرق
انوار قشادہ است۔

۳۶۔ ہر جس تو نہر بہت زانہار نقوشش شد ظاہر و باطن تو در کار نقوشش
برخیز و جمال نقشبندی بطلب کان ساں شودت شکست باز از نقوشش
مقصود ظاہر است

۲۷۔ چون نقش نہادہ و بہ نقش آرمی زان لوح وجود نسخہ برداری
نورے بہ رنگ ترجمانش گردد ز نہار کہ دل بہ ترجمان سپاری
ایں رباعی اشارت است بہ آنچہ سابقاً گذشت کہ بعد از استہلاک و انحلال نورے بہ رنگے بخت
نشتہ خبرے از مقصود مبدہا طالب صاحب بصیرت می باید نفی آن نمود کند و از تجلی صورتی
کہ در دائرہ ایں نقد پیرنگ است بہ تجلی معنوی کہ در کسوت صفت اطلاق است بگرہ زد ہر چند
کہ بہ نفی او نفی نہ شود بلکہ قوت گیرد بالجہ صاحب ایں نسبت را لازم است کہ سعی و اہتمام او
در نفی باشد قطعاً بہ اثبات متوجہ نہ شود ازین است کہ قطب المحققین خواجہ عبداللہ میفرمودند
کہ نسبت ما بغایت محبوب است از نفس توجہ محبوب می شود چہ توجہ و اثبات جریان نور
پیرنگ نمی باشد لا تفکر وافی ذات اللہ حقیقت آن نسبت استہلاک سر و انحلال
اوست در غیبت ہویت بجنب و تصرف غیبی چوں ایں معنی قرار گیرد و ام آراہ دست
و ہر مزاحمت ترجمان از میان برخاہد خواست مگر در مطالعہ کثرت در وحدت یا وحدت در
کثرت کہ ردای کبریا کہ عبارت از ان ترجمان است در میان خواہد آمد ہر چند کہ بہ سان
ذات است نسبت بہ مدلول کہ نزد ادراک دال توجہ مدک کہ مدلول است عاشق کہ خیرے
معشوق می شنواں گرفتار معنی خبر است کہ۔ کائنات ہو۔ الفاظ مذکور را و نیستند حقیقت
آن است کہ ادراک و اصل میان ترجمان و حق است بلکہ حق عین آن ادراک است

۱۔ انہی رباعی معنی نقشبندی را در باب۔ منہ تدیس سرہ

و در صفحہ ترجمان مطالعہ جمال خود میکنند

ما کیم اندر جہاں بیج بیج چوں انت خود او ندارد بیج بیج

والله يقول الحق وهو يهد السبيل

۳۸. آن سیرنگی چو پر تو انداز شود پس راز نهفته را که عنماز شود

هر جانوائے ست بر کشد جملہ بہ خود وانگہ پیئے انکشاف ہر راز شود

این رباعی اشارت ست بانگہ آن نور بزرگ چوں قوت یابد پر تو اندازد و جملہ کاینات را فرد گیرد و در نور اینست او سرای حق در مراتب کاینات بطور رسد و معنی ہوا لاقول و لا خروا لظاہر و الباطن روشن گردد۔ سر این معنی آن است کہ چوں محب صادق بحضرت ذات مہذب شود پردہ محبوبان مجازی از میان بردافتہ صرف محبت در جلوہ آید ہر گاہ از ان مقام تنزل نماید سلطنت آن محبت ذوق جمال مجازی را از میان بردازد و بحکم محبت در جلوہ کاشا و غیب ہویت از مقام خود تنزل نموده در کسوت نور بزرگ متجلی گردد و چوں ہر چه مدرک میشود پر تو انداختن آن نور بزرگ آن است کہ مقروں بہر ادراک آن نور بزرگ مدرک میشود چنانچہ پیش از مقروں باں ادراک صورت ممکن مدرک می شد این معنی بعد از قوت گرفتن محبت است و قوت گرفتن محبت بہ توانستہ است و انجذاب است و بعد از پر تو انداختن درجہ دیگر آن است کہ در جملہ کائنات آن نور بزرگ را ساری یابد بنظر واحد و صور اشیا همچوں سرابے ہلے نور۔ درجہ

بلکہ لیکن حق قدامت نیست و ترجمان اسلاف متف۔ لایزہ ہوا۔ ناں سرابے بہر بار گشتہ جیب و سرتی۔ نسبت آن ترجمان بنات نسبت حرارت آفتاب است بہ آفتاب کہ بر کوسے ظاہر شود چنانچہ کورہ ذوق حرارت حرارت ما بین آفتاب نمی داند آن متجلی نہ۔ حاصل سر۔ آن ترجمان ما بین ذات دارد۔ نمی ماند فائدہ۔ اکی کہ مارے دار لیکن خود ان و ہم در بار داری اور ایک تفصائل بجزرت ذات است کہ خارج است از دائرہ تقریر تحریر۔ التفصائل ہلے تکلیف ہلے قیاس بہست رب الناس ما با جان ناس یک گنتم ناس را ناس ناس غیر از جان جان شناس۔ نہ این اتصال جان و سر و اصل راست نہ ادراک اورا۔ لا تمدکہ الا بصار و ہو یدرک الا بصار۔ منہ قدس سرہ۔

متہ زید ابوالحسن فاروقی موبد بہ حاشیہ کتابیں عبارت بطوریکہ نوشتہ است نقل شدہ۔ لیکن حقیقت این دو شعر است کہ بہ

این پنج مسووع شدہ اتصال بنے کیجئے قیاس بہست رب الناس باہا ناس
یک گنتم ناس را شناس نہ جان با غیر جان ی با شناس

دیگر آن است کہ علم و قدرت مظاہرہ از صور را بآن نور بدو بدل نور ذات یک ذات
وصفات یک صفت گردد **ملک الیوم باللہ الواحد القہار**

۳۹۔ گویند کہ چون رسیدن بہ کمال
چشم از ہمہ سو سر نہ ما ز اغ کشد
گردد و دو جہاں ز تر جہاں مالا مال
گوش از ہمہ جانب شنود بانگ تعال
منہیان طریق نزول می گویند کہ کمال تہذیبی مقصود نہایت احاطہ شود آن است کہ صور محسوسہ
مثلاً آئینہ و شہادتیہ تمام تر جہاں حقیقت شوند و فائدہ آن نور بزرگ دہند۔ زہر یک داک
رفع بصر و ہر یک سر ایندہ سبحان الذی لم یبصر قیماً من جہل وقال العجز عن
درک الادراک و من علم فلم یقل بمثل هذا القول۔ این اعلیٰ عالم باشد
لیکن تمامی این بچند مقدمہ دیگر است یکے فردقتن صور بجمت البطن البطلون دیگر بودن صور مظاہر
اسما و شیلون و دیگر انضباغ ظاہر بہ احکام گوناگون۔

۴۰۔ ممکن ز تنگنای عدم ناکشیدہ نخت
واجب بجلوہ گاہ حیاں نا نہادہ گام
در حیرتم کہ این ہمہ نقش غریب چیست
بر لوح صودت آمد شود خاص و عام
اکنون ما را در درجہ حیرت ماندن خوشتر ازین قیل و قال و حناں قلم را از صودت علم کشیدن
مناسب حال ۔

درین کت نہ انتم ہمیں پیدا تم و انتم
ازین پندار گوناگون وزین دانش پشیمانم
۴۱۔ اے گشتہ بہ ہر نمود بیہودہ گرد
این است صحت مکتبت ستمہ نشنو
در تست نمونہ کہ بس بے طرف است
بنشین و بہ ہر طرف مشوق و زنگ دو

ملہ این جا بمانی کہ خداوند موجودات و صور اشیا بمنزلہ مشکات است چراغ را و آن نور بزرگ کہ ظهور داد و شجرہ
طیبہ فرو و شیا شانیہ است و در فلک و بگوئی کہ کہی است و درخشاں بمنزلہ آفتاب است و در ضمن آن شجرہ کہ روح انسانیت
سخت مناسب است چراغ خلیفہ است کہ بصورت ضد خود را نماید و اگرچہ ہنوز مختلش فی ذات اللہ نہ شدہ باشد۔
ہر چند کہ او سر مشکات قہطل است و ایک متنوای چراغ و چراغ را یک فروختگی و در ہست کہ معنی نور عین نور لائق شان
اوست و نجاعل مغزش اقلیم است چنانچہ طائفہ سلیمانہ روح خنی را کہ بعضی از ظہورات روح انسانی بہ خدائی کہ گرفتند
پہدی اللہ نورہ من یشاء۔ منہ قدس سرہ

۴۲. یک لحظه سرے بجیب ہستی درکش حرفی انا گوئی را خطے بر سرکش
گر مردی بہ نامرادی خود کن یعنی کہ نگار نیستی در برکش

رباعی اول اشارت است بقرب نوافل و قرب فرائض. بیت اول اشارت بقرب اول است و بیت ثانی اشارت بقرب ثانی. رباعی دوم اشارت بہ نسبتی است کہ حاصل قرین است و خود کردن بہ نامرادی و در بر کشیدن نسبتی بہمت تم تکلیف است در فنا و استہلاک کہ اہل منہق بعد الجمع را می باشد باطن نشان غرق لجنہ فنا و ظاہر حاضر بہ آنچه می رود و اقرب طرق و حصول این معنی طریقہ علیہ نقشبندیہ احرار یہا است۔

۴۳. این سکہ کہ من ز دم بنام فقر است دین روشنی از نور تمام فقر است
بر خیز و رہ خواجہ اسرار بگریز کان راہ ز سرحد مقام فقر است

اقرب و اعلیٰ طریق مشائخ قدس اللہ اسرار ہم طریقہ علیہ احرار یہا نقشبندیہ است۔ اول در آمد ایشان را در اک بسیط است کہ غلبہ جہت حقیقت بر خلقت است و محل تجلی انوار ذات است و ظهور وجہ خاص است بمقتضای این معنی را کہ مغلوبیت ادراکات مرکبہ و ظهور تباہی صبح سعادت و حصول است حضور و آگاہی میگویند و ہر گاہ در غلبات کشش و انجذاب ادراکات مرکبہ تمام از میان رخت بوبند و بل بہ تبعیت و آگاہی نیز شحوت نماید تعبیر بہ فنا و فنا فانی کنند تو را تر این نسبت را وجود عدم میگویند و ملکہ ظہور این نسبت را بتواتر عظیم می شمرند

وصل اعدا اگر توانی کرد کار مرداں مرد وانی کرد

از اینجا است کہ در پس وقت میگویند وجود عدم منجر بوجد فنا شدہا کہ از فنا فناے صفات بشریت میخواہند و ہر گاہ حق سبحانہ بہ محض عنایت لہے بخشید کہ در پرتو آن نور دیدند کہ حضور با بحضرت پرتوے است از وصف حضور ذاتی آنحضرت نمودش فناے حقیقی مشرف شدہا از ایشان نہ نام ماندہ نشان ہر چه بہ ایشان منسوب بود تمام بہ اصل خود رسید

۴۴. این اشارت ہر با در کتب واقع شدہ و با غرض واحد است و جو خاص ہاں مدک بسیط است کہ مقدم ممالک است و جہت حقیقت اوست و نسبت با و تعلق ذاتی اوست۔ نمونہ قدس سرہ

ایں مقام معتم بقا باللہ است این جو در وجود فنا می گویند و می گویند وجود فنا وجود بشریت
 ہرگز خود نمی کند یعنی عادت اللہ بریں ہماری است فانی بہ اوصافش مرد و زن می شود حوالہ تکمیل
 ناقصاں دریں منزل است این کشف را کشف علیہ می گویند۔ تعبیر تجسلی ذاتی و شہود
 ذاتی یادداشت میکنند و حقیقت ان بعد اللہ کائنات را دریں موطن میدانند و در بیت
 اخروی را نیز دریں منزل اثبات می کنند فرق میان احسان و در بیت ہجوں فرق میان مشاہد
 صاحب جمال و در وقت صبح و در وقت اشراق آفتاب میدانند و میدانند و میگویند ہرچہ
 کہ انکشاف ذاتی صفت بصیرت است اما چون حق سبحانہ خبر داده کہ مر بارہ چشم را مدخلے
 خواهد بود۔ آہستہ و صدقتا۔ اگر می گفت پیشانی شمارا مدخلے خواہیم داد آن زماں نیز ایماں
 می آوردیم و شہود ما نظرت فی حقّیّ الا و رأیت اللہ فیہ او قبلہ او معہ را پیش از اطلاع
 بر اصول این طائفہ و تصدیق بر آن اصول چنداں اعتباری نہ می نمایند واکم معاینہ را ہاں اطلاق
 نمی کنند چنانچہ بعضی کرده اند بگی اہتمام ایشان در کشف علیہ و غلبات آن نسبت کثیرہ صفاً
 نیز از نظر ایشان محو می شود۔ از صفت و فعل جز ذات بیچ نمی بینند و در عرصہ وجود جز کیفیت
 بحث در نظرشان بصیرت شان نمی نماید این است نہایت مقام انبیا و اولیاء الباقی
 رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی۔ وَلَیْسَ وَّرَآءَ الْعُبَادِ اِلٰہٌ قَرِیْبٌ

۴۴۔ آمد چو رباعی ہمار از عشرات	خامش شدہ خامہ و دہن بستہ و دست
ما ہم سخنے را کہ بشر حش گفتیم	کردیم تمام بر محمد صلوات
۴۵۔ اندیشہ چو اربعین خود بود بسر	در تفرقہ اش چو اہل طن ہر منگر
ہر چند کہ ہست کل یوم فی شان	در ہر شانے نبی نشان دادہ خبر
۴۶۔ اے خواجہ دریں نامہ بے اسرار است	فہش ز مقبہ خود دشوار است
از کون و مکان مقید اتش فرو اند	مجموعہ ما سلسلہ الاحرار است

تمت الرسالة

نوزدہ تاریخ از اتمام این رسالہ مبارکہ کہ حضرت مولف قدس اللہ سرہ
 مد عجلیہ اعلان فرمودہ

۱۔ ہوا حکیم الفتاح المصنف ۲۔ لوائح محکم موجودیہ درکلم نقشبندی ۳۔ اللہ تعالیٰ بقائش ببادا
۴۔ وجہ عکس مرآت الصفا ۵۔ حیدر مولیٰ ۶۔ فیوض علیا ۷۔ سئل کلم خواجہ پارسا ۸۔
نخل حی موجود ۹۔ بل نخل حی وجوبی ۱۰۔ ملاحظہ وجودی ۱۱۔ مسکن فی بصیرت حدوتی ۱۲۔ نظم وجوب
۱۳۔ جملگی اسرار احباب توحید ۱۴۔ تجرع نصوص حکم ۱۵۔ نصوص حکم بے ثقل ۱۶۔ لب مقدمات
نقد نصوص ۱۷۔ فیض جود ہب الدین ۱۸۔ شیخ کل بادا ۱۹۔ صلی علی آئیم الانوار
وآہلہ

مجموعہ کلام

مجموعہ کلام باقی

مجموعہ کلام (۶۹ صفحہ)

خواجہ خواجگان و قبلہ راستان۔ صاحب تصرف انفسی آفاقی
حضرت خواجہ رضی الدین محمد السبّاقی مشہود بہ حضرت
خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ الات قدس

رموز اشارہ	نمبر شمار	عنوان	تعداد صفحات	تعداد ابیات
قی	۱	مثنوی قبل از زمان درویشی	۶	۱۳۸
گ	۲	مثنوی گنج نعمت	۴۴	۷۲۵
س	۳	ساقی نامہ	۵	۱۱۱
ضمیمہ س	۴	سلسلہ پیران طریقت	۱	۲۲
تاریخ	۵	تاریخ تولد ہر دہ پیران مبارک	۴	۹۵
تاریخ دوم	۶	تاریخ تولد خواجہ محمد عبداللہ	۱	۸
ب	۷	رباعیات ۴۹ و فردا ۳۷	۷	
		تحقیق طلبہ رباعیات و		
		چهار مندر		

مثنوی قبل از زمان درویشی

در بیان آنکه وجود صوری انسان بر چند که از عالم خلق است واجب باطن از حق تعالی است

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱۳۸ اشعار)

- | | | | |
|----|------------------------------|----|----------------------------|
| ۱ | من نه چنانم که نمود من است | ۱ | جای دگر رقص وجود من است |
| ۲ | نقطه عسیر اب جماعت منم | ۲ | دانه سیراب ذراعت منم |
| ۳ | ابوئی پیشانی من دلکش است | ۳ | قطره نیانی من آتش است |
| ۴ | عقل نمک ریز کباب من است | ۴ | خون جگر نام شراب من است |
| ۵ | مردم دیده به بند وائی ام | ۵ | گوش نصیحت به رضا جوئی ام |
| ۶ | دیده مستاع سردگان من | ۶ | شود دو عالم به نیکد ان من |
| ۷ | نختر مرغان سرچوگان بس است | ۷ | گوشه توج نمک جان بس است |
| ۸ | ناز مشک شکر ریخت | ۸ | در ته سر پوش نمک ریخت |
| ۹ | بر سر پر بند و گرامانده ام | ۹ | در بن هر سوئے شکر مانده ام |
| ۱۰ | خامه کلید بست در انگشت من | ۱۰ | گنج دو عالم همه درشت من |
| ۱۱ | نیکبیه به بالین جگر کرده ام | ۱۱ | خسته آلوده بدر کرده ام |
| ۱۲ | غنچه تماشائی بستان من | ۱۲ | رشک بهار است زمستان من |
| ۱۳ | حرف من اکنون به سخن گوئی است | ۱۳ | در پی مجنون بند جوئی است |
| ۱۴ | بر سر پر نکسته علم می کشم | ۱۴ | بر دم و بر لحظه ستم می کشم |
| ۱۵ | دیده عالم به تماشائی من | ۱۵ | بلبلم و غنچه به سودائی من |
| ۱۶ | گر بدرم در بدری نیستم | ۱۶ | زان خودم از دگر نیستم |
| ۱۷ | گوهری از کان خمیر من است | ۱۷ | از نمک ساده خمیر من است |
| ۱۸ | صفحه خاطر ورق خویشی ام | ۱۸ | تاج مکرل سرور ویشی ام |

- ۱۹ آہ چہ گفتم دے خامے زوم
۲۰ ہرچہ مرا بہت اندو دیدہ ام
۲۱ کردہ بہ ہنگام بیان ادب
۲۲ زان بد بیضایے پیئے تقصیر من
۲۳ غرور و کلام حرم اتحاد
۲۴ پیر و جوان خوشہ یک دانہ اند
۲۵ در نظرت ہر مژدہ چندیں کثرت
۲۶ خیز و زلمے نظرت راست کن
۲۷ شیر شکاراں مسیحی نفس
۲۸ اے نمک بے نمکاں در دلم
۲۹ آتش سودا سوسے مغرم و وید
۳۰ زخم دلم مرہم آں دود شد
۳۱ آتش و آبے کہ دریں منزل بہت
۳۲ خاک بشودل بہ گرانہ منہ
۳۳ بے غوغے شمع نیفر و خفتند
۳۴ خیز و بہ سوداے شکارے بتاز
۳۵ مست نہئی پائے غلے بگر
- ۱۹ دستہ کوتہ بہ تمامے زوم
۲۰ ریزہ زرخان کر مش چیدہ ام
۲۱ نرمی و سختی بہ فسون و غضب
۲۲ ساختہ مستراض گلگیر من
۲۳ آہیسانند و ششہ نژاد
۲۴ یک کف سر جوش کویا نہ اند
۲۵ احویت باعث اپی کثرت
۲۶ ششہ خود را گرا راست کن
۲۷ بہیدہ چندین نہ زوندے نفس
۲۸ شورش شوریدہ دلاں حاصل
۲۹ آتش رہوار مرا پے بید
۳۰ ریزہ الماس نمک سود شد
۳۱ چشمہ رہ غنطربل است
۳۲ پشت تغافل بہ جوانی منہ
۳۳ بہیدہ افسانہ نیا موختند
۳۴ چند نشینی پئے کارے ستاز
۳۵ دست دل و دامن پائے بگر

در بیانے آنکہ دنیا و غم دنیا پیچ است و از آنے مطلقے ادستے

- ۳۶ جس غم بہیدہ چہ چیز است پیچ
۳۷ از پیئے فارت شدہ آہے بکن
۳۸ دل بہ گلستان دگر بستہ اند
۳۹ آتش خود را کف آبے زدہ
۴۰ بستہ بہ آتش گذر آب را
- ۳۶ ایں ہمہ سر ششہ پرتاب و پیچ
۳۷ غارتنیاں اندنگا ہے بکن
۳۸ اے خنک آہنا کہ ازیں بستہ اند
۳۹ دست بہ فتراک سحابے زدہ
۴۰ سوختہ اے حسد من متاب را

- ۴۱ درین دندان تو کل نشین
 ۴۲ دست طبع از دل خود و دل کن
 ۴۳ گوی مگسی دست ملامت بگیر
 ۴۴ بر سر بر خوان نطس انداختن
 ۴۵ دل به شیخون کشتاش دبی
 ۴۶ بر سر هر نقشه گرانی کنی
 ۴۷ سنگ ملامت سر دندان تو
 ۴۸ گوش بر آواز دهن مانده
 ۴۹ دست سوسه خوان عنایت بکن
 ۵۰ چلیست پیش پیش پیش دست
 ۵۱ جمله ازاں خوان کرم می رسد
 ۵۲ گر به مثل سنگ حصار آوری
 ۵۳ تنگ به بندی لب مقصود را
 ۵۴ روزی پیوسته فراوان رسد
 ۵۵ در پیست از روح سبکتر رود
 ۵۶ در به دوس پائے طلب بر نهی
 ۵۷ باد شوی در طرف جستجو
 ۵۸ آنچه نه از تست تعاف فل کند
 ۵۹ دست خوش سنگ نه امت شوی
 ۶۰ صاحب عالم به همه حاضر است
 ۶۱ باشی که چون روز قیامت رسد
 ۶۲ شخمه پر شش به ندامت برد
 ۶۳ خواهش اگر پیش و گر کم بود
 ۴۱ خار مشورت قدم گل نشین
 ۴۲ کلبه خود حستانه ز نبور کن
 ۴۳ در نه ره و رسم سلامت بگیر
 ۴۴ نزد زبون گیری خود باختن
 ۴۵ به نرم بوسیده به آتش دبی
 ۴۶ آب شوی حبه فانی کنی
 ۴۷ در جسم زبان مانده خوان تو
 ۴۸ مانده در کام سخن مانده
 ۴۹ این همه بیخ اند و کفایت بکن
 ۵۰ رازق بر خواجده و درویش دوست
 ۵۱ هم بخوشی هم به ستم می رسد
 ۵۲ از خور و آشام کن آوری
 ۵۳ سنگ دبی خواهش نابود را
 ۵۴ باد کان بر سر احسان رسد
 ۵۵ باد شود با نفست در رود
 ۵۶ خواهش عالم همه بر سر نهی
 ۵۷ خاک شوی در گذر آبرو
 ۵۸ غنچه بیهود گیت گل کند
 ۵۹ مسخره و گوی ملامت شوی
 ۶۰ بر بد و بر نیک همه ناظر است
 ۶۱ از همه سوبانگ ندامت رسد
 ۶۲ بر سر دیوان حسابت برد
 ۶۳ پلای خواهش به جستم بود

۶۲ بر سر چہ پاسے چو بہادری است خواہیکے خواہ و دافقادی است

جانب خوابان نطفہ افگند رنیت

زندگی و بسیار بود مردنیت

حکایت

- ۶۶ بے خبر بود گرفتار خویش جوش زن از گرمی باز از خویش
- ۶۷ مرحله پیموده بہ سوداے زر کردہ بہ ہر بادید و در گزر
- ۶۸ تا کہ ازاں جب کہ بہ پیشانییش بود و حفر ز پریشانییش
- ۶۹ گوشہ چشمی بہ شکارش رسید طرفہ نگاہی شے کارش رسید
- ۷۰ خواجہ سوداوندہ دیوانہ شد عاشق آں نگاہ منانہ شد
- ۷۱ اسی ہمہ اسباب یہ یک جو فروخت خرمن بیفائدہ را برق سوخت
- ۷۲ رقص کنان گرم تمنائے خویش نے سر سوداے نہ پرانے خویش
- ۷۳ ہم سفرے داشت بہ سوداے خام شد بہ ملامت گریش تبتیز کام
- ۷۴ آمد و گفت ایں چہ مستی کہ چہ بے جہت ایں بادہ پرستی کہ چہ
- ۷۵ یک نظر است ایں ہمہ غولی مکن با خرم از تو۔ فضولی مکن
- ۷۶ چوں سخن سرود بہ گوشش رسید گفت کہ اے درد دل یخ ناپدید
- ۷۷ بے خبری از من و کردار من رو کہ نہ فی محرم اسرار من
- ۷۸ شعلہ دیگر بہ چراغ من رسید باد میجا بہ و ما غم رسید
- ۷۹ شد چو بہ دل ریزہ الماس خوار خواہیکے ریزہ و خواہے ہزار
- ۸۰ در سخنم را بہ گزاف آوری بر سر تہمت ہمہ لاف آوری
- ۸۱ مردنم اینک خستہ حال من دادن جاں شاہد احوال من
- ۸۲ چوں دم آخر نفس گرم داشت دست اجل از رخس آذر دم داشت
- ۸۳ آمد و آں نعت گرامی سپرد سروی و گر میش تمامی سپرد
- ۸۴ باقی از افسانہ مردم خموشش در تو اگر چاشنی بہست جوش

- ۸۵ ورنہ برو آتش می و ام کن
 ۸۶ تائبہ تو یک حُصْر غنایت کند
 ۸۷ ساقی السام می آمد سرا
 ۸۸ دست پر آور به منے لاله رنگ
 ۸۹ تا مگر امروز به را ہے شوم
 ۹۰ عشق بشارت ده فرزا نگي است
 ۹۱ عشق کمال است به بر سو کجا است
 ۹۲ عشق مجازی لقب او نهاد
 ۹۳ دست من اکنون به گرسفتن است
 ۹۴ روز دگر رونق دیگر دهم
 ۹۵ کوشم و چندانکه به دیار رسم
 ۹۶ چند دگر سنگ کنم قوت خود
 ۹۷ باغ به شتم نفس گل کنم
 ۹۸ کام شوم مشرب به دل خورم
 دست مرا سوسے عشق برید
 ۱۰۰ بر سر آں خواں که کریبان نهند
 ۱۰۱ همت پیراں مدد جان من
 ۱۰۲ ار که به همسانگی مردم است
 عشق سخنندان رموز من است
 ۱۰۳ زینت دل رونق ایمان من
 ۱۰۴ حال تو هم با تو بگویم که چیست
 ۱۰۵ اے تو نمک پاش کباب دلم
 ۱۰۶ موی شکافتہ معنی توئی
 ۸۵ ساقی خود را نفسی رام کنی
 ۸۶ حاصل کوین گفت ابیت کند
 ۸۷ حقه همی حجام می آمد مرا
 ۸۸ شیشه ناموس بلیکن به سنگ
 ۸۹ قابل تحسین زنگاست شوم
 ۹۰ عشق نه از حجله دیوانگی است
 ۹۱ قصه غنای صفت کیمیا است
 ۹۲ صد در آرزو سوسے حقیقت کشاد
 ۹۳ روز نخستین سخن گفتن است
 ۹۴ حقه درویش و تو نگر دهم
 ۹۵ موجد بر آرم به نریا رسم
 ۹۶ در صد سودن یا قوت خود
 ۹۷ هر چه بگویند تحسین کنم
 ۹۸ جام شوم زهر بلبل خورم
 بر در در یوزة احمد برید
 ۱۰۰ شاه و گدا را همه یکسان نهند
 ۱۰۱ لطف عزیزاں پیسے دربان من
 ۱۰۲ گر همه دیوانه است رهش خود گم است
 ۱۰۳ در دل شب شعل سوز من است
 ۱۰۴ مونس من عسرم من جان من
 ۱۰۵ خود تو بگو عسرم این چه کیفیت
 ۱۰۶ چاشنی انداز شراب دلم
 ۱۰۷ شاهد و ساقی و معنی توئی

- روئے زمین آب وجود از تو یافت ۱۰۸ پشت فلک چشمه خود از تو یافت
 پنجه غور مشعل بردار تو ۱۰۹ ثابت دستیار پی کار تو
 اے کہ سر عشق بازی تراست ۱۱۰ خواہش این شعبده بازی تراست
 بایست اقل ادب آموختن ۱۱۱ دیدہ بہم دوختن و سوختن
 بے ادبی راہ نمود ہواست ۱۱۲ ورنہ ہوا از چہ و عشق از کجاست

گر سیر انس است ۱۱۳ سخن گوش کن
 ورنہ گوہی شد خاموش کن

حکایت

- در طرف روم یکے ماہ بود ۱۱۴ لائق نطارتہ و دلخواہ بود
 شہد و شکر را بہم زبختہ ۱۱۵ بر سر آں کان نمک ریختہ
 شانہ و آئینہ نگندہ دوست ۱۱۶ رستہ ز منت کشی ہر چہ بہت
 در ہوس زینت ز خسار خویش ۱۱۷ کردہ حوالہ بہ ادب کار خویش
 عنبر احسان عمل یافتہ ۱۱۸ خالیہ عتد و جل یافتہ
 باد میچاپیے ز بہت گریش ۱۱۹ ساختہ از گرد و تکلف بریش
 سرو قدش در روش روح پاک ۱۲۰ در حنم تعظیم ہو سجدہ خاک
 ماہ کہ سر حلقہ بہ گردوں نہاد ۱۲۱ صبح بگر رو بہ زمین چوں نہاد
 چونکہ بنفشہ سر تعظیم یافت ۱۲۲ دست دماغ از کر مش سیم یافت
 سنگ دور دے بہ ادب نشست ۱۲۳ لعل شد و بر سر سحر نشست
 خسرو عاقل دم بے پاک زد ۱۲۴ آمد و زخمی حب گرش چاک زد
 کوہ کن از تلخی نسکین خویش ۱۲۵ شیر بہا یافت ز شیریں خویش
 تخفہ نفس در نفس خویش کرد ۱۲۶ چشم ادب بیک و نفس پیش کرد
 آخر گلابانگ تحسین گرفت ۱۲۷ دست کشادہ دہن گل گرفت
 سادہ بنے رفت بہ ہمانیش ۱۲۸ لب بہہ افون پریش نیش

- ۱۲۹ آن صنم آنقصه ادب کیش بود
 ۱۳۰ بر بد و بر نیک خوش اندیش بود
 ۱۳۱ گفت که ای سیمبر ای شیوه چند
 ۱۳۲ نخل بر دامن توئی میوه چند
 ۱۳۳ دست به نشاطه گرمی باز کن
 ۱۳۴ گرمی بازار خود آفت از کن
 ۱۳۵ گل به شب تیسره منور که دید
 ۱۳۶ محشّے بے زرد گوهر که دید
 ۱۳۷ گوئی فلک ای همه آهسته نیست
 ۱۳۸ دیده خورشید فرو بسته نیست
 ۱۳۹ وقت کمال است شستن که چه
 ۱۴۰ آخر مه نیست شکستن که چه
 ۱۴۱ لازم خوبی ست ستم کیشیت
 ۱۴۲ معنی ناز است کم اندیشیت
 ۱۴۳ زهر گیا از بکشد پاک نیست
 ۱۴۴ در نفس ما تو تر پاک نیست
 ۱۴۵ شوخ ادب چون سخن بزم گفت
 ۱۴۶ اگر چه بر آشفست عجب گرم گفت
 کرد لب از آتش معنی بجوشش
 گفته حسد و نکته به نکته به گوشش

تمام شد ثنوی قبل از زمانه درویشی
تعداد اشعار

(۱۳۸)

مشنوی گنج فقر

کہ در زمان درویشی نظم نم شده
(۷۲۵ اشعار)

حسد اذنہا بفقرم را بنماے ۱
 کہ از ناکامی خود کامیابم
 غنا و فقر و فقر اندر غنا گم
 شوم و فقر در پائے الہی
 ز آشوب و افسوس پر تجمیع
 گمے زبیں ہر دو بالا تر گزینم
 بے بخشش ایم از موج تغیر
 بگیرم در کف از در شاہولے
 ز جوش بیہوش چون گردم سبک سیر
 بیابانی چہ ازیں گونہ پستی ۱۰
 صدق چندے گرفتہ در کمالات
 صدق بشکن زور یا گوہر آور
 عروساں طالب ہیں گوشتوار اند
 یکے در پردہ گفتار خمینہ
 اگر شد پردہ نازیبا چہ پاک است
 چون نور پردگی بیرون شتابد
 طلب بیدار شد وقت قبولست
 درے زان رہ سوسے در گاہ بکشائے
 دران اسداس کل آرام یابم
 بشویم دست ازیں شوریدہ قلام
 امانت دار و رہائے الہی
 گمے خود را صدق بنیم گمے در
 فصاحت بجز را در خود ببنیم
 کتم و امان کوہ و دشت پرور
 ہم از خود بر خود افشایم نثارے
 بیند ازم بنائے ایں کہن دیر
 اگر در پائے خود قطرہ ہستی
 ز پیرنگی بزرگ است ادکارت
 تو خود خود خاص خود شو سر بہ آور
 بروں آنا پاست سہ گزاند
 بجوش نو عروس خوش در آویز
 جمال پردگی میں تابست کل است
 کسے از پردہ جہانمے نیاید
 بجویم گر چہ می دانم فتنو بست

کنم از گنج فقرست آگه اندک
و دایم در سخن بسم الله اینک

توحید باری تعالیٰ عز اسمہ

بنام آنکہ دریلئے وجود است
نمودی فارغ از تنگ جدائی ۲۰
چو انجم پرده را یکسو نہ کردہ
ملے انجم پرست چہ کوتاہ
ز استیلائے عشق نامتعبتہ
شدہ و قیبت ناپائیدہ چند
بسے کیا سب می باشد درین کو
کجا آن عندقہ بحر مطالب
وجودش موج القی بیابد
بہ بیت موج عشق یکدست
ذیک بحر است چہ نفس چہ آفاق
عجب بحر است خود در خود شنار ۲۱
اگر علمے است از علم خدائیت
درین معمد و کثرت را چہ کار است
اگر قدرت و کر علم و ارادہ است
ہماں اہل نسب بے چند چوین است
ز بحر خود او کو قین جوئے
سبوتے نہ کہ از جوہر کثرت سر
سبوتے خاک و آتش او ندیدہ
چو آب صاف خالی از کثافت

ذیک موجش دو عالم را نمود است
فروفتہ بہ بحر آشنائی ۲۰
بروں گشت بے اظہار پرودہ
نگر دیدن این اظہار آگاہ
فندور رفتند در بحسب مجرود
ہوادار شد و آشنہ چند
خیل لا احب الا نسلیں گو
کہ سرچید ز امواج کو اکب
ز اصل موج آگاہی بیابد
شود با موج عالمگیر مرست
چہ حسن و عشق چہ قید و چہ اطلاق
تعالیٰ شانہ اللہ اکبر ۲۱
نمودی ہم کبریائی بادشہیت
ہمیں کینات و دیگر اعتبار است
بظاہر نسبت چہ استفادہ است
زہر نسبت کہ می دانی بروں است
ز جوئے لطف او آدم سبوتے
سبوتے آب رفتار و شنار
حندایش جگہ از آب آفریدہ
شدہ ظاہر ز بیرونش لطافت

لطافت عکس نور لایزال
چہ عکس است این قدر از اصل معبود
نہ سے قدرت کہ چندیں پیش و کم است
ہماں بروحدت خود پائے برجا
ازیں کثرت بیفزود اعتبارش
حوادث را بذاتش نیست کارے
بنام این زوے دریاے سدرہ
ازیں دریائی دائم چہ گویم
چو من در نیستی گردم تھی گرد
خبرداران این بحر پر از نور
لقاب غیریت بر او کشیدہ
در آں پر وہ کہ دریا خاص خود بود
چو من در موج دریا رہ نور دم
۴۰ نہ اں عکس کہ از اصل است حالی
چہ فضا است این ہمہ سبحان ذی النور
ز بحر شفقہ بیروں بیندخت
ز خود کرد این ہمہ کثرت ہویدا
وزیں جنبش نہ شد ہرگز قرارش
نیاید ہرگز ش فضا است باے
نقلے اللہ رہے ملک مؤبد
چو در موجش ز ہستی دست شویم
کہ خواہد گوہر از دریا بر آرد
وجودے داشتند از غیر فتور
جالش چشم غلو تے ندیدہ
۵۰ چنینی دائم کہ خود غواص خود بود
گئے در فرق و گہ در جمع کردم
چو گویم زیر چو گالی ارادت
بشارت باد نچتم را سعادت

مناجات

خداوند! دریں چاہ نفس گیر
حلاوت گیر دلہائے عسذیراں
سرائے سرسبز خویزہ مردم
ہم منتقاد البیس بعین را
بسر باری رسیدہ نفس نامے
قبولے گرچہ از شیطان شتودہ
طلسم جبرت و زندان تن و یر
فرج بخش دماغ بے تمیزاں
مشتعلہ حسانہ پر مار و کڑوم
نہادہ ز جسم جان نازنین را
کشیدہ از منے البیس جلمے
ز شیطاں گوشتے رسوائی ر بودہ

ہمسایس را منہ نہ بے قیبل
 و آتش زاده دیو آدمی رنگ
 من بے چارہ از دستش ز بونم
 گمے در چشم و گہ در آرزو و خوار
 گمے در خلوت شیطان کشد و خمت
 گمے بر روی کارم پرده آرد
 گمے ناز و پئے کسب کمالات
 گمے این ناستبول از بس عداوت
 ز درویشی کنت شرح و بیانے
 گمے آید در سکوت و در وقت کمر
 کہ جانش غرق در بامے وجود است
 ز مانے در مناجات آور و روئے
 کہ از بہر چہ تخم زہد کارم
 از بس غافل کہ و نبے لعین را
 لعین دوست را پرورده نتوان
 گمے در عشق بازی انگند گوسے
 دل اندر دست نظارہ نہادن
 بر آمد و دوش از زلف مجید
 چو بیت فتنہ رفتار و قامت
 چو چشم پر خمار افستد و چاروش
 کنت مژگان خوریز اذ کنت ارہ
 نگاہ آتش افروز و جنوں را ۸۰
 بسوزد و خرم صبرش سکوں را

خطابش و شہرہ لعین عز از بیل
 آتش بارگی عالم از رنگ
 درون چہ او بارش نگویم
 میان آب و آتش دار و دم کار
 در ایوان سید نجات ز ند نخت
 یقینم ز ابستاریکی گزارد
 و ہدف تمام ستارہ ج خیالات
 پئے حبشہ قلوب آرد ارادت
 ز علم و شہرہ خواند داستانے
 شود اہل ارادت از تصور
 بروں از خلق در عین شہود است
 ز فکر آخرت گردیدہ یک سوئے
 ز سر لذات فرودے ندارم
 پرورده فساد کار دیں را
 چو پروردی عبادت کرد نتوان
 ہوا دار بیتان عنبریں موئے
 متابع عقل و دیں از دست دادن
 در اں دام بلا گرد و مقبیلہ
 فراکشش شود ہول قیامت
 شود آشفہ روز روز گارش
 بیجاری و شش را پارہ پارہ
 بسوزد و خرم صبرش سکوں را

۱۔ ایک شخص میں یہ ہے: نگاہ آتش افروز و جنوں بار بسوزد و خرم صبرش بہ یکبار

فسون از دولت تریاک روشش
 شود افسانہ روح و دماغش
 بنسہائے خوریزار شود چید
 ورین دکان سودا چسبہ ماشم
 غبارے را کہ بنہادی اساکش
 تخت از خلوت افکندی زرش
 فرستادی ورین ظلمت سرایش
 بصد بیگانہ ہم افسانہ کرمی
 محبت نامہ در جنبش نہادی
 باستاد ہوس تسلیم کردی ۹
 نسیم غمزہ سہ داری بباغش
 عنان غفلت بگرفتہ زدستش
 طریق عشق بازی را نمودی
 خود از ہر سو عبیر افشان سیدی
 لباس مختلف پوشیدہ سرمست
 بھما اللہ کہ مسجودم تو بودی
 اگر در دیر و گرد کعبہ بودم
 تو بودی حل چندی مشکل من
 ہمیں سگر م سودائے تو بودم
 اگرچہ این سخن مستانہ گفتم ۱۰
 دور وزے کا ندیں بیت خانہ بودم
 ولے ہر یک بر آوردہ دکانے
 در توحید برویش کشادی

ز نخلستان حسد آروفتو حش
 دم سرفے بیفروز و چراغش
 نہ دیش ماندہ نے دل نہ تدبیر
 بایں آہنگ تاکے دل خراشیم
 بلطف خویش کردی روشناسش
 بدیں ویرانہ کردی رہنمونش
 شکستی خار محنت زیر پاشش
 پچندیں دیو و دہنخانہ کردی
 دبستان بلا را در کشادی
 بحد متنگاریش تعلیم کردی ۹
 دے طرفہ دیدی درد ماغش
 بشیریں عشودہ دادی شکستش
 دل نا کردہ کلمے را ر بودی
 آئینے کہ می ماست دیدی
 ر بودی صبرش اول کارش از دست
 مدار بود و نا بودم تو بودی
 بنوی گفتم از تو می شنیدم
 تو بودی راحت جان و دل من
 بہر جا در نمستائے تو بودم
 غبار شدک چندیں سالہ رفتم ۱۰
 بساں شجہ صند و اندہ بودم
 بہر جا رنگے دھند سونشانے
 شعورے در دل رستہ نہادی

وجود رستہ برقی گشت ہواں
 بروں رفتہ ز خود چوں از پست
 و گردانی کہ من حق ناشناسم
 مرا بردار خود کن ز حسبمانی
 چو من بے اعتبارے خاک بہتر
 دریں دریا کہ ناپید است راست
 ز بویے خواہم از یک لب خوش آبنگ ۱۱
 بنمایے آیدم در دیدہ گستاخ
 و مانم خود من و شی می نماید
 دریں فیروزہ کاخ آدمی خوار
 تو بے مسکین نواز بیج پرور
 چو در گوز استخوانم را گزارند
 کہ من رنگ ریاض شک ندانم
 مرا بیجا صلیہائے تمام است
 بزد در خرمن صد رنگ پوشاں
 بجستم از میان دشمن و دوست
 دریں معنی زار باب قیاسم
 "انا الحق" گو و "سبحانی" تو دانی
 ازین غش نعت بہستی پاک بہتر
 خیلے گرفتہ ز بزد چہ عار است
 کہ ہم تاجسم بر اندازد ہم اورنگ
 نہ از صحرا خبر یابم نہ از کاخ
 مے گر پر وہ پوشش آید خوش آید
 غریب افتادہ ام بے یار و غم خوا
 بجلاں گاہ ہیجا نم در آور
 پئے گفت و شنودم بر نیارند
 "من" و "تو" در وجود خود خوانم
 عذاب گور تہ سیدل کدائم است

بجائے نام زان شود و نکستہ دانی

تو دانی بکن کارے کہ دانی

حکایت

شنیدستم کہ می نالید پیرے
 جنوں در کاو کا و سینہ اش بود ۱۲
 ہمانا بود اول می رلودش
 ہماں بے رنگی و بے اعتباری
 سرشک از دیدہ می بارید و می گفت
 ز دنیا و ز عقبی گوشہ گیسے
 ہوائے خلوت ویرینہ اش بود
 جمال خود ہستی می نمودش
 و مادہ می فسد و دش بیقراری
 شگاف سینہ می خارید و می گفت

۱۱۔ اکب شخہ : ر بویے خواہم از یک لب خوش آبنگ

کہ ہر کس را تمنائے محالیت
مرا ہم در داغ آرزو خمیند
کہ می دانم مرا دم بر نیاید
ولیک از قسمت قسام ذوالمن
ہمیں نابود خود می خواہد و بس
چو در حشر از حد بیرون گنم سر
مباد آں دم شوم از خود گرفتار ۱۳
بفضلت چوں بہشت آیم خراں
داغ خود پرستی نیست در من
بلے آں را کہ چشم تیز بین است
بروں از دوست آرا می ندارد
من طفل سخن نادان و در خواب
زمانے حلقہ این در زخم چست
شوم ہمراہ مرداں اندریں کار
باتش در وہم رختے کہ دارم
برہنہ از خود و فارغ نہ پندار

نہانی ہر دے را قییل و قابلیت
نجا رہے می و دود نو میدی انگیز
ازیں شمش در کشادہم بر نیاید
بصحت ناشنوجانے ست در من
ہمیں در آرزو می کاہد و بس
زمن بونے نیامند اہل عشر
بہ نفسی نفسی ام افستہ سروکار
غبار قصر و باغ از من ہر افشاں
سر بالا دستی نیست در من
دلش با داغ خواہش ہم نشین است
بخود قطعاً سرانجام ندارد
پے آں راہ گیرم اندریں باب
گنم پسند تعلق از ہمہ مست
متابع فتنہ را گردم خریدار
قلند رو دار آہنگے بد آرم
ازیں بازار بردارم سروکار

ز لوح دل تراشم نقش هستی

زمانے دا رہیم زیں خود پرستی

در نصرت حضرت رسالت پناہ ﷺ

گرم فیض از دل بخشد دل دوست
ازیں باقیال یا ہم حستہ امے
سر شک افشاں زہیں بوس ثنا گو
کہ در ہم ریزم این تنجائے بہت
کنم خاصان آستد را سللے
بسلطان رسالت آورم رو

چو در لطف ارہ روشن کنم راسے
 تماشا را حسب گنجشم کہ می جوش
 بدل گیرم سعادت ہم نشین است
 جمال خواجہ معراج وجود است
 نسیم راحتش پیک امین است
 چو در ایوان ماز اغم مقام است
 شنایش با ثنا خوانیش مگذار ۱۵۰
 قدش می گوید اسے من خاک پایش
 سہی سروے زبستان خدا بیست
 سرائے کون وارہ نور بنیش
 کلام زندگی بخشش شیر است
 ہماں عیسیٰ ازیں دم بہرور بود
 سر فیل است ابجد خوان این رس
 رخس مراست نور لامکاں را
 کہ ہاں در من چو دیدی بے شک و شب
 درون پردہ من بودم کہ آدم
 جمال یوسف از من آنچہ داشت ۱۶۰
 دشمن اسہتہ با خود در ترانہ
 حریف راز دارم دیگرے نیست
 چنین دارم کہ اسرارش کماہی
 عروس خلقش اندر شرح اینست
 سرائے حسن و خلوت گاہ عشقم
 صفات دوست ربے نقل و تحریل

دریں لطف ارہ جاوید اتم از پائے
 تما را وہن گیرم کہ خاموشش
 مقام "قائب قوسین" تو این است
 بقول ذرۃ الستار وجود است
 زمین خد متش عرش بریں است
 بہشت و عور و قصر اینجا کہ ام است
 تو نادانی زبان خود نگہ دار ۱۵۰
 کہ بے ہمتاست سرو دلربایش
 ستون بارگاہ کبریا نیست
 ازیں فانوس شمع آفتابش
 کہ روح القدس از بے بہرہ گیر است
 کہ در انقاس او چندیں اثر بود
 نہادہ گوش در سامان این درس
 صلا در دادہ بیانی جہاں را
 خدا بین آمدی در پردہ غیب
 ملک راشد بسجود می مکرم
 کہ عالم را چہاں زیر و زبر داشت ۱۶۰
 کہ از تیر عجب دارم نشانہ
 نہال عشق را جز من بے نیست
 خودش می داند و علم الہی
 کہ نورندس من پردہ نشین است
 زمین جوئید رہ من راہ عشقم
 منم یک نسخہ و یک نسخہ تنزیل

خدا جوئے کہ درین آورد و دے
بدول از شک و غار غ از روایت
چو پوش درفش گرد نفس گیر
شود دانا اسرار نهانی ۱۷۰
جبین فکرش بالفظی حوں در
زیک جانب جمال دست یکن
دل از معلوم خود آزاد کردن
و بم تبیح و استغفار بسیار
چو در دل نور تحقیق آورد و جوش
از ازل لب سیر استغفار نیست
زبان اشک بر خدای گلزار
بروں در وادہ اسرار نهانی
کہ طعناں را درین کشور گز نیست
چو عشق از نامرادی آب گیرد
بیک یکے تہ اش صد گونه راز است
ہمین بس کہ بسند ستم سلاے
درین حسرت رہ بہبود یا بم

۱۸۰ برومندی رہ تا یاب گیرد
فرو داحت مر کہیں منزل راز است
کہ کارم گیرد از دے انتظامے
روانش راز خود خوشنود یا بم

بہن کرمتہ یا ذا المکارم
علی خیر اور یصلی وسلم

مخاطبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

پیا اے آرزوئے سید چاکاں
درین بستان اگر خاکے شود کم
مرا از من بچالاکی برافشاں
کدامی مرغ خواهد داشت ماتم

دیریں گلشن اگر برگے نشود زرد
 چہ خواہد شد اگر دریا بجوشد
 فلک گرتند باوے را نگار د
 بیامے نوح طوفانے برانجیز ۱۹۰
 اشارت کن موج پر تلاطم
 فرو آئے کلیم اللہ ازین کوہ
 عسائے اژدہا صورت جنباں
 نماے خواجا بدوئے ہلالی
 بگفت اور زبان گوہر افشاں
 یکے روئے جہاں افروز بنا
 بتے را گرئی بازار بشکن
 بکن دکان این شیطان مشوش
 سرگردن کشی در حجبہ آور
 گرفتہ ناکس کژ مرز باخم ۲۰۰
 نقاب کبریا از پیش بردار
 دیریں دیر کمن تہہ شکستی
 فسون ہمدن نابود کردی
 بنے دیگر دیریں رہ خورد گرداں
 بے رخت ہدایت بے رواج است
 من اکنون خود سپند این ستارم
 بے جہنم دیریں نابود گشتن
 دے دارم کہ بجے را غلام است
 چو دریا بے ملاحظت برزند جوش
 کہ خواہد خاک بر سر کرد ازین درد
 نقابے بر سر یک قطرہ پوشد
 کزین غسل غبارے را بر آرد
 بایں خاک ہوس آلودہ بستیز
 غبارے شرک از رستے دین گم
 تحت لیکن بایں مشرعون اندو
 نمود چند را نابود گرداں
 شب خوں بر سر شوریدہ حالی
 غبار ہوش از مغزم بر افشاں
 حجاب ماہ ور شک روز بنا
 خلل در طاق این کسری بیگن
 بہم برزن بساط آب و آتش
 ابو جہل ضلالت را بزین سر
 محمد را رسول اللہ دانم ۲۰۰
 مرا ہم سندرج در امتی دار
 دل چہندیں صنم خواہان بختی
 ہدایت را سپندے دود کردی
 صنم خواہ دگر را دل برنجہاں
 دیریں دکان سپندے احتیاج است
 نایک شعلہ در اہبتیاہم
 ز نو گرمی داز من دود گشتن
 ماندک جلوہ کارش تمام است
 کمن یکبارگی خود را منداوش

چو در عشق تو حباً نفریائے باشم
کدام من که پا بر حبائے باشم
حکایت

چو بسینه عشق در جنون اثر کرد
که دل از بند خود یکبار برداشت
تنش سرگرم خواہش زندہ می بود
علم پیروں ز داز سہایش آن ورد
فتان برداشت بیداد نظم
ہمسایک دل بتدیرش دودیدند
نخست از مردی و جوش زبانی
ترجمہ را شیفہ خورشید کردند
شب معنوں و بیداریش گفتند
ہماں کا ہیدن و خوار می نمودن ۲۲۰
ازاں سر بستہ غم تعبیر کردند
دلے معنوں و دلے جمع گزرداشت
و گزرد از عشم خورم نہ اند
سخن القصہ و رگرمی در آمد
بمیران مروت رخس را اندند
کہ ما نیست تقصیرے دریں باب
کنم اینک رنج لیلی نیست

تمنائے در آن دیوانہ سر کرد
نہ از راحت نہ از کامش خبر داشت
دلش از زندگی شرمندہ می بود
عزیزاں را و خویشان زخمیہ کرد
سرایت کرد و در دہساجسم
ز رو تیغ و زباں پیروں کشیدند
فستادند لختے از معنائے
سر عجز فقیر ہی پیش کردند
سر شکب خون و خواریش گفتند
ہماں ناری و پیزاری نمودند
بصد سگیں ولی تقصیر کردند
دلاں صد پردہ خود آہنگ برداشت
حدیث عشق ہر بیغم نہ اند
عزیزان صنم را در خود آمد
پہ تسلیم و رضا گوہر فشانند
ولیکن تاب می باید کجا تاب
دلے ہوشے ز معنوں باید بچیا

خود آن بے چارہ سداً بدمش است
خود افسون خود و خود خوابش است

حکایت

برآمد پیشہ از باد دل تنگ
بدامان سلیمانے بزد چنگ
وزان پیشہ اگرچہ ظلم رہ داشت
دو قوسے ہو قوت تا خروست
بہم در ساختند از فطرت خام
نداشتند محبتوں را کہ مست است
دل دیوانہ اش در تیب عشق است
عروس عشق ہستی برنتا بد
محبت خود پرستی برنتا بد

رجوع بہ محنت طبع

زہیں بوس حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

من از خود سیرم اے مقصود و جانم
برم سرمایہ از حنای غنیمت
شکست افتد دریں مشیت مجمل
ازین مہرہ کہ برسد وید بانست
بہر جا عشوہ انگیزے گزر کرد
بہر جانی دیونا خوشی آہنگ
بنوحیدم در اندازد کہ بخیزد
بہر جا جلوہ گر اصل وجود است
بہر سو جلوہ اصل است پیدا
بہاں نور است بے تاویل و تمیز
بروں آگین غبار از خوفشانم
بگیرم قوت جاوید از فیضیت
عواس سرشم گرد و معطل
چہ ظلمتھا کہ بر جانم بدانت
دران خرمسہ آشوبے اثر کرد
زمان منکر تم آرد منہ اچنگ
دریں صورت بمقصودے در آویز
نمودے چند پندارم نبود است
چہ لیلی و چہ شہیں و چہ عذرا
سخن گوئے زباں بستہ و دل آویز

لے مہرغ وزن سے خارج ہے۔

معاف اللہ چہ نیم گر گزاردند

فسون اہرمن از جاں پذیریم

بخت بگرفتہ شمع از رہ رفتیم

بیار و نژد بیت از دست رفتیم

بر ہم علم توحید از خمیرم

وے رسمش بتزیکے نشاید

گرفتیم عین توحید است عالم

چو نور ذات بر دل حسلہ آرد

در آل مویں کہ ذات آرام گیرد

وے علیست وے رمندری حال

چہیں دل گر ہو ہم آمد عجب نیست

ازین معنی بہر صورت زند دست

کنند بار از درون پرده فریاد

ہنوزم رخصت دیوانگی نیست

نمیدایم چہرے اندرین راہ

بہ نام شرع اگر اندک جمال است

چو قہر قی بہ بینی گوشہ گیر

ترا و متبید صورت کاہنام است

چو در بحر وجود از خود در آئی

چو فردا باطن از ظاہر بر آید

بر آید آفتاب از چہب در است

تو کنوں خاطر از ہستی بہ پرداز

عدم شو کنند ال مرآت نور است

در غیم بر و پوشیدہ دارند

مستام و ہم خود را عین گیرم

بستادانی و کوری در چہ انتم

نظر نا کردہ و عولے بصارت

در ان کشور ہے روشنی خمیرم

باندک نشہ باکی نشاید

از ان جوش است چہیں قبل وقالم

کجا تفصیل اسماء را گزارد

دل از علم صفت تش کام گیرد

سیر آمانی و بنیاد امان

گمان بعد از وے ہے سبب نیست

کہ باشد گردم از جام صفت است

کہ وقتے عاشق شوریدہ خوش باد

طریق شرع حسد فرزانگی نیست

بروں از شرع و نیکی عاٹا اللہ

در و منہربے قہر و حبل است

ادب اینست باقی مکرو تہذیب

بمطلق و متغیبہ نام است

بہکولانگاہ دانش را سخن آئی

وے مقصود است از پرور کشاید

ہمہ دیدار گردی بے کم و کاست

ازین شبہ زندگ خود برانداز

جمال دوست را آنجا ظہور است

امانت دار جانان جز عدم نیست ^{۲۰۰} عدم در عرصہ لوح و قلم نیست
 ہمیشہ خلوت از کونین دارد
 ازان سرمایہ فودعین دارد

خطاب بدل از حسرت و بازماندگی از مطلوب

دلاناچند ازیں افسانہ گفتن
 چو بلبل در قفس رقص خاص بودن
 مے نقاشی لوح باد گشتن
 گئے در خود مندی رہ سپردن
 گئے چنگ حقیقت ساز کردن
 خود اندر کثرت از بس سستائی
 یکے زیں باد سپیائی فرو و آ
 فرو و گر ترارفتن مراد است
 جہاں فانی است بر فانی منہ دل
 چو بگمتی ز خود بست جہاں را
 شدی در پردہ نقشبندی و تسلیم
 سبق از عسلم از حمن گرفتگی
 چو در بحیر یقین خود را سپردی
 دست زان بے نشان آگاہ گردو
 نہ رہے گر نظر افتد گزندت
 گئے ماند نجومست داغ بر دل
 گئے فکر تہ تعطیل انگشت گوی
 ز خود گنج دو عالم را نہ رفتن
 ہوا خواہ ہوس را حنا ص بودن
 زمانے در ہوا دل شاد گشتن
 بہ رسوائی متاع پیشی بودن
 ز وحشت قصہ آغاز کردن
 بہ کثرت ہرزہ گشتے رستائی
 زمان در بند و راہ سینہ بکشا
 میا بیرون کہ بازارت کساد است
 ۲۸۰ ازیں مشیت تذبذب بند بگل
 گرفتگی پرودہ نور لامکاں را
 بیرون از فکر و استدلال تعلیم
 ز دست موبہت ایماں گرفتگی
 زہر صبح بصانع راہ بروی
 محبت مقتدائے راہ گردو
 شود در تسلسل پائے ہندت
 شوی گاہ از طبائع پائے در گل
 چو جہانیہ در وہم آردی روی

نہ بے ذریعہ داناے کارش ہاں بسادہ لوجیہا مارش
 دل اندر مخبر صدق نہا دن ۲۹۰ برآں صدق مجرودا بستادن
 ز آشیر عجت مست گشتن ز طور عقل خود ہیں درگزشتن
 ازیں صدق و محبت تیز رستن بسان قطره در دریا شکستن
 و گره سر بر آوردن ز دریا حباب آسا و لیکن پلے بر جا
 با حکام شریعت سر نہادن زمین استقامت بوسہ وادن
 بکلی از مراد خود بریدن نقاب نیستی بر روکشیدن
 بطور عقل و ایساں راہ بردن بایماں کار ایساں سپردن
 عجز آساں ہر چوں و چرا دور بہ کل مقبول دے تاویل منظور
 جمال قہر و سوا اس دیدن بحد و اتمام از لے بریدن
 عدم خفاہاں زہستی سر و بودن ز تنگ خود سراسر ورد بودن
 رہے بے راہ رو اینجا ہوید است ۳۰۰ قلندر گشتن و نفس دینیا است
 بیاد دل رخت ازیں بتخانہ بردار رہے کت شرح آں وادم بت آر
 دامنے در تحیر لال بنشیں بروں از فکر و استدلال بنشیں
 کہ از قلب سلیم آمد سعادت سعادت نیست جز نفی ارادت
 ز نفی اثبات الا اللہ یا بی بہ ایمان محبت و راہ یا بی
 دم آہند ز تجدد گز نیست ز استدلال و فکر اینجا اثر نیست
 بود تجدد یہ ایماں انحدابے کہ ازیں رنج گزرد و جوابے
 چہ ہر دم می تواند بودت آخر دریں تجدد یہ دائم باش حاضر

بشوق مستغرق اندر نفی و اثبات

مکن تا خیر فی الاست خیر آفات

داستان

شبے خوش دل ترا ز روز جوانی سرم در خواب و دل در کارانی

لے دلی سے غافل ہے لے دلی سے غافل ہے

در آمد یک امیدم و لا و ر ۳۱۰ نیسم یافتم مقصود پر و ر
 نظر چوں از تجر باز پر داخت
 گرامی خواجہ احرار را دید
 لب اندر معرفت گوهر نشان داشت
 بگفت آں شاہ خلوت گداز
 گئے از حسن صورت سر بر آورد
 گداز صورت طبع آمد نمودار
 ولے آں را کہ در جان ش اثر کرد
 شعار حباں و تار تن بیناخت
 یہ تحقیق آں کہ انسان است نیست
 پیسیر چوں ز سرش پرده برداشت ۳۲۰
 چو در انوار کل شد غوناچیند
 ز خود بگزشت و گوے مردمی برد
 کہ امیں ظلم ازین بسیار باشد
 تجر تیز و صفت ناگزیر است
 نہایت رفت و آمد بے نہایت
 در آں شب کز نسیم بخت مبدار
 پئے صورت پرستی حسنا ص بودم
 برآمد ساسا کیں خواب دیدم
 دے زان بادہ خالی بہت جاہم
 ہنوزم اندراں بازار راہ است ۳۳۰
 کنوں دست من و دامان خواجہ
 چو در اول ہدایت از تو دیدم
 بیسے یافتم مقصود پر و ر
 بیسے سعادت دید و شناخت
 چہ خواجہ نخل اسرار را دید
 سخن انبے نشانہا نشان داشت
 کہ دلہا در رہش آمد سر انداز
 بجان عشقان حمله آورد
 مفتی گرد و از دے گرم بازار
 بردن از جان و تن در خود شعور کرد
 پئے مقصود خود از خود پیداخت
 ز چشم غیر پنہانست اینست
 ظلمی لازم آں نامور ساخت ۳۲۰
 ہم بر زد و کان و ہم و تیشہ
 امانت با امانت خواہ سپرد
 کہ بندہ بے صفت بیکار باشد
 متعبد خود بنا چیزے سیر است
 چو کبر است این تیر از خیانت
 ز بونے معرفت گشتم خبر دار
 بانڈک رنگ و بورت خاص بودم
 بارشادیکہ می باید رسیدم
 ہنوز آں حبسہ و از جان غلامم
 ہنوزم دل گرفتار نگاہ است ۳۳۰
 مگر رہ یابم از احسان خواجہ
 نہایت در ہدایت از تو دیدم

گیا ہم پر درخش دید از نیست
توی دل بودم از خلق کریمت
امیدم بود کاین خاشاک نابود
در آن دریلے آتش برکشود
در آن نابود باید استقامت
وجودِ خواجه ماند تا قیامت
شود یکبارہ از پندار خود پاک
بروں ماند ہمیں نلے ز خاشاک
چہ دانستم کہ استغناء لیراست
عنایت این است در باز و سیراست
مرا یکبارہ اندر راه راندی
باین خواری کہ می بینی نشاندی
گرفتادم ز راه استقامت
تو خوش بنشین در ایوان کرامت
من اینک در ظلمت سد نهادم
۳۴۰ باستغفار و یارب ایستادم
چہ باشد گر تو ز خلق الهی
پسند آری باندک حذر خواہی
در اقل ہم قبولت بے سبب بود
کیم سامان امید و طلب بود
مرا از خود بسوئے خود کشیدی
بنور غیب دیدی آنچه دیدی
ز فیض آن کشش وز لطف آن دید
نشاندی در دلم نخل ز تخم دید
جز آن معنی کہ صاحب ستر آئی
فرو ناید سرم بر سر دکانے
مرا خود نیست چنداں سرفرازی
کزاں معنی بسیارم و لنوازی
یکے از اوج عزت خود فرو آئے
گرہ با بسته دارم حلقہ بکشاے
بخاک پاست لے منہ خندہ دار
بے محتاج و بسیارم طلبگار
فروفتادم از بس غریبی است
شکستم از خار بے نصیبی است
نمی دانم کہ امیں سو بر آیم
۳۵۰ کجا این بار محنت را کشایم

ازیں عنقائے نیپساں از کہ پرسم

سیمان زباں و اں از کہ پرسم

حکایت

زمین را چو در خواب سپهر روز
جمال بوسنی آمد حبسگر سوز
نمی دانست کجاں مہ را چہ نام است
مقام خاطر افشاندش کدام است

دلمے دریند غم کا ہیدہ می داشت
 ہمیں درد و ہمیں سوز و ہمیں ریش
 خیر نایافتہ جاں در وقت اضنا
 ازاں خیرت سے افسردہ می بود
 چوں در مصرش نشان دادند بر جبت
 دریں سودا کہ افتاد مہ بد اش
 نہ آں خواہم کہ یوسف را شاید ۳۹۰
 زینجا وار سوزم در تاسف
 و لیکن یوسف من پس غیور است
 بر بزم نعت بیانی دریں خاک
 زر عنائی و خود بینی بر آیم
 بہر خداری کہ باشد در خور آیم
 گدائے رہ نشیں گردم دریں راہ
 کہ یایم یوسف را گاہ بیگاہ

مناجات

خداوند ابرا از من بروں بر
 نمود من کہ روپوش وجود است
 جواز نور ہدایت مال و پریافت
 فرود آمد بہ تحقیق سعادت
 ازیں مہمان غیبی نور ایمان ۳۴۰
 شہود از اوج عزت پست تر شد
 شکستے باخت در چنبدیں رات
 جو پے در پے شد آں نور شہادت
 در آں فقرم کہ می دانی فزوں بر
 زباں بند و صد گفت و شنود است
 نجست از اسم المومن اثرا یافت
 بخلوت گاہ ایمان و ارادت
 در خشاں شد جو بقیس از سلیمان ۳۴۰
 بسطاط ارادت تاج سر شد
 طلسم مکن از انوار واجب
 بیک بار از خود افتاد این عمارت

رمیدند این دوسہ مرغ خوش آواز
 کنوں در خود کہ می بینم و حسیدم
 چون کار اینجار سید لے اہل ہر کار
 کنوں وارم بجائے آن عمارت
 ازین برق کہ مرگش باد و در کار
 عروسان گاہ گاہے برق انداز
 بر افکن برق و در جلوہ در آئے ۳۸۰
 عروسان جہاں را پر وہ بکشانے
 در خواہش ز جیب کی کشودم
 نقابے بر رخ این احسا کش
 دریں معنی دلیری ہا نمودم
 خطے بر روئے این چون و چرا کش

نہ ادم دل بہر نوے کہ باشم
 بتسیم آدم دا اللہ اعلم

در بیان نسبت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی

قدس سرہ العزیز

دے کر چشم کہ بیندہ مستور
 بردن از خود مفتدے برگزید
 کند در سید گویہ نشانے
 دلش آئینہ نور رسالت
 چو زین ویرقا بیرون کشد رخت
 شود سلطان جاں در پردہ او
 چو صادق روازیں ویرانہ بر تافت ۳۹۰
 چو طیفرا اندران سندان پراقتاند
 ہماں در نقشبندے بے کم و کاست
 بیفتد از خود و بالیست خود دور
 ز بس کاتار جذب دست بیند
 احسناق نبوت تزیانے
 شود فرزند دستور رسالت
 زند در کشور و راستگان محنت
 ہدایت بخش رو آورده او
 دے طیفور زین سر روشنی بانحت
 دوا سپہ خرقانی از پیش راند
 نیم تزییت از رفتگان خواست

بظاہر پیرش از میر کلال است
علی الاطلاق رشد از پیش کا است
نموداریست نقش آدمی زاد
ولیکن سنتت اشد گشت جاری

به پیر خجروانش اتصال است
علی الحق مرشد مطلق اله است
حند را آبادی دال آدم آباد
که علمتے کنند این پرده داری

حکایت

زینچا چون لوائے یوسف فراشت
ز خواب و خورد و فارغ شد و جودش
که از کس بشنود نلمے و جائے
چو غنجل بیقراری بار و رشده ۳۰۰
ز نام و منزلش آگاه کردند
پدر کارش از ہستی برآمد
بمصر آمد و لش از شوق پر جوش
نظر چون عرس سزیش رہنموش شد
فریب روزگارش تنگ دل ساخت
فرو بارید بے پاں بگر گے
ز کوم رنج سیل قد برافراخت
برآمد تیغ برکت یقی بیداد
ز بلخار اوراں صحرائے خون ریز
جہاں تار یک شاہ چو تار گیوش
چو ظلمت بست چشم از این آتش
و تا شیر نگاہ جاودانہ
و لش کز تیر تیرہ کاں پر آورد
بہ پروان آمد آن مرغ ہوس گشت

نخست از بے قراری پرده نہاشت
تمنائے جز این در سر نبودش
زند و در حق جوش دست و پائے
نظر عمائے پنهان کار گشت ۳۰۰
مرید سیر مرور راہ کرد و ند
مرادش را بصدد حباں مادر آمد
ہوائے وصل و ہم خواب ہم آغوش
بلا از یک طرف چنداں ہر دو شد
سلوکش از محبت منفعیل ساخت
ز باغ آرزو نگواشت برگے
نشان عشرت از عالم برانداخت
بخرمن گاہ شادی دست بکشد
نخست افست او در چشم آفت انگیز
بتاریکی در آمد چشم جادوش ۳۱۰
لطف افقاد بر خود ناگہانش
و لش شد تیر محنت را نشانہ
پائے لطف راہ چشم دیگر آورد
ز اقلیم شہادت چست بگزشت

بغیب افتاد با یوسف دو چارش
 در آن امید روزی چند می بود
 بسوی غیش و لے بکشاده بودند
 خبر می داد چشم بغیب بنیش
 چو از نور یقین بے هوش می گشت
 عروس غیب می گفتش که ای مست ۴۲۰
 ہماں در گام اقل با تو بودم
 تو با غم می نشستی غافلانہ
 چو باز از خود خبر می یافت می گشت
 ہوس می داشت کین چشم و ناکیش
 بے ہر ذہ مشتاقی جمال است
 بنا کہ جذب عشقش کار گشت
 چو ملک مصر از دشت گرم باز
 بصد جال در حسد بیداری درآمد
 شد از سرتازہ آثار جنونش
 حجاب چند بیش مقصدش بود ۴۲۰
 چو گشت آموز کارش مرشد گل
 زوائے یافت جنس ناروائے
 سبب می دید چشم خام کارش
 خراماں گودی و آئینہ بینی
 خلل می داد آئین طلب را
 جوانی و جمال و بنیش انداخت
 ہے زان محکمہ سنگ راہ او بود

سروش غیب کرد امید وارشش
 بآن بگو کہ بہ کہ خود سندی بود
 در آن در دیدہ بہسادہ بودند
 فزوں می کرد ہر ساعت ابویش
 بہ یوسف دست در آغوش می گشت
 چہ حاصل شد ازین بہر تہیدست ۴۲۰
 بتو ہر لحظہ خود را می نمودم
 تنی از دانش و از من کرانہ
 در آن در دیدہ امید می دوخت
 برون از پردہ بیند و لبر خویش
 بہر سر آرزوئے اتصال است
 ز کنعان ماہ کنعانی بد شد
 ز یغا گشت ازین معنی خبر دار
 بلارہ در طلب کاری درآمد
 بمقصد و گشت رہنمونش
 نظر بالجمہ در نیک و بدش بود ۴۲۰
 بدست آوردہ تحقیق تو کل
 تما گیر شد دست گدائے
 بنازد عشوہ می برد اختیارش
 خود آرائی و رسم ناز بینی
 زیاں می کرد عشق بوالعجب را
 سر و پایے تجمل حبلہ انداخت
 حجاب جان یوسف خواہ او بود

نمودندش که سنگ انهد اینست
نظر بند دل آگاهست اینست
توبند پیر و یوسف بند سیار
ازین نابخسیت سرواست بانا
غرض تعلیم غیبش کرد تا میشد
پایه پایه تا ایوان تو حسید

التجارت نیاز مندی بحضرت خواجہ بہا الدین محمد نقشبند و خواجہ احرار

ہنوز ایمان استغنا نیست
مگر فکر رسیدن ناپسند است
شوی مستیاد چون من ناپسند
کہ نے مردم نہ استغنا دارم
پسے ہمیں بے بنیاد دارم
شکار لاعتد م بے استبہارم
کسا و پھانے بازارم یقینست
زمانے حبیبہ شد بر خمیں
قبول کم کن کہ اقبالست تمام است
قبول تو قبول نقشبند است
دو چشم و نور بنیانی نگانہ
وگر باشد تفاوت پس شبیہ است
بد روشن چراغ از سینہ تست
در آن پر شود چشم حبادوانہ
ہماں یک خواجہ گفتن تمام است
بہا الدین زیبے نقشی بند است
دیانم پر شکر زین نام با دا
مرا در بندگی چو پایے بند است
بہ بین در بندگی اے خواجہ کیرہ

۴۵. کہ دانم الولد سترہا بیہ است
تو چشمی و جہاں آئینہ تست
عروس نقشبندی کہ روحانہ
عبید اللہ بہا الدین چہ نام است
عبید اللہ چو گویم نقشبند است
ولم زین فکر شکر کام با دا
بغیر از خواجہ گفتن ناپسند است
کہ ان لفتر سید دانم ہو اللہ

دریں دو خواجہ دلبندم یکے شد
سمرقندم بہا الدین نشین است
تومی دانی کہ عذرت بہترم نیست ۴۶۰
معاذ اللہ کہ استغنا بجیم
ولیکن ذرہ در ظلمت آباد
سُخن کو تہ کرم خود عذر خواہ است
وگر نجتم دریں رہ یار گرد و
زبان در گویہ افسانی در آرد
بروں از خجالت آنجا راہ یا بم
ابوالوقت دو عالم قطب ارشاد
ز مستی در جنبہ افکند آشوب
پے تسکین مشافتان دیدار
در آن آئینہ می یا بم محقق ۴۷۰
فنائی اللہ خواجہ پس بلند است
کن تاویل خواجہ نقشبند است

خليفة بود حق را در زمانہ

نمودش بمنہ دامن در میانہ

در تحقیق و بیان ہر انتہ سلوک

چنین گویند دانایان اسرار
کہ معشوق ازل در ہر شعورے
سر ہر ذرہ بنیائے جسم است
مدار بودش از نور شہود است
شہود دوست پنهان ہرے راست
زاصل و مندرع ہر معنی خبردار
ز غمازان نہاں دار و ظہورے
دل ہر قطرہ دریلے جمال است
شہودش مایہ چہندیں نمودار است
ہوائے وصل ہر بجای صلی راست

دے انگندہ بر جانش حجابے
 شدہ بنیاد این دیوانہ گشتن
 نہادہ اصل آں بازار و تزییر ۳۸۰
 سر اسر زنگ لیس مرآة علم است
 ز آسبب خیال و فکر و وسواس
 چو گرد خستہ مقبول در گاہ
 کش دست تطلبا دل پر کشاید
 ریا چین ہو س پر مرده گردند
 بچو لانگا و این دل مرده چسند
 دریں تحسیرید بختاید جبینش
 قوی تر گرد آں حزنے کہ بودش
 در اں غیبت کہ بوسے غیب یاب
 ارادت سر زنبی خواست ازوے ۳۹۰
 بازوے ارادت پرورد جیب
 در آں مستی بہ غیب افتد گزارش
 چو در نور شہود از خود بر آید
 بگرد حلال بار امانت
 در آں مشہد بہ فقتد آرام یابد
 در اں دید جمال بے نہایت
 بہ تسکینش ندارد هیچ کارنے
 یقین آں دید و آں شورش از اں سوست
 دریں مسکن نمودے از نگاہ است
 گرفتارے بہر خاکے و آبے
 پئے ہر رنگ و بو طفل گشتن
 نقوش علمی از ہر سونطہ گیر
 سراپا کشور آفات علم است
 رود بر باد حسرت گنج انناس
 شود در خورد و راندن مع اللہ
 کہیں و پرانہ اش خواہد ربا بد
 طلبکاراں چنین افسردہ گردند
 ہمیں نمود ماندہ افسردہ چسند
 بر افروز و رنج علم ایتقینش
 فراہوشی بر افتد در وجودش
 نسیم شاہد لاریب یا بد
 بر دوزخ نشست خاست ازوے
 کہ تنگ آرد بہر معشوقہ غیب
 شہود دوست گیرد در کنارش
 سعادت را دے دیگر کشاید
 بیار و آں امانت بے خیانت
 ز جلاب قناعت کام یابد
 بگرد شورش بے حد و غایت
 در اں آرام بنشیند عبادے

در بیان عقائد دین و شرائط سلوک راه یقین

ملاخواهند عذوب الهی تمت دار فضل بادشاهی
 نخستین شرط این سودا یقینست دوم سرمایه این سودوین است
 سوم پاکیزه نفس این زراعت رفیق سنت و راه جماعت
 عزیمت رونق کردار گردان بر دل زایب ز خست کارگردان
 چهارم خدمت سلطان دینی قبول حنا طر مسند نشینی
 به تقلید سلف تحقیق دیدن قدم از حباوه بدعت کشیدن
 زبستانش گل مقصود چیدن بر زیر سایه اش از خود رمیدن
 نهادن بر خود دیانت خود بار مرادش و اش شدن از جهان پرتا
 شود زین چار عنصر جان طالب بشنخ روح ربانی مناسب
 ولیکن شرط چارم لازمی نیست بقدرش سد باب محرمی نیست
 بسامرغان که علوی آشیانند اویسی مشرب و عیسی زبانند
 ز حسن طالع و از لطف باطن گرفته گوهر از اصل معادن
 ره سنت به چپالاک شتابند
 نصیب از خواجه کونین یابند

در بیان استفاده و تربیت معنوی از روح بر فطوح نبوی

شنیدستم که مشافتان درگاه طلبگان سبزه تیغ الله
 خنجرها کاشف راز مہمانی ابراعت هم چو پراغ گبرگانی
 بخلوت در بدایت کارش این بود اینس خاطر انگارش این بود
 که بودش و او جان نام اویسش که باشد شرب از جام اکیش
 او بین آسا از ان کسب عنایت گمر بپواسط یا بدعده ایست

کیم من کین ہو س گیسو دماغم
 دل از ذکر او یسم شاد گردد
 دریں ره قدر خود چندان ندانم
 زبانم زین تلفظ گریب نبیاست ۵۲۰
 دل اندر شدم و جہاں سگرم این است
 قبولش گریباید و رافت
 دریں سودا دے دیگر کشایم
 شفیق آرم روان و ستانش
 بہ بوبکر و عمر عثمان و حسیدر
 بہ صدق و سوز پور بختانہ
 بہ شام ہجرت و تاریکی غار
 بحورے کز تشریش و اقربا دید
 بہ دار و گیر بدر و حرب خندق
 بہ آں شب کز سرے اقم مانی
 بہ بیرون رفتن آزاده ازاں وہ
 بدیدہ آنکہ می بایست دیدن
 بفقرے کز خودش درویش می داشت
 باں دم کاود و روز شفاعت
 کہ این غافل کشاید چشم ازین خواب
 نہد و قرن اقل آشیانہ
 ز آسیب زمانہ فارغ البال
 من ارچہ دورم از بخت سیر دل
 کنارے نیست دریائے قدم را
 بیابد فرد این سودا چسما غم
 دماغم زین ہوا آباد گردد
 کہ در دل غسل این سودا نشانم
 سرم بخواست صید این کمانست
 کہ جانان رحمۃ للعالمین است
 ہم استعداد بخش در ہم سعادت
 روم از جانب دیگر در آیم
 مدوخوا ہم ز روح پر روانش
 بہ اہل بیت و اصحاب پیغمبر
 بہ علم و دانش ختم الحسن لافہ
 بہ آن خوش عنکبوتے عنبریں تار
 بہ آشوبے کہ و شبت کمر بلا دید
 بہ روز فتح و نور خضوص الحق
 رسیدہ در مقام لامکانی ۵۳۰
 بہ سبحان الذی اشرفی بعبدہ
 بہ بے خود گفتن و بے خود شنیدن
 سرافقر خندری پیش می داشت
 کند تدبیر مشتبہ بے بضاعت
 دران حجر عنایت پرورش یاب
 اوین ثانی شش خواند زمانہ
 بہ بنیم ماضی و مستقبل و حال
 تو حال سہمدی داری چہ مشکل
 بد طولی است باز دے کرم را

۵۴۰
مرا گر چہ سدا سرکار حیات است
تمام دال کہ این سودا تمام است

مناجات

حند ایا این غریب بے نوا را
 ہدایت کن رہے لایہ بسویت
 دے از نیک و بد آسودہ بیند
 اگر در نعمتے عینی سکو نم
 بلاگر سازگار آید دریں کار
 و گزریں ہر دو بیرون شدہ حایم
 بدہ چشمیکہ در راہ حقیقت
 نخست از معصیت آسودہ دارم
 چو دل در رغبت دنیا زند رہے
 مرا گزار گایم آرزو خواہ ۵۵۰
 سبب ہیں چشم از بینش تہی دار
 براں دارم کہ آزادی گزینم
 شوم از خستہ لاط خلق دل تنگ
 بیادست تازگی بخشم زماں را
 چو در نفی وجود انستہ گزارم
 دے قادر غز احوال و مقامات
 پیئے و جہنت و جہی لب کشایم
 و گر نفسم مرا دے راکستہ یاد
 دے بردن ز حمل قوۃ خویش
 بخود در ماندہ نا آشتنا را
 بیک روی رود در جستجویت
 زلمے از ہوس و فتنہ نشیند
 مکن یک لحظہ زان نعمت برو نم
 نہادم دل بلا کو پرودہ بردار
 بھراشد کہ بس عالی جنابم
 روم بہرست ستار طریقت
 ز نور توبہ روئی دہ بکارم
 بہ آسانی ز کارم عقدہ بکشائے
 بکن از زشتی این کارم آگاہ ۵۵۰
 سرم روشن ز نور آگاہی دار
 بہ مالا بید خوفت نع نشینم
 روم در دامن عزت زلم چنگ
 و ہم بر باد نیال این دال را
 شود موجود بے من آشکارم
 بدر گاہت برم روئے مناجات
 ز بالیست خود از خود بر آیم
 بر آرم در جہادش تیغ بے داد
 شوم در انتظار دولت خویش

سرم مستغرق بحسب هواست ۵۶۰ دلم مشتاق انوار نقایست
 بتقدیر الهی شاد باشم دین خربندگی آزاد باشم
 تسلیم بنهم نیک و بد را بر اندازم ز خود غیبیاد خود را
 چو بیرون شد ازین ششدر و بوم همان انکار من برگز نه بوم
 برگ اختیار می راه بوم ز مردن پیشتر خود را سپردم
 دے دریاد گردارم زبان را رسانم افند الله گوش جان را
 بسر گرمی آن شیرین تراند بسیاریم در سماع عاشقانه
 دماغم برورد جیب تخیل فتنه در کشور دانش نزل
 شوم واقف ز اطوار نگداشت برآرم دست در کار نگداشت
 بنفی عنبر و تندید حناط بر اندازم نمود است مطنابر
 دلمی از حضور غیبه آزاد ۵۷۰ نگه دارنده خود را کنم یاد
 پس اند در پله تحقیق اندام به بحر نامرادی گشته خواص
 دلم گوید که سوداے ندارم بحسب عشقش تمنای ندارم
 بیرون از خواب رفتار نیست مارا به سودایش سر و کاریست مارا
 مگر زین کار بر خیزد غب رم به تحقیق افتد از تقلید کام
 هجوم باز گشت از من بر درنگ عروس حیرتم در بر کشد رنگ
 درین حیرت که فقرش توان است ز گنج بے نشانی صد نشان است
 نموده آب حیوان در سیاهی دل آشکسته را نور الهی
 سواد او چه فستدم ناگزیر است شکست دل درستی فقیر است
 مرا زین فقر بیرون کار خام است و درین فقر آشوم را سخ تمام است
 بهین فقر است نقد باں آگاه ۵۸۰ جز این پنداشت میدان ندید راه
 اگر دریاد کرد باز گشتی به یادش داستی همراه گشتی
 ز چندین نفی داشت نگذاشت غرض فقر است و باقی جلد پنداشت

ہماں در انجمن خلوت گزیدن
 ہماں اندرون و سیر بودن
 ہماں بر ہوش و روم ایستادن
 ہماں کردن نظم و را بر قدم بند
 پئے فقر است و تحصیل مناجات
 مناجاتے بر دین از وہم اختیار
 شہو بے جہت قائم بہ مشہود
 در ان خلوت کہ جسم و جان گنجہ ۵۹۰
 بجز نظر از چہ چیزے در میان نہ
 نظر ہم نیست اینجا بجز تہجیر
 دریں بستان بود نخل بر دہست
 و این بجز خون چکر نیست
 و معنی حاصل است از ادگان
 یکے در طلب دیگر فسرودن
 چہ گفتم حاصلے غیر از عدم نیست
 اگر درویش و درویش است نیست
 طلب بے چون و مطلب سچگونہ
 ز آسیب نشان مندی رمیدن
 ہماں در کار نفی غیبر بودن
 نفس را در دم آگاہی نہادن
 پیشیاں بودن از چشم پرانگسند
 مناجاتے و رائے نفی ثبات
 نہ دیدہ محرم و نہ دل خبردار
 جہت را با مشاہد کردہ تا بود
 بجز نظر از جانان گنجہ
 خود از نظر ارگی نام و نشان نہ
 فیات الذات متنوع التفکر
 دل آگاہ و حسان آرزو مند
 گلے جز خار حسرت و نظر نیست
 بدام عاشقی ہستادگان را
 بہ استغنائے مطلب راہ بردن
 کسے را شکر کت اندر پیش و کم نیست
 سخن کوتہ کہ جانے گفتگو نیست
 نہ آن را شبہ و نہ این را نمونہ

محنت حسانہ فارغ از غوغا

ز کثرت دور و از نسبت مبرا
 بیان نسبت و تحریر بر طلب محبوب حقیقی

بیان قاصر از محبوب حقیقی
 بیانم را چو توفیقش رفیق است
 گزشتن از خود اول شرط کار است
 طلب تنزیہ مطلب حقیقی
 بیارم انجیمہ لا بدہ طریق است
 فراغت چون بے بے اعتبار است

ہمہ لذات روحانی حرام است
 حجاب تست در راہ خرابات
 دل اندر جستن احوال پست است
 براں شوکز ہوس آزادہ باشی
 چو زین کوشش بیفتد بکسش کار
 محبت چوں نماید زور بازو
 شود عشق این غبدر را تخیلی
 ہماں ذات از ورائے اعتبارات
 بدیں سال بود عشق از پرودہ پیوں
 چو آید غیرت معشوق در جوشش
 چراغے را کہ رخت کاریش بود
 امانت خواہ بستاند چنانش
 ۶۱۰ نہ صورت ماند اندر دل نہ معنی
 بیند از دخرانی در عسارات
 کہ از سیلی فراغت داشت بخوں
 کند یکبارہ عاشق را سراموش
 دور وزے در امانت داریش بود
 کہ در عالم نیاید کس نشانش
 مبارک خلوتے غیرے در اں نہ
 زمانی و توئی نام و نشان نہ

در تحقیق مشاہدہ و رویت سخن گفتن

خبرداران اسرار حقیقت
 چنین گویند کا نوار تخیلی
 بہ وہمے در سہ قسم آمد مقرر
 یکے در صورت مخلوق ظاہر
 ۶۲۰ بہ چشم و دل گرفتار حقیقت
 ز صبح کشف تا شام تند آتی
 بہر قسمش جہان نور منظر
 ز فوق عرش تا حجاب عنایہ
 نہ در صحرای غیب نے شہادت
 علی التحقیق زین قسم اتصال است
 در نگ و چیز و اشکال خالی
 ہماں در کسوت نور مستحالی

تعالیٰ اللہ زہے نور عسلی نور
 چه حسی چه مستالی بجا صورت نیست
 بردن زین قسم چشم سر نہ بیند
 خلاف آمد کہ دیدہ یا نہ دیدہ
 بہ نادیدن کند قانون خود ساز
 بجز چشم یقین اورا کہ دیدہ است
 بود چوں جرم خور و در چشم خور
 وجودش بیک پوشیدن نیاری
 شہودش واپس نور صفات است
 شاہ نیست جز قلب شناسا
 بچشم سرد ہد و حیلے دریں کار
 بردے روز انوار صنما تر
 بجز رخسارہ حباں آگاہ بنود
 کہ دیدار خواص آن جہان است
 بہ دیدار وہ دیدن کہ اشارت

تجلی صورت است از ریب و شک و دور
 بے مرئی چہ ظلمانی و نور نیست
 کسے زین حیلہ بالا تر نہ بیند
 شب معراج چوں سلطان گزیدہ
 محقق این کہ در تحقیق این راز
 کہ ذات حق بغایت ناپید است
 ظهور ذات حق در قلب نور ۶۳۰
 اگر چه جسم خور و بدن نیاری
 تجلی بے گمان نسبت بذات است
 ہمہ در پردہ انوار اسما
 دلے در آخرت سلطان مختار
 فتہ در موطن تبلی الشرائر
 بجنّت آفتاب و ماہ بنود
 مرا بالجمہ تحقیق آنچنان است
 اگر عارف بہنگام عبادت

عبارت از شہود صوری است آن

پئے تسکین درد دوری است آن

در بیان تجلی معنوی و فناء در وحشت صرف

بجان مشتاق قرب الی مع اللہ
 در آذواق و معارف بہرہ یابد
 شود مستلک اندر سطوت حلم
 کشیدہ جام فانی شد ہست

چو از صورت بر آید ساک راہ ۶۴۰
 نخست حیلہ معنی را باید
 بسینہ دوست را در کسوت علم
 فناء در وحدت صرفش و ہر دست

قتاد و جدت صرفش دهد دشت کشیده جام و از ساقی شده مست
خوش آں مے کا فکند پرده ز کارم بردن از پرده بنماید نگارم
دل از جام و صراحی سرگشته ز خود و ز گرمی مجلس گزشته
بلا انگیز سروے مجلس آراے به یکتائی و خبثت زده اے
زننگ خود پرستی چند رسته
نقاب افگند و تنهانشسته

در بیان تجلی ذاتی و فنا و بقا

رونده چون از بی کشور بر آید دش در کسوت دیگر در آید
قلعے لم یزل داده شکست ۴۵۰ بقاعے لم یزل بگرفته دستش
تجلی خواه سر مست و قوی دل بذات آئینہ افستہ مقابل
مقابل لیکن از نسبت مسترا به پندار نفت بل گشته یکتا
شود نور یقین مست نطفه رده دل و چشم و خیال افتد کناره
یقینے تاحد حق یقینش یقینے مقصد و معراج و نیش
یقینے اسم المومن نفت آبش زهر و هم و گمان بیرون حسابش
یقینے اصل وید آں جبانے یقینے تیز گرد و لامکانے
دریں موطن محال آگهی نیست مشاعر را درین خلوت رہے نیست

کہ بر معان وجودش ہم وجودش
شہودش را ویسے ہم شہودش

در بیان تجلی ذاتی و تجلی معنوی و تجلی صور فی علم حضوری

حضور ذات اگر در خلوت جاں بود بے پرده کشف ذاتی است آن
وگر علمی حصول علم حضوریست ۴۶۰ وے در پرده کآن امر ضروریست

وے علمی حصولے شدیمت مش
اگر در صورتے مرئی کسند روئے
دو جا لیکن ظهور این جماعت
تجلی معنوی دانستند نامش
تجلی صورتیش خواند سخن گوئے
یکے در حق و دیگر در مثالست

در بیان تحقیق علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین و مراتب آن

دلم و دشینہ در فکر یقین بود
کہ یارب شاہ عین الیقین چیست
چو رفت از خود دل خلوت نشینش
چہ معنی دارد از خود در گزشتن
بر دل از علم بینائی کدام است
صحیح است آنکہ از خان سعادت
یقین گر نفس از جان قبول است ۴۷۰
شد از نور یقین تحقیق این راز
چو آن نور است نور حق تعالی
نخست آن دل کہ ذوالخلق عظیم است
بہ ہر دل در خود حسن ارادت
تعالی اللہ چہ عالی قدرت است این
چو آن نور از کائناتہاے دوسے
نظر بر علش نیست نہیکے بہ را
چو ادراک مرکب بگسلد تار
چو عجز از درک ادراک است ادراک
از نجیب ما عرفنا ہم عرفنا است ۴۸۰
عرفنا بیکہ اسم بے مسلی است
در اطوار ظهورش تیز ہیں بود
در ایں عین الیقین مقصود ہیں کیفیت
کہ دارد دولت حق الیقینش
صفات دوست ما آئینہ گفتن
و گر علم است۔ عین حق چہ نام است
و ہند اہل مراد۔ آنکہ ارادت
دم عین الیقین آن خود فضل است
کہ ایں نور۔ نور عرش پر باز
ز اصل خود جدائی نبود اورا
امانت دارد آن قدرت عظیم است
ظہورے دارد آن عین سعادت
بنام حق چہ زیبا حکمت است این
جدا از اصل خود گیرد ظہورے
شود علم الیقین نامش خود را
بہ ادراک بسیط نیست سروکار
کمال است اعتراف ما عرفنا کہ
عرفنا بیکہ اسم بے مسلی است

ازین تجرید ایمان راست عریاں
 ازین معنی است باحق آرمیدن
 چو از دجھے شک آمد در وجودش
 خلیل از تیر صوری چوں بر افشاند
 محقق راست اند پرده رازے
 درین دم جلوہ عین الیقین است
 باصل خود رسید آن نور ماوید
 حضور ذات در مرات نور است
 چو در علم از معتم خود بود
 بے نا حق شناسی می شد آنجا ۴۹
 چو توحید آمد اسقاط اضافت
 درین مسموہ جز حق الیقین چیست
 کہ در حق الیقین از غیر بر نیست
 درین موطن کہ مطلق کشف نیست
 محقق شد ازین علم مسلم
 نہایت درج بودہ در ہدایت
 چہ خوش گفت آن حکم کار آگاہ
 صفاتش در تحقق عین ذات است
 یقینے کا ندیریں تحقیق گفتم
 حضور سادہ اما اصل ایقان ۵۰
 مدار انقیاد و سمنہ ایمان
 ز ایمان کرد نابینا کنارہ
 مشاہدہ از ایمان نیست چارہ

در تحقیق تجلیات و در کشف مراتب آل و بیان وحشت صرف

دگر ره در ره دل آئے سخنند ال
یقین کشف صوری از چه بانست
فروزان خاطر فرخنده دیدار
که در هر جا جدا گانه حضوری است
حضور ذاتی از صورت بگویند
مقتد چل همه وهم و خیال است
یقین معنوی هم مثل صوری است
اگر خواهی شود کشف این راز
دگر خواهی بگیری در تو این دم
بذکر دست گو یا کن زبان را
نسیم ذکر باد حبدان مذکور
حلاوت ذکر را از پا در آرد
حضور ساد و رخشان است اینجا
در آید چون باستیلا توجیه
دل از غور نشید وحدت نور گیرد
قدش از نور خود علی و هد دست
دریں ره هر که انوار خدا یافت
بر دل از صورت و معنی نگار نیست
تماشا کن نگار عالم منور
سعادت بخش ایمان محقق
آسانی دریں ره میتوان دید

چراغ از نور تحقیقت نسوزد زان
چسدا انوار معنی در خیال است
بجوش آید چو دریائے گسار
ز انوار یقین هر سو ظهوری است
از ان عین یقین آنجا بگویند
یقین مطلق اندر و محال است
دریں ره کشف این معنی ضروری است
حجاب هستی از جانت بر انداز
۱۰ بر دل از پرده شود الله علم
بخش کمال حضوری چشم جاں را
کنده گرد و خاطر از لطف دور
به حبدان مجروح حبا گزار
توجه عین و حبدان است اینجا
شود چون ذکرنا پسید توجه
وجودش حبسگی مذکور گیرد
چه گویم الله الله کان چه فکیو است
به تحقیق انتها در بتدایافت
مجرد از تماشا انتظار نیست
۲۰ بیاب این انتظار آدمی سوز
اگر علمست و عین است و حق
ز به برشته نجات آنکس که نشید

طریق مستدیر است اینکه گفتم بیکسانی شیر است اینکه گفتم
 نه خود بیرون مرو که تو جدا نیست خودی بگزار کاین خود آشنایست
 شکر دم آنچه می باید شردن تو دانی و قبول راه بردن

تمام شد مثنوی گنج فتنه

تعداد اشعار

(۴۲۵)

متفرق اشعار

از مثنوی گنج فقر که از وعده مجبوری در مسووه داخل کرده نه شد بلکه نقل آن از نسخه دیگر کرده شد

بشام بجزرت دتاریکی عنار ۵۲۷ آن خوش عنکبوتی عنبرین کار
 بحر که قزیش دامت با دید ۵۲۸ آتش بے که دشت کربلا دید
 بار دیگر بدربار و خندق ۵۲۹ بروز فتح و نور حصص الحق
 آن شب که سرای آفتابی ۵۳۰ رسیده در معیت تمام لامکانی
 به بیرون رفتن از آوازه این ده ۵۳۱ به سبحان الذی اسری عبید
 بید آنکه می بالیست دیدن ۵۳۲ به پیغمبر گفتن و بے خود شنیدن
 در آن خلوت که چشم جان بگنجد ۵۳۰ بحسن نظاره جانان و گنجد
 بحسن نظاره چیز در میان نه ۵۳۱ خود از لطف ارگی نام و نشان نه
 نظر هم نیست اینجا جز تحیت ۵۳۲ فان الذات ممنوع لتفکر
 درین بستان بود غنل بردمند ۵۳۳ دل آگاه و جان آرزو مند
 ولیکن بر حسن خون جگر نیست ۵۳۴ گلے جز خار حسرت و نظر نیست
 دو معنی حاصلست آزادگانا ۵۳۵ بدام عاشقی خستادگان را
 یکے درو طلب دیگر فزون ۵۳۶ با ستغنائے مطلب راه بردن

معراج

در بیان تحقیق علم الباقین و عین الباقین و حق الباقین و مراتب آن

دلم و دوشینه و شکر یقین بود ۶۶۳ و در اطوار ظهورش نشیند بین بود
 که یارب شاهد عین الباقین چیست ۶۶۵ و در آن عین الباقین مقصود این چیست
 چو از وجهی شک آمد در وجودش ۶۸۳ ما به نیست چندان بر شهودش
 حضوری ساد و در خشانست این جا ۶۸۴ توجه عین و بعد ان است این جا
 در آید چون در استیلا توجه ۶۸۵ شود چون ذکر ناپیدا توجه
 دل از خود شنید وحدت نور گیرد ۶۸۶ وجودش جلگی مذکور گیرد
 و درش از نور خود علی دهد دوست ۶۸۷ چگونه اشد اشد و سئو دوست
 دریں ره هر که انوار خدا یافت ۶۸۸ به تحقیق انتها در ابتدا یافت
 بروں از صورت معنی نگار نیست ۶۸۹ مجرد از تناسل انتظار نیست

ساقی نامه

طبعی که سخنوری گزیند ۱ در پرده صبر کے نشیند
 در گوشش دلم فسانہ گفت
 یعنی چه مقام حیرت است این
 چون قصه حبام و بادہ آمد
 در دامن ساقی خود آویز
 ساقی قدحی کہ ہوشیارم
 این کاسہ کہ بر سرمگون است
 در چشمم میبش بیگن از دست
 بمنوں تو یک پیالہ خواہد
 من پیر کہن گداسے حبامم ۱۰
 در پرده صبر کے نشیند
 بمنوں فسرده را بر آشفنت
 ہنگام طلب خوش بنشین
 میدان جنوں کشادہ آمد
 دیوانگی منسا و برنجیند
 زیں ہشیاری بے فکارم
 جامیست اگرچہ غرق خون است
 تا خود براد دل شود مست
 زان بادہ دیر سالہ خواہد
 زان جسد عہ کہند وہ بکامم

آں جب عہ چو در سرم زند بوش
عقلم چو صحیفہ اش کند سٹے
چوں جرہ نہ مے برہنہ ماند
اکنوں پیئے حبسہ گرشتابی
ایں سیکدہ جملہ جاں پاک است
ساقی ہمہ خون من فشردہ است
بر من دور قطرہ می فرو ریز
روئے کہ شود در آؤ فراہم
ایں صورت تو عرش آشیان است
نہ بار کفن نہ قیاس رفتار
ایسان برہنہ بادۂ تو
دوزخ صفتے کہ از تو دور است
من گرچہ آتشیں دماغم
اسے زائد خام طبع۔ بے کار

دیناے کہن شود سنداموش
در جرہ زوم چو بوسے دے
گر در جسم مے رود تواند
نہ جرہ نہ بوسے جرہ یابی
وین بادۂ خم نہ ز آب خاک است
آں جاں کہ شفودہ بود مردہ است
امروز فیتلے بر انگیز
وہ حشر شناسد و نہ آدم
اسرار عجب در ادنہاں است
اول تشدیش مقام دیدار
سند دوس۔ دل کشادۂ تو
سبحان اللہ عجیب صور است
از نکمت تو شگفتہ باغم
خود را گرو دو جرہ بسیار

در پائے طبیعت خرامت

یک قطرہ زودے تمامت

ساقی بہ دل کشادۂ تو
کامروز جزا میں ہو کس ندارم
دستے کہ ز بادہ دور باشد
مجنوں کہ نہ ہجر بود سرمست
من نیز دے بر آدم سرد
معتوقہ بہ چپند نام گویم
در ذکرش اگرچہ بر فستہ ارم

سو گند بہ جام و بادۂ تو
کاند ررہ بادہ حباں پیارم
در خاک سپید چرا نہ باشد
یلے گفتمے رفتے از دست
زاں شیفتمے کم نیم دریں درد
ساقی و شراب و جام گویم
عمریت ز دست رفتہ کارم

من ذوق سخن چستان ندارم
 دارم بخیال مے سرد کار
 من بیدار در کدام حال
 وقت است که این جہاں دین گفت
 تو سیں کماں چوں نہ بینم
 ہاں شمع مختب ہمید
 ساقی من ازین حیات میرم
 از خلقت این دوست نابود
 در زندہ سری شکندگی نیست
 متے کہ ز پائے خم شدہ است
 ساقی برساں شراب نابے
 در کسوت بادہ روز خواہم
 عقل این سخنم نہ می پذیرد
 من بویے تو در دماغ دارم
 روحم بہ طعینل نکمت زراح
 روز است مرا و بخت بیدار
 این لغت ز دست دادہ اولی
 چوں ادا بد چہ طاقت من
 اور ذوق دین و حبان ہستی
 اینک میں ازین نرسد گزشتہ
 لیکن نہ حین پنجہ روئے بینم
 چشم بد و نیک از میاں دور
 زین پیش بہ خطہ بحث را

آن کا بسندم کہ جاں ندارم
 می گویم و بے خبر ز گفتار
 از گفت من است و از خیالم
 بانفس وصال او شود جفت
 برخیزم و گوشہ نشینم
 از مست چنیں خبر نہ گیرد
 بنہائی کر شدہ تا بمیرم
 دامن کہ لیغبت و است مقصود
 جسز خواری مرگ بندگی نیست
 ز اہ شدہ مست چند نشست
 من جلد شہم تو آفتابے
 آن پر تو دل نرسد ز خواہم
 کز روزبے چہ ہرہ گیرد
 از عقل کنوں نرسد غ دارم
 آمد چو صبح رفت مصباح
 گر شب برود برو چہ درکار
 این بار ز سر فادہ اولی
 چوں دوست رسد چہ جائے دشمن
 دیگر ہمہ گو کہ خود پرستی
 اے آئینہ فتنہ تو گشتم
 تا پیش تو لطفہ نشینم
 خدائی و آن تموج نور
 بودی چو حساب آشکارا

آئینہ از جہت بی بود
 امروز دریں حسد ابہ بنشین
 اینجا تنم از چہ اوستاد است
 دارم بہ ہماں زمین سہو کار
 ساتی مے نقش بند پیش آر ۹۰
 ہر چند کمند عنبریں بو
 آہوئے ختن شکار دارد
 عطار کہ نقش بند ثانی است
 آن رشتہ کہ پارہ لعل بود
 آن خواجہ سبندگان آزاد
 من چون ہوئے چنین نیارم
 در کان نمک سگ ار نشیند
 خوش آنکہ سہ یار چار گردد
 خستہ شدہ ام کہ این کو قصر
 یک جام ازیں مئے کہ دارد ۹۰
 بنے کہ دران زلال نوشاں
 شرط طلب است امید بستن
 امید سرے بہ کار دارد
 امروز دریں رباط فنا فی
 شمع کہ دریں سیاہ خانہ ست
 روزم بہ امید اسفید است
 باشد کہ بروں ز جہت جویم

نہ نقش و نہ نقش بند بی بود
 این مشت خیال را فرو چین
 جانم بہ ہماں زمین فنا د است
 من نیز بختاریم بہ رفتار
 من صید توام کند پیش آر
 آن نیست کہ آورد بمن او
 بر لاشہ خرے چہ کار دارد
 در حلقہ آن کمند فانی است
 در پیش آن کمند آسود
 سر در خشم آن کمند بہناو
 من خود سگ این سیار خارم
 خود را بجند از نمک نہ بیند
 قصر ادب استوار گردد
 آید بہ کمال خود دریں عصر
 از من بہ تمام سر بر آورد
 خوانندم ختم مے فروشاں
 زمیں نہی تو راں نشستن
 عکس ز جمال یار دارد
 دارم بہ امید زندگانی
 امید وصال آن یگانہ نست
 جاں در بد نام ہمیں امید است
 بخشند و چند آر نہ ویم

۱۰ اشارہ بحضرت مولانا یعقوب چرخ مستمسک اللہ سرور

گفتم سُنْخَنے ز کامِ سہرائی
 در دیدہ کشتم قبولِ خود را
 اے حناک مدینہ در کجائی ۸۰
 اے مردم چشم و در بیناں
 در باب غم آشیاں دارد
 سوزندہ غم کہن تلف بہ
 اے نور دل چہار عنصر
 اے در تاج آفرینش
 اے نور تو چوں فلک ہویدا
 اے مجلہ خواب گاہ مقصود
 اے از تو زمین بدیں حسدائی
 اے آمدہ نور آسمانی
 سبحان اللہ چہ نسبت حناک ۹۰
 اوستہ کمال مصطفیٰ بود
 من حاصل این خطاب گویم
 خاک اند جہا عستے کہ مروند
 از سطوت نور در شکستہ
 کردی نہ بہ پشت پایے زیشان
 سر حلقہ حناکیاں علی بود
 زان کسب و دہر نہ سبک بشود
 معروف و سری جنبہ بعدا
 یک سوے دگر لطیفہ پاک
 سبطین رسول و زین حبیب ۱۰۰
 اے ارحم الراحمین تو دانی
 خاک قدم رسول خود را
 در دیدہ من چہرا نیائی
 وے چشم و چراغ نوریناں
 بنواز سیاہ خانہ دارد
 ایں چتر سیاہ را شرف وہ
 اے خوش صفت دروں ہمہ در
 سر چشمہ مرغزار بنیش
 نعم البدل زمین لطیف
 فردوس بہ در گیت جہیں سود
 دیدہ شرف ابو ترابی
 حاصل شدہ سیر لا مکانی
 با سیر لما خلقت الافلاک
 با ایں گرہ نشینش کج بود
 مضمون ابو تراب گویم
 ہستی بہ خداے خود سپردند
 و ز آب بقا فرد شمسہ
 در دکت پلے خود چہ امکان
 سر سلسلہ جہاں علی بود
 یک سو حسن و حبیب و داد
 کز وے طرفی کثیرہ بخشاد
 مستور بہ زیر پردہ خاک
 پس بافتند و صادق نکوناد

این سلسلہ از طلبے ناب است
 البقعة البو تراب این است
 ہر چند غرض دریں کرامت
 لیکن سر رشته بحب بود
 گر خاک مدینہ می شنودم
 در مدحت حاکمان رازش
 سے خواجہ بارگاہ سدد
 وہ وہ چہ زبان پاک دارم
 این تنگ بساط در نور دم
 گویم سر و سرور من است این ۱۱۰ مداح پیمبر من است این

سبحان اللہ بلند ذات است
 خصال حروف عالیات است

سلسلہ پیران طریقت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

ز صدیق و سلمان و ز دست اسم
 براں معنی کہ آبائے کرامش
 دور سپہ راند صادق سورے بسطام
 بہاں عشوہ بہ ملک خرقاں برد
 چو شاہ خرقاں مند نشیں شد
 یکے طوسی نثار افشاں برآمد
 ز گنجوری بہ سلطانی در آمد
 ولیعهد سند بدول بود و جمشید
 ز فرزندان آل مصر ولایت
 چو صادق یافت ملک سیمہ محمود
 ذخیرہ داشت شد نور علی نور
 و یک از چشم ہر بیندہ مستور
 لباس شیراں پوشیدہ طیفور
 بہ طوس انگہ بانگ در شو دور
 در آن گنجینہ شد ناگاہ گنجور
 ز شاہ گورگان آوردہ منشور
 چراغ قیصر و جنتان و فغفور
 عزیزے در ہمہ دانست مشہور

امام وقت ابو یعقوب یوسف
عزیز مصر را در خلف شد
لقاب نبستی انگشت در سر
کنوں خلوت کده سلطان دین است
چو شاه نقش بند افراشت رایت
بے نقشی نشان خویش گم کرد
جیند و بازید آورده یک جا
برآمد ساقی ناگاہ سرمست
امانت دار ابو یعقوب چرخ
فرو رفتند در نیل جلا بش
گرامی خواجہ احساں از دے ۲۰
وجود خواجہ و انفاس پاکش

چو عرش فیض و فروز لقا ہوا

ہم آجبا ختم شد ایں سعی مشکور

تاریخ تولد بر خود دار خواجہ عبداللہ و بر خود دار خواجہ محمد عبداللہ

کہ در یک سالہ متولد شدند سلمہ الشریعہ

درباغ طراوت جوانی
ہرگز نہ شمشیدہ بوسے فرزند
آخرت برے امید بستم
طبع غزل نشاط می گفت
تاریخ شناس تیز بین مرد
زاں ہائے دو چشمہ بہارم
بے برگ گزشت زندگانی
بودم سروے بہ سایہ خورشید
افتاد شگوفہ بدستم
دیدم ناگہ بہار بشت گشت
بہ گشت بہار در خطے آورد
بنمود دو درخت شاہوارم

یعنی کہ ہماں دو نور باہر
 بالید پس از مرور ایام
 مابین ظهور آن دو گوہر
 آن گشتہ دین خرابہ منزل ۱۰
 بود آخر عصر کان یگانہ
 خورشید گزیدہ خوابگا ہش
 انگشت ہلال در دہن بود
 زیر سقہ در بچہ پاکشاندہ
 خود نیز بہ شرق شد گریزاں
 دین طرفہ نشاط خاطر افزود
 قطب از طرفہ نفس بر آورد
 اندر ملکوت خلغل افتاد
 گفتند کہ تہنیت رسانیم
 در حنا کترین عنلا ۲۰
 این نام نجستہ و ملک زاد
 بہ درگہ خواجہ ام رساند
 گوید کہ دستہ کارم آگاہ
 کارش ہمہ گرد من پیبدن
 من بودم و نفتد خانہ اب
 بیچارہ قلت در تہیدست
 چوں باغ طبعش بر آورد
 چشم ملکی ستناخت زادش
 البقۃ وراں گزشتن روز

در یک تاریخ گشتہ ظاہر
 در بار درخت شد دو بادام
 بگزشتہ چہار ماہ و اکثر
 روز یکم از ربیع اقل ۱۰
 افتاد درین سیاہ خانہ
 کاینک شب در روشنی ماہش
 کین شعلہ غریب خورشکن بود
 نطن رگیاں در ایستادند
 کاہد بہ پناہ صبح خیزان
 شد دامن شب چو بہرہ اندوز
 کاینک بہ قومی سپارم این بود
 کاہ سلام بہ شکل آدمی زاد
 ایمان محمدیش خواہیم
 شد بندہ یکے بزرگ نامے ۲۰
 ان شاء اللہ شفیع من باد
 گوید ز من آن سخن کہ داند
 او مفلس و من حنڈینہ شاہ
 منش بخیم الم آرمیدن
 سرگرمی آستانہ او
 می بود حنڈینہ دار پیوست
 در میوہ حمال من اثر کرد
 زانو کے بمن لقب نہادش
 آمد بزمن چو باد نور روز

- ۳۰ کردند مودنان اسلام
تا فطرت او ثبات یابد
پرخیز بلا مودن غیب
این خسته بسے نیاز مند است
گریکم الا از تو گریزم
یک شعله نورده به روزم
خود را به تو باز می سپارم
در غور نیم آرم من سیه روز
این غم کده باد برده بهیست
مے دوست بحق دوستداری
ہاں از تو قدم بناز ماندن ۴۰
بجراں تو وصل جاودانی است
افتد کہ چنین نہ می ہر اسم
گر چی علی الصلاۃ گوئی
درد زیر کفن شوم منہ اہم
من مرده و دوست در نمازم
افتاد بہ صغۃ تحبلی
گردند دو کون مدح خوانم
این نقش وجود پر تراشم
ہاں اللہ گوئے تابو ششم
در راہ اللہ ار شوم نیست ۵۰
در چشم من آن الف عظیم است
من یکدم سرد تمام دارم
بجیر اذان بگو شش اعلام
دین ابوی بر نیاید
در گوش من آریا نگ لاریب
یک اشک از بہت پند است
داند کہ ہاں دماں میسرم
تحت ثاں ماسوا بسوزم
می میسرم و شعلہ می گزارم
خود شعلہ خویشتن برافروز
این مرگ حبلی ستزود بہتر
خواہان تو ام حباں سپاری
از من سبق منداق خواندن
دیش تو مرگ زندگانی است
کز چی علی الصلاۃ نہ می ہر اسم
ہم خود بہ صلاۃ من بیوئی
رنگ ہمہ زندگان عالم
بحان اللہ بخود بسنازم
گویم و ہوالذی لیصلی
فقد أفلح ابی ثانی
بجیرے اذان شنودہ باشم
اینک چو صدق تمام گوشم
حاجت بساع اکبرم نیست
دانم کہ صراط مستقیم است
یک رشحہ حیات کام دارم

از رشحه کفایت این کار
 چون در نگری غرض تمام است
 گزینہ رسد بہ تشنہ کاسے
 نے نے غلظت تمام و رویش
 دریائے ازل بے شکرت است
 ای یس کہتہ مثلہ نقابت
 من حنہ عاتقے در یدم
 از قید تفکر م چه حاصل
 من یسچداں ہمسہ گمانم
 ہر چند کہ خلق ناشناس است
 استاد و دانشم کستایم
 طفلم کہ خوردہ شیر مادر
 بگزشتہ ہنوز پیش سلطان
 گنام و کار جسد خام است
 نامے نہ کرد مرا بخوانند
 اینجا سر عقل می خورد سنگ
 تاریخیکے چو شد نمودار
 افتادہ بہ بحر و بر طلاطم
 چوں صبح رسید بہ شب
 چوں ماہ تمام منشرح صدر
 بانور عبتت حیدائی
 بانود جہت کمال سرمد
 در عین شب آفتاب برخواست

چوں من بروم چه کم چه بسیار
 سر رشته رشحه ہم مجسم است
 سیرابی دوست ہم نہ جائے
 عالی است زحرف اندک و بیش
 سبحانک تبیت این چه حرف است
 سر رشته عقل ستو بابت
 ایمان محمدی گزیدم
 آن خواجہ بس است عقل کامل
 تحقیق رو چہیں کہ و انم
 گویند کہ عاقلست و داناست
 دانی کہ من از کدام بایم
 افتادہ ہاں بخاک و خون در
 دارم دیکے تمام افغان
 بسم اللہ نام من کدام است
 نامے کہ مرا ز من رہانند
 ہاں خامد بہ صل قصہ زن چنگ
 ہنگام تولد و گر آ رہ
 ماہ رجب و پگاہ ششم
 چوں روز ز روشنی لہالب
 در ظلمت شب چو ساعت قدر
 در آخر فترت و بے نوائی
 خورشید پئے تجدد آمد
 تا صبح پسین شتاب برخواست

آن شب در معرفت کشتوند
 خورشید بر اختجاب خود در
 از شعله سپید رخ بسیار
 در دیده شپسراں چو کم زاو ۸۰
 چون سر کشد آفتاب بر من
 آن تیره به تشنگم من گم
 خورشید حجاب نور دارد
 گر پرده زردے خود کشاید
 یارب که طلسم خود کشائی
 خود را بنظم خود گزارد
 چندین همه آفتاب رنستند
 این قطره ہم از شمار ایشان
 باشد کامم از و بر آید
 بس تشنه و بس خرابم ای دوست ۹۰
 هر جا که ترشح تو بینم
 اے بحر طلب بکام من شو
 من حجام چه می کنم گدایم
 اکنون دهنم کشته بهتر
 تمثال طلسم خود نمودند
 کردند ستارگان برون سر
 این عرصه تیره شد نمودار
 وحدت پس این دو کثرت افتاد
 افتاده تیره و نه روشن
 روشن به حجاب اجتناب کم
 در پرده چنین ظهور داد
 خود نیز با جتبا در آید
 این طغیانی را باد نمائی
 چون غسل زدانه سر برآرد
 در بحر تو چون حباب رفتند
 در موج خودش کن پریشان
 چون بینش از تو یادم آید
 در حسرت بکدم آیم ای دوست ۹۰
 در العطش آیم و شبنم
 امروز یکے بحبام من شو
 مشتاق توام دهن کشایم
 بحر سخن ایستاده بهت

زین گفت و شنود حاصل نیست

جبرائیل و نموشش باید مزیت

قطعه اول

از ساقی نامه دوم از تاریخ است

این صوت تو عرش اشیا نیست ۱۹ اسرار عجب در و نهان است

نہ بار کفن نہ قید ر قنار ۲۰ ازل متدیش مقام ویدار
 ایمان برہنہ بادہ تو ۲۱ منہ دوس دل کشادہ تو
 دوزخ صفتی کہ از تو دور است ۲۲ سبحان اللہ عجیب صور است
 من گرچہ کہ آتشیں و اعنم ۲۳ از نکبت تو شگفتہ باعنم
 اے زاهد حنّام طبع بیکار ۲۴ خود را گرد و جرم می دار
 در پائے طبیعت خرامت ۲۵ یک قطرہ ز دروے تمامت

تایخ تولد بر خوردار خواجہ عبد اللہ و خواجہ محمد عبد اللہ کہ در یک سال متولد شدند

در باغ طراوت جوانی ۱ بے برگ گزشت زندگانی
 برگز نشیدہ بوئے منہ زند ۲ بودم سروے بیایہ خورسند
 در خانہ کمترین عشق ۲۰ شد بندہ یکے بزرگ نامے
 دین نام خجستہ و ملک زاد ۲۱ انشاء اللہ شفیع من باد
 برورگہ خواجہ ام رساند ۲۲ گوید ز من آں سخن کہ داند
 گوید کہ دستہ کارم آگاہ ۲۳ او مفلس و من حنہ زینہ شاہ

تایخ تولد بر خوردار خواجہ محمد و اسمہ خواجہ محمد عبد اللہ سلمہ

گل شکرے بواجب دوست داد ۱ شکر ہندی گل ترک زاد
 بلکہ ز کشیر گل زعفران ۲ شد شکر آلودہ ہندوستان
 شاخ گل از باغ ولایت شرافت ۳ از قند حنہ شکر آب یافت
 شاخ بناتے شد انیس طرف فن ۴ اذبتہ اللہ نباتات حق
 بلکہ نہالے است بروں از جہات ۵ آمدہ در عرصہ این شاہ مات
 گرچہ زور فتنہ دریں نیک ہمد ۶ بارور است از اثر قرب ہمد
 آمدہ پس در خم این نیسہ خم ۷ ماہ رجب بود و صبح ششم

کردن تسلیم سال ولادت و رستم
 بان بشمار آنچه رستم ز دستم

رباعیات مسئلہ الاحکام

- ۱ سبھان اللہ نہ ہے خدای تعالیٰ
 از نور لطافتش ضلالت مشعور
 عالی ز تصور و مستند از خیال
 وز سر سرایش جہاں مالا مال
- ۲ گویند وجود کون کونست حصول
 فائدہ کہ دریں پر وہ لسان الغیب است
 فوہے بجز از کون کونست قبول
 بر طبق قواعد است و بر وفق اصول
- ۳ بشناس کہ کائنات رو در عدم اند
 وین کون معلق از خیال و وہم است
 بل در عدم ایستاده ثابت قدم اند
 باقی بگی ظهور نور و تسلیم اند
- ۴ بنگر کردہ دروں بپیر و نش نور
 یا بسندہ انواع ظهورش باطن
 دروے ز عجب بگی بعد نوع ظهور
 و ان ظاہر و پروردہ وحدت مستور
- ۵ تکوین دو کون را مسئلہ اور دادہ
 حادث شدہ نسبتہ دروں ابیرون
 دانی کہ در عدم چساں بخشا دہ
 در بیرون عکس آں عکس افتا دہ
- ۶ ہر صورت و حق آئینہ عکس نیست
 ہر صورت در ظهور شرط و گریست
 این است بمعنی کہ حق را با ما است
 این نسبت اسباب ازین و پیداست

آں کسب کہ نزد ما گشته عیاں
حق موجود است وفادر مطلق است

در مذہب اہل حق جز این ہیچہاں
وہیں نیست خیال حلقہ و ہم است و گما

حادث کہنا باشد بدو آں پابندہ
سبحان اللہ نہی خیال یا ظل

تاثیر کنند بہ حادث آئندہ
این است وجہ عدش زائندہ

آنجا کہ حق است جملگی بے سبب است
کسے کہ وجود او بجز وہی نیست

از کن فیکون جز این روش پس عجب است
نسبت بحق اگر کند کسے بے اوست

ہر صورت علیہ کہ ہستش گوئی
معلوم کہ اہل است وجود علم است

ناں ہست کہ بولے اصل انو میوئی
جہل است اگر جز این روش میوئی

مکان کہ خرد و بہ حد پیش بکشاد
اود ہستی و ہستی اندر وے بود

در بد و نظر بہ ہستیش فتوی داد
بے چارہ بہ اشتباہ نامے بہناد

از صفائی و لطافت جام
ہم حساب است و نیست گوئی

در ہم آمیخت رنگ جام و مدام
یا مدام است نیست گوئی جام

ابن صورت علیہ کہ در جلوہ گریت
ادراک مرکب است و مرا خود است

از خال و خلش جمال مقصود بریت
در وے ہمہ چشم بودن از بلعبریت

در علم و در وجہ است بنہ وریب

یکے چہ بہ شاہد است یکے چہ غیب

در وجه غیبی نشان است ز غیب

در وجه شاہد ہمہ رنگ است و تیز

۱۵

در ساحت اوارہ نہ این آواز نہ آن
تحصیل نمود کیں محال است عیاں

این علم بسیط بے تمیز است و نشان
چوں حاصل تازہ نداشت تو اں

۱۶

استہلاکے کہ از تصور پاک است
انجا چہ عقل دانش و ادراک است

از حضرت ذات بہرہ استہلاک است
آں معرفت است نامش ادراک بسیط

۱۷

ہر جا ہستی است دارد آنجا ما و ا
ظاہر شدہ جفت عروس و حہ تنہا

ادراک بسیط موطن خود فنا
این است تفاوت کہ در حق قفس

۱۸

ہر چند کہ ہست ہست و انش خالی
این ہست نتیجہ علوم حسانی

ہنگام شعور از بین ہست تمام عالی
در پردہ قد یک ظہورے دارد

۱۹

ہر لحظہ نیست ز مقام ادراک
تأیانت شود نتیجہ استہلاک

لیکن باید کہ نور آں باطن پاک
در دیدہ ہیں کون حصولی ماند

۲۰

کز کوی حقیقت نشود آوارہ
کون است حصول دردش بیارہ

یارب چہ کلا پیسنے ہے چارہ
ہستی بہ کمال قرب از دستوار است

۲۱

ز نہار طلب کمن کہ مشکل یا بی
دردن کہ چنین مشکو کہ باطل یا بی

خواہی کہ جمال غیب مدد یا بی
در ذات حنہ لکھنہ باطل

۲۲
بنشین کہ حال است کہ دیگر بینی
در منظر موهوم مستور بینی

خواهی حق را به غیب منظر بینی
می کوشش کہ بے صورت تحقیق را

۲۳
بے دائره آن نقطه نیامد به میان
و آن نقطه در وہ جلوه گشته عیان

حق نقطه حواله جہاں دائره و آن
آن دائره صورت علوم نقطه است

۲۴
و آن شکل نمود اعتبارات نقطه
خط نقطه و دائره مرآة نقطه

گر نقطه حواله بود ذات نقطه
گرد و چو جہاں کہ تجلہ مرآة حق است

۲۵
در نقطه عروض دائره شد مشہود
ایمان ہمہ عارض اند معروض وجود

ہر چند کہ دائره ز وہم است و نمود
گویند کہ در نظارہ کشف و شہود

۲۶
بیرون کشد از دائره و از خط سر
و باطن علش نہ بود هیچ اثر

گر نقطه بچلانگہ خود آسنے در
و ظاہر علم گر کج و راست شود

۲۷
این باطن را بیرون ز ظاہر دانی
ہر چند کنی تحقیقش نتوانی

ہاں تا کنی غلط کہ از کم وافی
ظاہر بینے کہ بے خیال و وحش

۲۸
گنج ز صفاست خود در حق بہاد
از بہت چگونہ علم و قدرت افتاد

ہر جا ہستی است از نبأ است ہما
ہستی چو بذات خود علیم است و قدیر

۲۹
نوعی است کہ قادر برید و امانت

در ہر شکلی کہ رنگ ہستی برید است

در ظاہر علم ازین صفتها یکتا است

لیکن ہر یک پٹے تردد گشتہ

۳۰

چوں نقطہ کہ دائرہ دارد مشکنی
منہر بگزار چنگ در ظاہر زن

حق روح جہاں انفس و آفاق بدن
ظاہر دروے ہمہ صفتا نقطہ است

۳۱

وال لیس کشکہ در و خیمہ زن است
گلہے فضل است کہ او پس قرن است

ایں ظاہرے مثل بیسان بدن است
روح است بہ اعتبار اطلاق وجود

۳۲

آن لیس کشکہ سمیع است و بصیر
آن مجلہ غنی است و ماسوئی مجلہ فقیر

ہم بیزنگ است یار و ہم رنگ پزیر
ایں سمع و بصیر جز ایں ندارد و گریز

۳۳

از طقی و سمع صاحبیل عجب است
در باطن خود تمام آیات رب است

تنزیہ فقط ز علم سوادب است
در ظاہر آیات بے تشبہ است

۳۴

وہا کثر تنزلات تو جہیش نیست
سہل است و در و اگرچہ ظہیش نیست

تشیبے را کہ بے تنزیہش نیست
ایں حکمت ز قسماں شرابید

۳۵

دین مہشت خیال نہر سبز ابداست
وہا نگاہ نطفہ کہ کن کہ حق موجود است

چوں ظاہر علم پر وہ مقصود است
از نقش و سبے بنقش گریز

۳۶

شد ظاہر و باطن تو در کار نقوش
کاساں شودت شکست باز نقوش

بر حق تو نہر نیست زانہار نقوش
بر خیز و جمال نقشبندے بطلب

۳۷

چون نقش نهاده رخ نه بے نقش آری
ز آن لوح وجود نسخ برداری
نور بیرنگ تر جانش گردد
ز نهار که دل به تر جهاں نه سپاری

۳۸

آں بے رنگے چو پر تو انداز شود
بس راز نهفته راغش از شود
هر جا نور است بر کشته حبله بخود
و انگبے انکشاف هر راز شود

۳۹

گویند که چون رسد قلی به کمال
گردد و در جهاں ز تر جهاں ملام مال
چشم از همه سوسرئه مازا غ کشد
گوش از همه جانب شنود با تمثال

۴۰

مکن زنگناے عدم ناکشیده کام
واجب به جلوه گاه حیاں نهاده کام
در حیرتم که این همه نقش غریب صیت
بر لوح صورت آمده شود خاص و عام

۴۱

اے گشته بهر نمود بیوده گرد
این است مقام کنت سَمْعَه شنو
در تست نمود که بس بے طرف است
بنشین و به هر طرف شود رنگ و دو

۴۲

یک لحظه سے به جیب هستی در کش
عرف انا گوئی را خطی بر سر کش
گر مردی به نام رادی خو کن
یعنی که نگار نیستی در بر کش

۴۳

این سکه که من ز دم بنام فقر است
وین روشنی از نور تمام فقر است
بر خیز ره خواجبه احوار بگیر
کان راه ز سر حد مقام فقر است

۴۴

آمد چو رباعی به چهار از عشرات
خامش شده خامه و درین بسته دوتا

ماہم سخن را کہ بہ شش گفتیم کردیم تمام بر محمد صلوات

۳۵

اندیشہ چو اربعین خود بود بسر در تفرقہ اش چو اہل طاہر منکر
ہر چند کہ ہست کل یوم فی شان در ہر شانے نبلے نشان دادہ خبر

۳۶

اے خواجہ درین نام بسے سراسر است ہمیش ز مقیدہ خرد و شوار است
از کون و مکان مقیدانش فرزند مجموعہ ما سلسلۃ الاحرار است

۳۷

در راہ خدا جملہ ادب باید بود تا جاں باقی است رطلب باید بود
دریا دریا اگر بہ کاست ریزند گم باید کرد و خشک لب باید بود

۳۸

بدست من امشب چو سارا ست غم بہچو ہلال لاغر و کاستہ است
اے صبح بروں میا کہ ترکان مستند وے شب بنشین کہ قندہ بر خفا است

۳۹

صحرائیں زریں حذر کن کہ استیں ترمی کنم بہ گریہ و افشردہ می روم
آں گلبنم بہ باغ تو کہ یک نسیم طعن نشکفتہ ام ہنوز کہ پڑے مردہ می روم

فردا

از تو اے بیرنگ با چندیں صور ہم شبہ ہم منندہ خیرہ سر

من از محیط محبت نشان بھی دیدم کہ استخوان عزیزاں بہ ساحل فنا و است

می گزشتم ز غنم آسوده که ناگزین ۳ عالم آشوب نگلے سرواہم گرفت

بغیر آنکہ بہ روز سیاہ خود گرید و گرز دیدہ باقی چہ کاری آید

مندرجہ ذیل تین رباعیاں اور چار فرد کے متعلق صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کی ہیں یا کسی اور کی ہیں اس سلسلہ میں تحقیق کرنی ضروری ہے۔

۱
آنجا کہ کمال کبریاے تو بود عالم نئے از بحر عطایے تو بود
مارا چہ حد حمد و ثنائے تو بود ہم حمد و ثنائیم نہ سزائے تو بود

۲
من کیستم اندر چہ شمارم چہ کسم باہر ہنئے سگانش باشد ہوسم
در قافلہ کہ دوست دائم نہ رسم این بس کہ رسد زود با کس ہوسم

۳
جانا بقمار خانہ زندے چند اند با مردم کم عیار کم پیوندند
زندے چند اند کس نہ داند چند اند بر نسیہ و نقد ہر دو عالم خندند

گاہ خورشید و گے دریا شوی ۱ گاہ کوہ قاف و گہ عنقا شوی

تو نہ آں باشی نہ این رذات خویش ۲ اے بروں از وہم بادیش بیش

ما کہیم اندر ہماں پیچ پیچ ۳ چوں الف از خود ندارد پیچ پیچ

درینا کست نہ دایم ہی پنداشتم دایم ۴ از ہی پندار گوناگون زین انش پشیمانم

22
24
98

1
2
3
4
5
6
7
8
9
10
11
12
13
14
15
16
17
18
19
20
21
22
23
24

101244
14

900
2578

31

1212
14

472

33
12

78
101244
14

32

20

500

324